پارہ

قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ

ابراہیمؑ کہنے لگے اچھا تو تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے اے فرشتو! فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ہم ان پر

حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ

کنکر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے پاس سے خاص نشان بھی ہے حد سے گذرنے والوں کیلئے۔ تو ہم نے جتنے ایماندار تھے سب کو وہاں سے

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ

علیحدہ کردیا۔ سو بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر ہم نے نہیں پایا۔ اور ہم نے اس واقعہ میں ایسے لوگوں کیلئے

يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔

قَالَ اس نے کہا	فَمَا تو کیا	خَطْبُكُمْ مقصد تمہارا	اَيُّهَا اے	الْمُرْسَلُوْنَ بھیجے ہوئے (فرشتو)	قَالُوْٓا انہوں نے جواب دیا	اِنَّآ اُرْسِلْنَآ بیشک ہم بھیجے گئے ہیں
اِلٰى طرف	قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ مجرم قوم (مجرموں کی قوم)	لِنُرْسِلَ تاکہ ہم بھیجیں (برسائیں)	عَلَيْهِمْ ان پر	حِجَارَةً پتھر	مِّنْ طِيْنٍ سنگ گل	مُّسَوَّمَةً نشان کئے ہوئے
عِنْدَ رَبِّكَ تمہارے رب کے ہاں	لِلْمُسْرِفِيْنَ حد سے گزر جانیوالوں کیلئے	فَاَخْرَجْنَا پس ہم نے نکال لیا	مَنْ كَانَ جو تھا	فِيْهَا اس میں	مِنَ سے	
الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان والے	فَمَا وَجَدْنَا پس ہم نے نہ پایا	فِيْهَا اس میں	غَيْرَ بَيْتٍ ایک گھر کے سوا	مِّنَ سے۔کا	الْمُسْلِمِيْنَ مسلمانوں	وَتَرَكْنَا اور ہم نے چھوڑ دی
فِيْهَا اس میں	اٰيَةً ایک نشانی	لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے	يَخَافُوْنَ جو ڈرتے ہیں	الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ دردناک عذاب		

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان فرشتوں سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ اور کسی خاص مقصد سے آئے ہیں؟ اس پر ان فرشتوں نے جواب دیا کہ ہم قوم لوط کی سزا دہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ ہم ان پر سنگساری اور پتھروں کی بارش برسا کر ہلاک کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پتھروں پر نشان کر دیئے گئے ہیں خدا کے حکم سے ہر ہر مجرم کے لئے الگ الگ پتھر مقرر کر دیئے گئے ہیں اور جو پتھر جس مجرم کے لئے خاص کر دیا گیا ہے اسی کے لگنے سے اس کی ہلاکت ہوگی۔ تو جیسا کہ سورہ ہود سورہ حجر اور سورہ عنکبوت وغیرہ میں ذکر ہو چکا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم لوط پر عذاب کا حال سن کر فرمایا کہ وہاں تو لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں؟ کیا لوط علیہ السلام کی موجودگی میں بستی کو تباہ کیا جائے گا؟۔

فرشتوں نے کہا کہ اس کا علم ہمیں بھی ہے کہ لوط علیہ السلام وہاں ہیں اور ہم سب کو جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں۔ ہمیں حکم مل چکا ہے کہ ہم لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے کے تمام ایمانداروں کو بچالیں ہاں ان کی بیوی نہیں بچ سکتی وہ بھی مجرموں کے ساتھ اپنے جرم کے بدلے ہلاک کر دی جائے گی۔ گویا تمام بستی میں صرف ایک حضرت لوط علیہ السلام کا گھرانہ مسلمانی گھرانہ ہے جو عذاب سے بچالیا جائے گا اور باقی سب کو تباہ کر دیا جائے گا۔ مذکورہ گذشتہ سورتوں میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ کس طرح لوط علیہ السلام کی قوم تباہ و برباد کی گئی اور حضرت لوط

علیہ السلام اور آپ کے ساتھ آپ کے ایماندار گھر والوں کو بچالیا گیا۔ آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اب تک یعنی نزول قرآن کے زمانہ تک وہاں تباہی کے نشان موجود ہیں اور ان کی غیر معمولی ہلاکت کے قصہ میں ڈرنے والوں کے لئے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

چنانچہ عذاب الٰہی سے خوف کھانے والے آج تک اس ناپاک قوم کی داستان ہلاکت سے عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ بحر مردار یا بحر لوط اور آس پاس شہر سدوم کے کھنڈر آج تک ہر صاحب دل کو قوم لوط کی تباہی کی داستان عبرت سنا رہے ہیں۔

آگے دوسرا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون کا عبرت کے لئے بیان فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ان نافرمان قوموں کے انجام سے ہمیں بھی عبرت ونصیحت حاصل کرنے والا دل ودماغ عطا فرمایئے۔ اور ہمیں اپنے احکام اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو ہر ظاہری و باطنی عذاب سے بچا لیجئے۔ اور ہماری کوتاہیوں اور تقصیرات سے درگذر فرمایئے۔ اور ان پر گرفت اپنی رحمت سے نہ فرمایئے۔ اس وقت ہمارا ملک جو اختلاف وافتراق کے عذاب میں مبتلا ہے۔

یا اللہ اسلام کی برکت سے اس وبال کو رفع فرما دیجئے۔ اور ہمیں اسلام و ایمان سے سچا تعلق اور لگاؤ نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَفِىْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾

اور موسیٰ کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ہم نے اُن کو فرعون کے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل دے کر بھیجا۔ سو اُس نے مع اپنے ارکان سلطنت کے سرتابی کی اور کہنے لگا کہ یہ ساحر یا مجنون ہیں۔

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِىْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ

سو ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دیا اور اس نے کام ہی ملامت کا کیا تھا۔ اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ہم نے ان پر

الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَىْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِىْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ

نامبارک آندھی بھیجی۔ جس چیز پر گذرتی تھی اس کو ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے۔ اور ثمود کے قصہ میں بھی عبرت ہے

تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا

جبکہ ان سے کہا گیا اور تھوڑے دنوں چین کرلو۔ سو اُن لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی سو ان کو عذاب نے آلیا اور وہ دیکھ رہے تھے۔ سو نہ تو کھڑے ہی ہو سکے

مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور نہ بدلہ لے سکے۔ اور ان سے پہلے قوم نوح کا یہی حال ہوچکا تھا، وہ بڑے نافرمان لوگ تھے۔

وَ اور	فِىْ مُوْسٰى موسیٰ میں	اِذْ اَرْسَلْنٰهُ جب ہم نے اسے بھیجا	اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف	بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ روشن دلیل (معجزہ) کیساتھ		
فَتَوَلّٰى تو اسنے سرتابی کی	بِرُكْنِهٖ اپنی قوت کیساتھ	وَقَالَ اور کہا	سٰحِرٌ جادوگر	اَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ	فَاَخَذْنٰهُ پس ہم نے اسے پکڑا	وَجُنُوْدَهٗ اور اسکا لشکر
فَنَبَذْنٰهُمْ پھر ہم نے انہیں پھینک دیا	فِى الْيَمِّ دریا میں	وَهُوَ اور وہ	مُلِيْمٌ ملامت زدہ	وَفِىْ عَادٍ اور عاد میں	اِذْ اَرْسَلْنَا جب ہم نے بھیجی	
عَلَيْهِمُ ان پر	الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ نامبارک آندھی	مَا تَذَرُ وہ نہ چھوڑتی تھی	مِنْ شَىْءٍ کسی شے کو	اَتَتْ آئی	عَلَيْهِ جس پر	اِلَّا جَعَلَتْهُ مگر اُسے کردیتی
كَالرَّمِيْمِ گلی سڑی ہڈی کی طرح	وَفِىْ ثَمُوْدَ اور ثمود میں	اِذْ قِيْلَ جب کہا گیا	لَهُمْ اُن کو	تَمَتَّعُوْا فائدہ اٹھالو	حَتّٰى حِيْنٍ ایک رات تک	
فَعَتَوْا تو انہوں نے سرکشی کی	عَنْ سے	اَمْرِ رَبِّهِمْ اپنے رب کا حکم	فَاَخَذَتْهُمْ پس انہیں پکڑا	الصّٰعِقَةُ بجلی کی کڑک	وَهُمْ اور وہ	يَنْظُرُوْنَ دیکھتے تھے
فَمَا اسْتَطَاعُوْا پس ان میں سکت نہ رہی	مِنْ قِيَامٍ کھڑا ہونے کی	وَمَا كَانُوْا اور وہ نہ تھے	مُنْتَصِرِيْنَ بدلہ لینے والے	وَقَوْمَ نُوْحٍ اور نوح کی قوم		
	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	قَوْمًا فٰسِقِيْنَ لوگ نافرمان		

تفسیر و تشریح: منکرین قیامت و آخرت کی شروع سورۃ ہی میں مذمت فرمائی گئی تھی اور ان کو آخرت و جزا و سزا کے انکار پر جہنم کی وعید سنائی گئی تھی۔ پھر اس بات کی تائید میں کہ منکرین و مکذبین کی دنیا میں بھی پکڑ ہوئی ہے آخرت میں تو لازماً ہونا ہی ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کا ذکر گذشتہ آیات میں ذکر فرمایا گیا تھا۔ اور عبرت دلائی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ اور ہود علیہ السلام اور قوم عاد کا قصہ اور حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا قصہ اور قوم نوح علیہ السلام کا انجام مختصراً ذکر فرما کر منکرین و مکذبین کو سرکشی و نافرمانی سے عبرت دلائی جاتی ہے اور جتلایا جاتا ہے کہ گذشتہ قومیں اسی کفر و انکار اور سرکشی نافرمانی کی بدولت ہلاک و تباہ کی جا چکی ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جس طرح قوم لوط کے انجام کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں اسی قسم کا فرعونیوں کا واقعہ ہے۔ موسیٰ علیہ

السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے سمجھانے کے لئے بھیجا کہ سرکشی کو چھوڑ اور اللہ کا بندہ بن کر رہ لیکن اسے اپنی قوت وسلطنت اور لاؤلشکر پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس نے اپنے زور وقوت پر مغرور ہو کر حق کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اپنی قوم اور ارکان سلطنت کو بھی ساتھ لے ڈوبا۔ اس نے اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام سے بے رخی برتی اور ان کی تکذیب کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے معجزے دکھلائے تو کہنے لگا (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) کہ موسیٰ یا تو چالاک جادوگر ہے اور یا دیوانہ ہے۔ ان دو حال سے خالی نہیں۔ پس انجام میں اللہ تعالیٰ نے اس کافر۔ معاند اور متکبر کو مع اس کے لاؤلشکر کے پکڑا اور سمندر میں غرق کر کے ہلاک کیا۔ ایسا کرنے میں اللہ نے اس پر زیادتی نہیں کی۔ الزام اسی پر ہے کہ اس نے کفر وسرکشی اختیار کی' سمجھانے پر بھی باز نہ آیا۔ آخر جو بویا تھا وہی کاٹا۔ اسی طرح قوم عاد جس کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام تھے اس کے واقعات بھی عبرتناک ہیں جن کی سرکشی اور سیہ کاری کے وبال میں ان پر عذاب کی آندھی آئی جو خیر وبرکت سے یکسر خالی تھی۔ اس نے مجرموں کی جڑ کاٹ ڈالی اور جس پر گزری اس کا چورا کر کے رکھ دیا آخر وہ سب بالکل دنیا سے مٹ گئے۔ ٹھیک اسی طرح قوم ثمود کا بھی برا انجام ہوا۔ ان کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرما دیا تھا کہ اچھا کچھ دن اور دنیا کے مزے اڑالو اور یہاں کا سامان برت لو آخر عذاب الٰہی میں پکڑے جاؤ گے بالآخر عذاب کی ہولناک چیخ نے ان کے پتے پانی کر دیئے اور کلیجے پھاڑ دیئے اور یہ صرف ان کی سرکشی' نافرمانی اور سیہ کاری کا بدلہ تھا ان کا سب زور وطاقت۔ متکبرانہ دعوے اور طنطنے خاک میں مل گئے کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ پچھاڑ کھانے کے بعد ذرا اٹھ کھڑا ہوتا۔ بھلا بدلہ تو کیا لے سکتے تھے اور اپنی مدد پر کسے بلاتے۔ اسی طرح ان اقوام سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم اپنی بغاوت وسرکشی کی بدولت تباہ کی جا چکی تھی۔ وہ لوگ بھی نافرمانی میں حد سے نکل گئے تھے۔ ان تمام قوموں کے مفصل واقعات پہلی سورتوں میں گزر چکے ہیں۔

غرض کہ انجام کفر وشرک نافرمانی وسرکشی کا دنیا میں بھی اچھا نہ رہا اور آخرت میں تو دائمی مصیبت جہنم کی ہی ہے۔

اب یہ جو قرآنی واقعات نافرمان قوموں کی سزا کے بار بار قرآن کریم میں دہرائے گئے ہیں اب ان کی حیثیت زیادہ سے زیادہ یہ رہ گئی ہے کہ کسی مسجد میں کوئی ملا مولوی چند نمازیوں کے سامنے ان کو پڑھ لے اور سن لیں اور بس قصہ ختم۔ نہ قوم کے لئے یہ قرآنی واقعات عبرت کے باعث ہیں نہ نصیحت کا ذریعہ کیونکہ اب اس قوم اور ملک میں قرآن کی حیثیت دین ودنیا کی صلاح وفلاح اور دونوں عالم کے نجات دہندہ کی تو حقیقت میں سمجھی نہیں جاتی۔ اس میں ہمیں ہمارے مسائل کا حل نظر ہی نہیں آتا۔ تو اس کے اوپر کان دھرنا۔ اس سے عبرت حاصل کرنا اس سے نصیحت پکڑنا۔ اس کے احکام کی پابندی کرنا اس کی ممانعتوں سے بچنا اس کا کیا سوال۔

بقول اکبر الہ آبادی مرحوم

رقیبوں نے رپٹ لکھائی ہے جا جا کے تھانوں میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں

بہر حال قرآن کا قرآن ہونا کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ کوئی قوم اور ملک اسے اپنائے یا نہ اپنائے۔ کوئی اسے اپنا نجات دہندہ سمجھے یا نہ سمجھے۔ قرآنی احکام اور خبریں اپنی جگہ اٹل ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نتائج احکام خداوندی سے نافرمانی کے بتلا دیئے ہیں وہ پیش آنا لازمی اور لابدی ہیں۔ اب دیر یا سویر یہ اللہ کی حکمت اور مشیت پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی حقیقی عظمت اور اس کی قدر دانی اس ملک اور قوم کو بھی نصیب فرما دیں اور اس سے انحراف کے وبال کو ہم پر سے ٹال دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ

اور ہم نے آسمان کو قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں۔ اور ہم نے زمین کو فرش بنایا سو ہم اچھے بچھانے والے ہیں۔ اور ہم نے ہر چیز کو

شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا

دو دو قسم کا بنایا تاکہ تم سمجھو۔ تو تم اللہ ہی کی طرف دوڑو، میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور خدا کے ساتھ

مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

کوئی اور معبود مت قرار دو، میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا

اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾

جس کو انہوں نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو۔ کیا اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے تھے بلکہ یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں۔ سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے

وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾

کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں۔ اور سمجھاتے رہیئے کیونکہ سمجھانا ایمان (لانے) والوں کو (بھی) نفع دے گا۔

وَالسَّمَآءَ اور آسمان	بَنَيْنٰهَا ہم نے اسے بنایا	بِاَيْىدٍ ہاتھ (قوت) سے	وَاِنَّا اور بیشک ہم	لَمُوْسِعُوْنَ وسیع القدرت ہیں	وَالْاَرْضَ اور زمین		
فَرَشْنٰهَا ہم نے فرش بنایا اسے	فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ پس ہم کیسا اچھا بچھانیوالے ہیں	وَمِنْ اور سے	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	خَلَقْنَا ہم نے پیدا کئے	زَوْجَيْنِ دو جوڑے (قسم)		
لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَذَكَّرُوْنَ نصیحت پکڑو	فَفِرُّوْٓا پس تم دوڑو	اِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف	اِنِّىْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْهُ اس سے	نَذِيْرٌ ڈرسنانے والا
مُّبِيْنٌ واضح	وَلَا تَجْعَلُوْا اور تم نہ ٹھہراؤ	مَعَ اللّٰهِ اللہ کیساتھ	اِلٰـهًا اٰخَرَ کوئی دوسرا معبود	اِنِّىْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْهُ اس سے	نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ واضح ڈرسنانےوالا
كَذٰلِكَ اسی طرح	مَآ اَتَى نہیں آیا	الَّذِيْنَ وہ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	مِّنْ رَّسُوْلٍ کوئی رسول	اِلَّا مگر	قَالُوْا انہوں نے کہا	سَاحِرٌ جادوگر
اَوْ مَجْنُوْنٌ یا دیوانہ	اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ هُمْ کیا انہوں نے ایکدوسرے کو وصیت کی اسکی بلکہ وہ	قَوْمٌ لوگ	طَاغُوْنَ سرکش	فَتَوَلَّ عَنْهُمْ پس آپ منہ موڑلیں ان سے			
فَمَآ اَنْتَ تو نہیں آپ	بِمَلُوْمٍ کوئی الزام	وَذَكِّرْ آپ سمجھائیں	فَاِنَّ تو بیشک	الذِّكْرٰى سمجھانا	تَنْفَعُ نفع دیتا ہے	الْمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کی قدرت کا اندازہ کچھ اسی سے کرلو کہ اس نے آسمان جیسی وسیع چیز اپنی قدرت سے پیدا کی پھر زمین کو اپنی مخلوقات کے لئے مثل بچھونے کے بچھا دیا۔ پھر خالق کائنات نے اس جہان میں ہر چیز عجیب وغریب کاریگری سے بنائی اور پھر ہر چیز کو بنا کر اس کے مقابل کی چیز بھی بنائی گویا ہر ہر چیز کو قدرت نے دو دو قسم کا بنایا مثلاً رات دن۔ گرمی سردی۔ سیاہی سفیدی۔ اندھیرا اجالا۔ خشکی تری۔ شیریں تلخ، چھوٹی بڑی، خوشنما بدنما۔ صحت مرض۔ کفر و ایمان۔ موت حیات۔ بدی ونیکی۔ نر مادہ وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ حیوانات ونباتات میں بھی جوڑے بنائے تو اس سے انسان کو سبق لینا چاہئے کہ جب زمین وآسمان اور تمام کائنات ایک اللہ کی عجیب صنعت اور کاریگری سے پیدا کی ہوئی ہے اور اسی کے زیر حکومت ہر چیز ہے تو بندہ کو چاہئے کہ اللہ کی توحید کی طرف دوڑے اس کا انکار نہ کرے۔ نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے ہر

طرف سے ہٹ کر اسی کی طرف رجوع کرے اور اگر ایسا نہ کیا اور بندہ اس کی طرف رجوع نہ ہوا یا کسی اور ہستی کی طرف رجوع ہو گیا تو یہ بہت ڈر کی بات ہے اور اس کا انجام برا ہونا ہے۔ ان دونوں صورتوں کے خوفناک انجام سے بندوں کو صاف صاف ڈرایا جاتا ہے۔ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی جاتی ہے کہ ایسی صاف تنبیہ اور ڈرانے پر بھی اگر یہ منکرین و مکذبین کان نہ دھریں اور اللہ اور اس کے رسول کی بات نہ سنیں تو آپ غم نہ کیجئے اور صبر کیجئے کیونکہ جس طرح یہ منکرین و مکذبین آپ کو (نعوذ باللہ) کبھی ساحر اور کبھی مجنون کہتے ہیں اسی طرح ان سے پہلے جن کافر قوموں کی طرف اللہ کا کوئی پیغمبر آیا تو اسی طرح اس کو دیوانہ یا جادوگر کہہ کر اس کی نصیحتوں کو ہنسی میں اڑایا گیا۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ کے کافر ایک دوسرے کو وصیت کر مرے ہیں کہ جو رسول آئے اسے ساحر اور مجنون کہہ کر چھوڑ دینا یعنی شرارت اور ڈھٹائی اور سرکشی و نافرمانی میں یہ سب ایک ہی جیسے ہیں جیسے پہلوں نے سرکشی کی ایسے ہی موجودہ منکرین و مکذبین بھی سرکشی کر رہے ہیں۔ بہرحال اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنا فرض ادا کر چکے اور سمجھانے کا حق ادا کر چکے اب اگر یہ نہ مانیں تو آپ پر کوئی الزام نہیں۔ نہ ماننے کا جو کچھ الزام رہے گا ان ہی معاندین پر رہے گا۔ ہاں بتلانا اور سمجھانا آپ کا کام ہے سو یہ سلسلہ جاری رکھیئے جس کی قسمت میں ایمان لانا ہوگا اس کو یہ سمجھانا کام دے گا یا جو ایمان لا چکے ہیں ان کو مزید نفع پہنچے گا اور منکروں پر خدا کی حجت تمام ہوگی بہرحال تذکیر و نصیحت میں عام فوائد اور حکمتیں سب کے اعتبار سے ہیں اس لئے اس کو جاری رکھیئے اور کسی کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کیجئے۔

اب آگے سورۃ کے خاتمہ پر مقصود اصلی یعنی بندوں سے عبادت کی مطلوبیت کی تاکید فرمائی جاتی ہے اور اسی کی ترغیب و ترہیب دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا اور کفر و شرک سے بچایا۔

یا اللہ ہمیں اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مطیع و فرمانبردار بنا کر زندہ رکھیئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ اپنی مصنوعات اور مخلوقات میں تدبر اور تفکر کی ہم کو توفیق و صلاحیت عطا فرما تا کہ ہماری توحید مضبوط اور قوی ہو اور ہم آپ کے مطیع اور فرمانبردار بندے بنے رہیں اور آپ کی اطاعت اور بندگی میں لگے رہیں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچے رہیں۔ یا اللہ! اپنی ذات پاک کی عظمت اور بڑائی ہمارے دلوں میں اتار دے تا کہ ہم آپ کی توحید کی طرف دوڑنے والے بنے رہیں اور آپ کی معرفت حاصل کر کے آپ کی عبادت گذاری میں لگے رہیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝٥٦ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝٥٧

اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے (مخلوق کی) رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا، اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝٥٨ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ

اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا قوت والا نہایت قوت والا ہے۔ تو ان ظالموں کیلئے (سزا کی) بھی باری (علم الٰہی میں) مقرر ہے جیسے ان کے (گذشتہ) ہم مشربوں کی باری (مقرر) تھی

فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ۝٥٩ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝٦٠

سو مجھ سے (عذاب) جلدی طلب نہ کریں۔ غرض ان کافروں کیلئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی جس کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ اور نہیں پیدا کیا میں نے	الْجِنَّ جن	وَالْاِنْسَ اور انسان	اِلَّا مگر۔صرف	لِيَعْبُدُوْنِ اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں		
مَآ اُرِيْدُ میں نہیں مانگتا	مِنْهُمْ ان سے	مِّنْ رِّزْقٍ کوئی رزق	وَمَآ اُرِيْدُ اور میں نہیں چاہتا	اَنْ کہ	يُّطْعِمُوْنِ وہ مجھے کھلائیں	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
هُوَ وہ الرَّزَّاقُ رزاق	ذُو الْقُوَّةِ قوت والا	الْمَتِيْنُ نہایت قدرت والا	فَاِنَّ پس بیشک	لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا		
ذَنُوْبًا ڈول (پیمانے)	مِّثْلَ جیسے	ذَنُوْبِ پیمانے	اَصْحٰبِهِمْ ان کے ساتھی	فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ پس وہ جلدی نہ کریں	فَوَيْلٌ سو بربادی	
لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے انکار کیا	مِنْ سے۔کا	يَّوْمِهِمُ ان کا دن	الَّذِيْ وہ جس	يُوْعَدُوْنَ ان سے وعدہ کیا جاتا ہے		

تفسیر وتشریح: یہ سورۃ الذّٰریٰت کی آخری آیات ہیں۔ خاتمہ سورت پر انسانوں کو زندگی کا اصل مقصد بتلایا جاتا ہے اور اس کی ترغیب دی جاتی ہے اور جو اس کے خلاف کریں اور کفر وشرک پر مصر ہیں ان کو تنبیہ کے ساتھ وعید سنائی جاتی ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات و انسان کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں جنات اور انسان یہی دو مخلوق ایسی ہیں کہ جو پوری طرح ذمہ دار بنا کر دنیا میں بھیجی گئی ہیں اور ان کے اندر ابتلا اور اختیار دونوں کی صلاحیتیں جمع کر دی ہیں بخلاف فرشتوں کے جو ابتلا سے خالی رکھے گئے ہیں اور بخلاف حیوانات کے جنہیں اختیار کی پوری قوت نہیں دی گئی ہے۔ عقل اور ارادہ کی پوری قوت انہی دو مخلوق یعنی انسان اور جنات کو دی گئی ہے اس لئے ان ہی سے مطالبہ کیا گیا کہ عقل سے اللہ کو پہچانیں اور ارادہ کر کے اس کے حکم بجا لائیں۔ اگر ایسا نہ کیا تو گویا انہوں نے اپنی عقل اور ارادہ سے ٹھیک کام نہیں لیا۔ عقل انسانوں کو اسی لئے دی ہے کہ اس سے سمجھیں کہ ہمارا پیدا کرنے والا اللہ ہے اور اس نے ہماری رہنمائی کے لئے اپنے رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں جن میں آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آخری کتاب قرآن کریم ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتا دیا ہے کہ اس کے مطابق عقیدہ اختیار کرو اور اس کے مطابق زندگی دنیا میں بسر کرو۔ اسی کا نام اللہ کی عبادت ہے اور جنات وانسان کا یہی فرض ہے اور ان کے پیدا کرنے کا یہی مقصد ہے کہ یہ اپنے عقل۔ ارادہ اور اختیار سے اللہ کے مقرر کئے ہوئے راستے پر چلیں۔ اب جنہوں نے اپنی عقل نری دنیا ہی کے کاموں میں صرف کردی۔ اور سائنس اور ٹیکنالوجی ہی کے پیچھے پڑ گئے اور دنیا کے آرام اور مزے کے لئے نئی نئی ایجادات اور مشینیں بنالیں اور دنیا کی عیش وعشرت کے لئے

نئے نئے ذریعے دریافت کر لئے اور ایک دوسرے کو دبانے اور نیچا رکھنے کے لئے تباہ کن ہتھیار بنا لئے تو انہوں نے عقل کی اصلی غرض پوری نہیں کی۔ اگر اس عقل سے اللہ کو نہ پہچانا اور اس کی عبادت نہ کی تو کچھ بھی نہ کیا۔ یہاں آیت میں عبادت سے مراد صرف متعارف عبادات۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ نہیں ہیں بلکہ لفظ عبادت اپنے وسیع وعام مفہوم میں طلب رضائے الٰہی کے مرادف ہے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ ساری عبادتوں کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں ایک امر الٰہی کی تعظیم دوسرے خلق اللہ پر شفقت۔ گویا دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی۔ یہی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جنات اور انسان کی عبادت و بندگی سے اللہ تعالیٰ کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ اس میں انہیں کا نفع ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ مالک نہیں کہ جو غلاموں سے کہے کہ میرے لئے کمائی کر کے لاؤ یا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان تخیلات سے پاک اور برتر ہے اللہ تعالیٰ بندوں سے اپنے لئے کیا روزی طلب کرتا وہ تو خود بندوں کو روزی اپنے پاس سے پہنچاتا ہے اب جو جنات و انسان اس کی بندگی کی طرف نہیں آتے تو سمجھ لو کہ وہ ظالم ہیں اور دوسرے ظالموں کی طرح ان کا پیمانہ بھی لبریز ہو جانے پر ڈوب کر رہے گا۔ جیسے دوسرے منکرین و مکذبین کو خدائی سزا کا حصہ پہنچا ان کو بھی پہنچ کر رہے گا۔ یہ لوگ اگر کفر و شرک پر مصر رہیں گے تو سن رکھیں کہ ان ظالموں کو سزا کی بھی باری علم الٰہی میں مقرر ہے جیسے ان کے گذشتہ ہم مشربوں کی باری مقرر تھی یعنی ہر مجرم ظالم کے لئے اللہ کے علم میں خاص خاص وقت مقرر ہے۔ اس طرح نوبت بہ نوبت ہر مجرم ظالم کی باری آتی ہے تو وہ عذاب میں پکڑا جاتا ہے کبھی دنیا و آخرت دونوں میں اور کبھی صرف آخرت میں۔ اب یہ جو کفار و منکرین بطور تکذیب اور انکار کے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم واقعی مجرم ہیں اور مجرمین پر عذاب آنا آپ کے قول سے ثابت ہے تو پھر ہم پر عذاب کیوں نہیں آجاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب اپنے مقرر وقت پر اور اپنی باری پر آتا ہے تمہاری باری بھی آنے والی ہے جلد بازی نہ کرو۔ قیامت آنے والی ہے اور وہ دن وعدہ کے مطابق آ کر رہے گا اور جب سر پر آ جائے گا تو پھر کچھ بنائے نہ بنے گی۔

یہ سورۃ اس وعدہ سے شروع ہوئی تھی اور قسمیہ کلام کے ساتھ فرمایا گیا تھا کہ جس قیامت و آخرت کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور اعمال کی جزا و سزا ضرور ہونے والی ہے اور اسی وعدہ پر اس کو ختم فرمایا گیا۔

الحمدللہ اب سورہ ذاریٰت کا بیان ختم ہوا۔

سورۃ الذاریات

۱.....اگر مریض کے پاس سورۃ الذاریات پڑھی جائے تو وہ تندرست ہو جاتا ہے۔

۲.....اگر بچہ جننے کے وقت سورۃ الذاریات لکھ کر عورت کو پہنا دی جائے تو بچہ کی پیدائش آسانی سے ہو جاتی ہے۔ (الدرالنظیم)

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ کی عبادت جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی خاطر خواہ ادائیگی کا نام ہے ہمیں زندگی کے ہر لحظہ میں اس کی توفیق کاملہ عطا فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی زندگی کا مقصد وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کا مصداق بنا لینے کی توفیق نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالطُّوْرِ ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ﴿۲﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿۳﴾ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ﴿۵﴾

قسم ہے طور (پہاڑ) کی۔اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے۔اور (قسم ہے) بیت المعمور کی۔اور (قسم ہے) اونچی چھت کی (مراد آسمان ہے)

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾

اور (قسم ہے) دریائے شور کی جو (پانی سے پر ہے۔کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا۔کوئی اُس کو ٹال نہیں سکتا۔

وَالطُّوْرِ قسم طور (سینا)	وَكِتٰبٍ اور کتاب	مَّسْطُوْرٍ لکھی ہوئی	فِيْ رَقٍّ اوراق میں	مَّنْشُوْرٍ کھلے	وَ اور	الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ بیت معمور	وَالسَّقْفِ اور چھت	الْمَرْفُوْعِ بلند
وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ اور دریا جوش مارتا	اِنَّ بیشک	عَذَابَ رَبِّكَ تیرے رب کا عذاب	لَوَاقِعٌ ضرور واقع ہونیوالا	مَا لَهٗ نہیں اسکو	مِنْ دَافِعٍ کوئی ٹالنے والا			

تفسیر وتشریح:اس سورۃ کی ابتدا بھی قسمیہ کلام سے ہوتی ہے اور پانچ چیزوں کی قسم کھائی جاتی ہے۔

پہلی قسم ہے طور کی یعنی وہ کوہ طور جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہوا اور توراۃ عطا فرمائی گئی۔

دوسری قسم ہے اس کتاب کی جو کاغذ میں لکھی ہوئی ہے یہاں کتاب سے کیا مراد ہے اس میں مفسرین کے کئی قول ہیں کسی نے لوح محفوظ مراد لیا ہے کسی نے لوگوں کے اعمال نامے۔کسی نے طور کی مناسبت سے توراۃ۔کسی نے قرآن کریم یا تمام آسمانی کتب۔یہ سب احتمالات ہیں۔

تیسری قسم ہے بیت معمور کی۔ بیت معمور ساتویں آسمان میں فرشتوں کا کعبہ ہے اور دنیا کے خانہ کعبہ کے ٹھیک بالمقابل ساتویں آسمان میں ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ شب معراج میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان پر پہنچے تو آپ کو بیت معمور کی طرف لے جایا گیا جہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت طواف کے لئے داخل ہوتے ہیں اور پھر کبھی ان کو دوبارہ وہاں پہنچنے کی نوبت نہیں آتی۔یعنی ہر روز ستر ہزار نئے فرشتوں کی باری ہوتی ہے۔

چوتھی قسم ہے سقف مرفوع کی یعنی اونچی چھت کی اس سے مراد یا تو آسمان ہے یا عرش عظیم مراد ہے جو تمام آسمانوں کے اوپر ہے۔

پانچویں قسم ہے بحر مسجور کی یعنی ابلتے ہوئے سمندر کی۔بعض مفسرین نے بحر مسجور کے مطلب یہ لئے ہیں کہ قسم ہے سمندر کی کہ جو آگ بنا دیا جائے گا جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ قیامت کے روز سارا سمندر آگ بن جائے گا جیسا کہ سورۃ تکویر میں ہے واذا البحار سجرت جس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ شمس وقمر اور تمام ستاروں کو سمندر میں ڈال دیں گے اور پھر اس پر تیز ہوا چلے گی جس سے سارا سمندر آگ ہو جاوے گا جو پھر جہنم میں شامل ہو جاوے گا۔(معارف القرآن)

تو یہ پانچ قسمیں کھا کر فرمایا جاتا ہے ان عذاب ربک لواقع یعنی بیشک آپ کے رب کا عذاب منکرین ومکذبین کے لئے ضرور ہو کر رہے گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا۔ یہ تمام چیزیں جن کی یہاں قسم کھائی گئی شہادت دیتی ہیں کہ وہ خدا بہت بڑی قدرت اور عظمت والا ہے پھر اس کی نافرمانی کرنے والوں پر عذاب کیوں نہیں آئے گا اور کس کی طاقت ہے جو اس کے بھیجے ہوئے عذاب کو الٹا واپس کر دے تو گویا انسانوں کو یہاں سنایا گیا

کہ خوب کان کھول کر سن لو کہ اللہ کا عذاب منکرین و مکذبین کو پکڑ کر رہے گا اس کو آنے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی تو تنبیہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس عذاب سے بچنا ہے تو اللہ پر ایمان لا کر اس کی باتوں کو سچ جانو اور ان کو مانو۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ایک روایت لکھی ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروقؓ شہر کی دیکھ بھال کے لئے نکلے تو ایک مکان سے کسی مسلمان کی قرآن خوانی کی آواز کان میں پڑی وہ یہی سورۃ والطور پڑھ رہے تھے۔ آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہو کر قرآن سننے لگے جب وہ اس آیت پر پہنچے ان عذاب ربک لواقع ماله من دافع تو آپ کی زبان سے نکل گیا کہ رب کعبہ کی قسم سچی ہے پھر سواری سے اتر پڑے اور دیوار سے سہارا لگا کر بیٹھ گئے۔ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب ہوش و حواس ٹھکانے آئے تو اپنے گھر پہنچے لیکن خدا کے کلام کی اس ڈراونی آیت کے اثر سے دل کی کمزوری کی یہ حالت تھی کہ مہینہ بھر تک بیمار پڑے رہے لوگ بیمار پرسی کو آتے تھے گو کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیماری کیا ہے؟ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی اس وقت ہچکی بندھ گئی اور اس قدر قلب پر اثر پڑا کہ بیمار ہو گئے چنانچہ ۲۰ دن تک آپ کی عیادت کی جاتی رہی۔ اللہ اکبر یہ تھا قرآن کی تاثیر کا عالم ان حضرات کے قلوب پر اور ایک ہم بھی ان ہی حضرات کے نام لیوا ہیں کہ جن کے نزدیک اب قرآن ۱۴ سو سال پرانی کتاب ہو گئی اب اس میں ہمارے مسائل کا حل کہاں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہی قرآن تھا کہ ہمارے سلف صالحین اس کے عامل ہو کر دین و دنیا کی عزت و کامرانی لے گئے اور اسی قرآن سے انحراف کر کے ہم دین و دنیا میں ناکامی و نامرادی مول لے رہے ہیں۔ مگر اب یہ کس سے کہا جائے اور کس کی سمجھ میں یہ بات آنے والی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے طفیل میں ہمارے قلوب کو بھی قرآنی اثرات سے جلوہ گر فرمائیں۔ آمین۔

اب آگے جس روز یعنی قیامت میں عذاب ہوگا اس دن کی کچھ کیفیت بیان کی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اسلام اور ایمان سے نوازا اور کفر و شرک سے بچایا۔

اللہ تعالیٰ اس اسلام اور ایمان کی برکت سے دین و دنیا دونوں جہاں میں اپنے عذاب سے ہم کو محفوظ رکھیں اور قیامت کی سختیوں سے بچائیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہمارے حال پر رحم فرما کر ہم کو دین اسلام کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق عطا فرمادیں اور دین اسلام کی برکت سے ہمارے مسائل حل فرمائیں اور ہماری مشکلات کو دور فرمائیں اور ہماری ذلت و ناکامی کو عزت و شوکت سے بدل دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۭ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ

(اور یہ اس روز واقع ہوگا) جس روز آسمان تھرتھرانے لگے گا۔ اور پہاڑ ہٹ جاویں گے۔ تو جو لوگ جھٹلانے والے ہیں (اور) جو (تکذیب کے) مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگ رہے ہیں۔

فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۘ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۭ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا

اُن کی اُس روز کم بختی آئے گی۔ جس روز کہ ان کو آتش دوزخ کی طرف دھکے دے دے کر لاویں گے۔ یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ

تو کیا یہ (بھی) سحر ہے (دیکھ کر بتلاؤ) یا یہ کہ تم کو (اب بھی) نظر نہیں آتا۔ اس میں داخل ہو پھر خواہ (اس کی) سہار کرنا یا سہار نہ کرنا، تمہارے حق میں

عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

دونوں برابر ہیں، جیسا تم کرتے تھے ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جائے گا۔

يَوْمَ تَمُوْرُ جس دن تھرتھرائے گا	السَّمَآءُ آسمان	مَوْرًا تھرتھرا کر	وَتَسِيْرُ اور چلیں گے	الْجِبَالُ پہاڑ	سَيْرًا چلنے کی طرح	فَوَيْلٌ سو بربادی	يَوْمَئِذٍ اس دن	
لِلْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کیلئے	الَّذِيْنَ وہ جو	هُمْ وہ	فِيْ خَوْضٍ مشغلہ میں	يَلْعَبُوْنَ کھیلتے ہیں	يَوْمَ جس دن	يُدَعُّوْنَ وہ دھکیلے جائیں گے		
اِلٰى طرف	نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	دَعًّا دھکے دے کر	هٰذِهِ یہ ہے	النَّارُ الَّتِيْ وہ آگ جو	كُنْتُمْ تم تھے	بِهَا اس کو	تُكَذِّبُوْنَ جھٹلاتے	اَفَسِحْرٌ تو کیا جادو؟
هٰذَا یہ	اَمْ اَنْتُمْ یا تم	لَا تُبْصِرُوْنَ دکھائی نہیں دیتا تمہیں	اِصْلَوْهَا اس میں داخل ہو جاؤ	فَاصْبِرُوْا پھر تم صبر کرو	اَوْ یا	لَا تَصْبِرُوْا نہ صبر کرو	سَوَآءٌ برابر	
عَلَيْكُمْ تم پر	اِنَّمَا تُجْزَوْنَ سوا اسکے نہیں تمہیں بدلہ دیا جائے گا	مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے						

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں قسمیہ کلام کے ساتھ یہ فرمایا گیا تھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا عذاب قیامت میں منکرین و مکذبین پر آ کر رہے گا اور اس کو آنے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اب آگے اس قیامت کے دن کی کچھ کیفیت بیان کی جاتی ہے کہ وہ کیسا ہولناک دن ہو گا اور اس روز منکرین و مکذبین کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان جو کیسی عظیم مخلوق ہے وہ بھی لرز کر اور کانپ کر پھٹ پڑے گا۔ اور پہاڑ جو کتنے بھاری مضبوط اور وزنی ہوتے ہیں قیامت کے دن اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ اس دنیا کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ اس کی ہر چیز ایک دن بگڑ کر اور ختم ہو کر رہے گی۔ اور اس کے بعد نیا انتظام ہوگا اور انسان اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے میدان حشر میں حاضر کیا جائے گا۔ تو جب قیامت کا دن آئے گا تو لوگ دیکھ لیں گے کہ قیامت کے متعلق جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے بتایا تھا وہ بالکل ٹھیک اور درست تھا لیکن جو لوگ آج دنیا کے مزوں میں پڑے ہوئے ہیں اور کھیل کود میں مشغول ہیں اور طرح طرح کی باتیں بناتے اور آخرت کی تکذیب کرتے ہیں ان کے لئے اس روز سخت خرابی اور تباہی ہے۔ فرشتے ان کو سخت ذلت کے ساتھ دھکیلتے ہوئے دوزخ کی طرف ہانک کر لے جائیں گے اور وہاں پہنچا کر کہا جائے گا کہ یہ جہنم کی آگ حاضر ہے جس کو تم دنیا میں جھوٹ جانتے تھے اور اللہ کے رسولوں کو جادوگر اور ان کی وحی کو جادو کہا کرتے تھے۔ ذرا اب بتلاؤ کہ یہ جہنم جس کی خبر انبیاء نے دنیا میں دی تھی کیا واقعی جادو یا نظر بندی ہے یا جیسے تم دنیا میں حق کی طرف سے اندھے تھے اور کچھ نہ سوجھتا تھا اسی طرح کیا اب بھی نہیں سوجھتا۔ اچھا اب اس جہنم میں جاؤ اور اس میں پڑ کر گھبراؤ اور چلاؤ گے تب بھی کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں اور بفرض محال صبر کر کے چپ رہو تب بھی تم پر کوئی رحم

کھانے والا نہیں۔ غرض دونوں حالتیں برابر ہیں۔ اس جیل خانہ سے نکلنے کی تمہارے لئے کوئی سبیل نہیں اور جو کچھ تمہیں سزا ملی یہ کوئی ظلم نہیں۔ تم نے کرتوت ہی دنیا میں ایسے کئے تھے جس کی سزا یہی حبس دوام اور ابدی عذاب ہے۔ اس سے اب تمہاری رہائی کی کوئی صورت نہیں۔

اب یہاں ان آیات میں احوال قیامت میں سے صرف دو چیزوں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ ایک تو یوم تمور السمآء موراً. یعنی جس روز آسمان کانپنے اور تھرتھرانے لگے گا۔ دوسرے وتسیر الجبال سیراً. اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاویں گے۔ اسی طرح کے دوسرے ہولناک حوادث وواقعات کا ذکر قرآن کریم کی دوسری سورتوں میں آیا ہے۔ مثلاً تیسویں پارہ کی سورہ اذالشمس کورت میں اور اذالسمآء انفطرت میں۔ ایک حدیث صحیح میں وارد ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے روز کو دنیا میں آنکھوں سے دیکھ لے تو اس کو چاہئے کہ اذا الشمس کورت کو پڑھے۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر اتنی جلدی بڑھاپا کیوں آگیا؟ یعنی آپ کے مزاج مبارک کی قوت سے یہ توقع نہ تھی کہ اتنی عمر میں آثار بڑھاپے کے آپ پر ظاہر ہوں گے۔ یہ بات ہمارے قیاس کے خلاف وقوع میں آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو ان پانچ سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ سورہ ھود. سورہ واقعہ. سورہ والمرسلٰت. سورہ عمّ یتسآءلون. اور سورہ اذالشمس کورت. ان سورتوں میں احوال قیامت اور عذاب الٰہی جو دنیا و آخرت میں لوگوں پر گزرا اور گزرے گا مذکور ہے تو مجھ کو اس کے سننے سے اپنی امت کا غم نہایت غلبہ کرتا ہے۔ اور غم کا خاصہ یہ ہے کہ آدمی کو بوڑھا کر دیتا ہے۔ تو قرآن کریم کے آیات کی حیرت انگیز تاثیر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے قلوب پر ہوتی تھی اس کا تو کیا ہی کہنا۔ مشرکین عرب اور کفار مکہ جنہوں نے قرآن کا نام جادو رکھا تھا وہ اس کی کلامی تاثیر سے بچنے کے لئے اس امر کی انتہائی کوشش کرتے تھے کہ ان کے اور ان کے اہل وعیال کے کانوں میں قرآن کی آواز نہ پڑنے پائے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو مکہ سے نکالنے کا عذر کفار نے یہی پیش کیا تھا کہ وہ قرآن بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور اس کی آیتیں سن کر ہمارے بال بچے متاثر ہوتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ کہیں قرآن سے متاثر ہو کر مسلمان نہ ہو جائیں اور خود اسی قرآن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لوانزلنا ھذا القرآن علیٰ جبل لرایتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ (اگر یہ قرآن پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ خدا کے ڈر کی وجہ سے ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا) لیکن افسوس صد ہزار افسوس کہ آج اسی قرآن کی تلاوت مسلمانوں پر کی جاتی ہے اور بار بار کی جاتی ہے لیکن ان کے گوشت کے بنے ہوئے دل سخت پتھر والے پہاڑوں سے زیادہ سخت ثابت ہوتے ہیں کہ نہ اللہ جل جلالہ کا خوف وخشیت دل میں پیدا ہوتا ہے۔ نہ عذاب آخرت کا ڈر ان کو رلاتا ہے۔ نہ قیامت اور حشر کے ہولناک احوال سے ان کے دل پسیجتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آخر یہ کیا بدنصیبی ہے؟ یہ ہمارے قلوب کی شقاوت کس طرح دور ہو؟ بس اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد ہے کہ مولائے کریم اپنا رحم وکرم ہم پر فرمادیں اور ہمارے مردہ قلوب میں زندگی پیدا فرمادیں اور ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرمادیں اور ہمارے دلوں میں سچا خوف آخرت پیدا فرمادیں کہ جو ہم اللہ جل شانہ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے اس دنیا میں بچ جائیں۔

غرض کہ ان آیات میں یہاں بیان ہوئے منکرین ومکذبین کے احوال ان کو قیامت میں پیش آئیں گے۔ آگے ان کے مقابلہ میں اہل ایمان متقی بندوں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے کہ ان کے لئے قیامت میں کیا صورت حال ہو گی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَعِيمٍ ﴿١٧﴾ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۖ وَوَقَاهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ

متقی لوگ بلاشبہ (بہشت کے) باغوں اور سامانِ عیش میں ہوں گے۔ (اور) ان کو جو چیزیں اُن کے پروردگار نے دی ہوں گی اس سے خوش دل ہوں گے، اور ان کا پروردگار

الْجَحِيمِ ﴿١٨﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ وَزَوَّجْنَاهُم

اُن کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے عملوں کے بدلے میں۔ تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھائے ہوئے ہیں، اور ہم ان کا گوری گوری

بِحُورٍ عِينٍ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُم

بڑی بڑی آنکھوں والیوں (یعنی حوروں) سے بیاہ کر دیں گے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا، ہم اُن کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کر دیں گے،

مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾ وَأَمْدَدْنَاهُم بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا

اور ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس رہے گا۔ اور ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا اُن کو مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہیں گے۔

يَشْتَهُونَ ﴿٢٢﴾ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ

(اور) وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی کے) جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے اس میں نہ بک بک ہوگی اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی۔ اور اُن کے پاس ایسے لڑکے آویں جاویں گے

كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿٢٤﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا

جو خالص اُنہی کیلئے ہوں گے گویا وہ حفاظت میں رکھے ہوئے موتی ہیں۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ یہ بھی کہیں گے کہ ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر

مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾

(یعنی دنیا میں انجام کار سے) بہت ڈرا کرتے تھے۔ سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیا۔ ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اُس سے دعائیں مانگا کرتے تھے، واقعی وہ بڑا محسن مہربان ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بیشک متقی (جمع)	فِيْ جَنّٰتٍ باغوں میں	وَنَعِيْمٍ اور نعمتوں	فٰكِهِيْنَ خوش ہوں گے	بِمَآ اٰتٰهُمْ اسکے ساتھ جو دیا انہیں	رَبُّهُمْ انکے رب نے		
وَوَقٰهُمْ اور بچایا انہیں	رَبُّهُمْ انکے رب نے	عَذَابَ عذاب	الْجَحِيْمِ دوزخ	كُلُوْا تم کھاؤ	وَاشْرَبُوْا اور تم پیو	هَنِيْٓـًٔا رچتے پچتے	بِمَا اسکے بدلے میں
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے تھے	مُتَّكِـِٕيْنَ تکیہ لگاتے ہوئے	عَلٰى سُرُرٍ تختوں پر	مَّصْفُوْفَةٍ صف بستہ	وَزَوَّجْنٰهُمْ اور اُنکی زوجیت میں دیا ہم نے			
بِحُوْرٍ عِيْنٍ بڑی آنکھوں والی حوریں	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَاتَّبَعَتْهُمْ اور انہوں نے پیروی کی	ذُرِّيَّتُهُمْ اُن کی اولاد	بِاِيْمَانٍ ایمان کیساتھ		
اَلْحَقْنَا ہم نے ملا دیا	بِهِمْ انکے ساتھ	ذُرِّيَّتَهُمْ اُن کی اولاد	وَمَا اور جو	اَلَتْنٰهُمْ کمی نہیں کی ہم نے	مِّنْ عَمَلِهِمْ ان کے عمل سے	مِّنْ شَيْءٍ کوئی چیز کچھ	
كُلُّ امْرِئٍ ہر آدمی	بِمَا اسمیں جو	كَسَبَ اس نے کمایا (اعمال)	رَهِيْنٌ رہن	وَاَمْدَدْنٰهُمْ اور ہم انکی مدد کریں گے	بِفَاكِهَةٍ پھلوں کیساتھ	وَّلَحْمٍ اور گوشت	
مِّمَّا اس سے	يَشْتَهُوْنَ جو انکا جی چاہیگا	يَتَنَازَعُوْنَ چھینا جھپٹی کریں گے	فِيْهَا اس میں	كَاْسًا وہ پیالہ	لَّا لَغْوٌ نہ بکواس	فِيْهَا اس میں	وَلَا تَاْثِيْمٌ اور نہ گناہ کی بات
وَيَطُوْفُ اور ارد گرد پھریں گے عَلَيْهِمْ ان پر۔ غِلْمَانٌ خدمتگار لڑکے لَّهُمْ ان کیلئے كَاَنَّهُمْ گویا وہ لُؤْلُؤٌ موتی مَّكْنُوْنٌ چھپا کر رکھے ہوئے							
وَاَقْبَلَ اور متوجہ ہوگا	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض (ایک)	عَلٰى بَعْضٍ بعض پر (دوسرے کی طرف)	يَّتَسَآءَلُوْنَ آپس میں پوچھتے ہوئے	قَالُوْٓا وہ کہیں گے			

10 اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	قَبْلُ پہلے	فِیْٓ اَهْلِنَا اپنے اہل خانہ میں	مُشْفِقِيْنَ ڈرتے تھے	فَمَنَّ اللّٰهُ تو احسان کیا اللہ نے	عَلَيْنَا ہم پر	وَوَقٰىنَا اور ہمیں بچالیا	عَذَابَ عذاب
السَّمُوْمِ گرم ہوا (لو)	اِنَّا كُنَّا بیشک ہم تھے	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	نَدْعُوْهُ ہم اسکو پکارتے	اِنَّهٗ بیشک وہ	هُوَ وہی	الْبَرُّ احسان کرنیوالا	الرَّحِيْمُ رحم کرنیوالا

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں منکرین ومکذبین کا حال جو قیامت میں ہوگا۔ بیان فرمایا گیا تھا۔

اب ان کے ضد اور مقابلہ میں قیامت میں اہل ایمان متقین کو کس طرح نوازا جائے گا اور ان کو وہاں کیا نعمتیں میسر ہوں گی یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچتے تھے وہ وہاں بالکل مامون اور بے فکر ہوں گے اور انہیں جنت کے باغات میں داخل کیا جائے گا جہاں ہر قسم کے راحت و آرام کے سامان موجود ہوں گے اور وہ خوشی خوشی وہاں کی نعمتوں کو کھاپی رہے ہوں گے اور یہ نعمت کیا کم ہوگی کہ انہیں اللہ تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ خوب کھاؤ پیو مزہ کے ساتھ یعنی بے مشقت' بے رنج' بے کھٹکے نہ مرض کا کھٹکا نہ کسی تکلیف کا ڈر۔ نہ پکانے اور کما کر لانے کا فکر۔ نہ کم ہو جانے کا اندیشہ اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ بدلہ ہے ان نیک اعمال کا جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جنتیوں کی مجلس اس طرح ہوگی کہ سب جنتی بادشاہوں کی طرح اپنے اپنے تخت پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آرام سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے اور ان کی شادیاں گوری گوری بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دی جائے گی یہ حال تو سب اہل ایمان متقین کا ہوا۔ آگے ان خاص مومنین کا ذکر ہے جن کی اولاد بھی صاحب ایمان تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے متقین کی اولاد کو ان ہی کے درجہ اور مقام پر پہنچادے گا اور جنت میں ان کے ساتھ کر دے گا گو اس اولاد کے اعمال واحوال اپنے بزرگوں کے رتبہ کے نہ ہوں گے۔ یہ متقین کے اکرام اور عزت افزائی کے لئے ہوگا کہ ان کی ایماندار اولاد کو بھی ان کے درجہ میں ان کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا اور یہ شامل کر دینا اور ساتھ رکھنا اس طرح نہ ہوگا کہ متقین کے اعمال میں سے کچھ لے کر ان کی اولاد کو دے دیا جائے اور کاملین کی بعض نیکیوں کا ثواب کاٹ کر ان کی ذریت کو دے دیا جائے۔ نہیں بلکہ اللہ کا یہ فضل واحسان ہوگا کہ کمتروں کو ابھار کر کاملین کے درجہ میں پہنچا دیا جائے گا۔ کاملین اور ان کی ذریت کو جنت میں دونوں کو برابر کر دینے کی مثال ایسی سمجھی جائے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس چھ سو روپے ہوں اور ایک کے پاس چار سو اور دونوں کو برابر کرنا مقصود ہو تو اس کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ ۶۰۰ والے سے ۱۰۰ روپیہ لے کر اس ۴۰۰ والے کو دے دیئے جائیں کہ دونوں کے پاس پانچ پانچ سو ہو گئے اور دوسری صورت جو کریموں کے شان کے لائق ہے یہ ہے کہ ۶۰۰ والے سے کچھ نہ لیا جائے بلکہ اس ۴۰۰ والے کو ۲۰۰ روپیہ اپنے پاس سے دیدیں اور دونوں کو برابر کر دیں تو جنت میں متقین کے ساتھ پہلی صورت واقع نہ ہوگی بلکہ دوسری صورت واقع ہو گی کہ کاملین اپنے درجہ عالیہ میں بدستور رہیں گے اور کم درجہ والی اولاد کو وہاں پہنچا دیا جاوے گا لیکن اس اولاد میں ایمان کی شرط ہونا ضروری ہے اگر وہ ذریت مومن نہیں تو مومنین آباء کے ساتھ الحاق نہیں ہو سکتا کیونکہ بغیر ایمان کے تو جنت ہی میں داخلہ نہیں اور کافروں میں سے ہر شخص اپنے اعمال کفریہ کی وجہ سے جہنم میں ماخوذ رہے گا اور کفر کی وجہ سے نجات کی کوئی صورت نہیں اس لئے مومنین متقین کے ساتھ ملا دینے میں اولاد میں ایمان کا ہونا شرط ہے آگے پھر مطلق اہل ایمان اور اہل جنت کا بیان ہے کہ ان کو جس قسم کا گوشت مرغوب ہو اور جس جس میوے و پھل پھلار کو دل چاہے بلاتوقف لگاتار حاضر کئے جائیں گے اور جنتی وہاں آپس میں بطور خوش طبعی کے آپس میں شراب سے بھرے ہوئے پیالہ ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی بھی کریں گے جیسا کہ اکثر دنیا میں بے تکلف احباب کیا کرتے ہیں مگر

وہ جنت کی شراب دنیا جیسی شراب نہ ہوگی کہ جس میں نشہ اور فتور عقل ہو۔ وہ جنت کی شراب تمام گندگیوں سے دور۔ رنگ میں سفید۔ پینے میں خوش ذائقہ۔ نہ اس کے پینے سے حواس معطل ہوں۔ نہ عقل زائل ہو۔ نہ درد سر ہو۔ نہ بک بک جھک جھک۔ نہ ہذیان نہ بے ہوشی نہ کوئی اور گناہ کی بات۔ پھر وہاں جنت میں جنتیوں کی خدمت کے لئے کمسن نوعمر خوبصورت خدمت گزار ہوں گے۔ جن کی صفائی اور پاکیزگی کا یہ حال ہوگا جیسے موتی اپنے غلاف کے اندر بالکل صاف شفاف رہتا ہے۔ گردوغبار کچھ نہیں پہنچتا۔ جنتی ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت بھی کریں گے اور اثنائے گفتگو میں یہ بھی کہیں گے کہ بھائی ہم تو دنیا میں انجام کار سے بہت ڈرا کرتے تھے کہ دیکھئے مرنے کے بعد کیا انجام ہو۔ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان دیکھو کہ آج اس نے کیسا مامون و مطمئن کر دیا کہ دوزخ کی بھاپ بھی ہم کو نہ لگی۔ ہم اپنے رب کو ڈر کر اور امید باندھ کر پکارا کرتے تھے۔ آج دیکھ لیا کہ اس نے اپنی عنایت و مہربانی سے ہماری پکار سنی اور ہمارے ساتھ کیسا اچھا کریمانہ سلوک کیا۔

ان آیات زیر تفسیر سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ جنتیوں کو جنت میں پہنچ کر دنیا کا حال بھی سب یاد رہے گا اسی طرح جہنمیوں کو بھی دنیا کی سب باتیں یاد ہوں گی۔

۲۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں آخرت کو بکثرت یاد کرتے رہنا۔ اپنے انجام سے ڈرتے رہنا اور اپنے حسن انجام کی دعائیں دنیا میں کرتے رہنا یہ متقین مومنین کی علامات میں سے ہیں۔

۳۔ تیسرے یہ کہ بزرگوں اور دین داروں کے ساتھ نسبی تعلق آخرت میں باعث نفع ہوگا بشرط ایمان۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کی اولاد کو بھی ان کے بزرگ آباء کے درجہ میں پہنچا دیں گے اگرچہ وہ عمل کے اعتبار سے جنت کے اس درجہ کے مستحق نہ ہوں تاکہ ان بزرگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے ایک دوسری روایت ہے کہ جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا تو وہ اپنے ماں باپ بیوی اور اولاد کے متعلق دریافت کرے گا کہ وہ کہاں ہیں؟ ان سے کہا جائے گا کہ وہ تمہارے درجہ کو نہیں پہنچے اس لئے ان کا جنت میں اپنا الگ مقام اور درجہ ہے یہ شخص حق تعالیٰ سے عرض کریگا کہ اے میرے پروردگار میں نے دنیا میں جو کچھ کیا تھا وہ اپنے لئے اور ان سب کے لئے کیا تھا تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ ان کو بھی اسی درجہ جنت میں ان کے ساتھ رکھا جائے۔ تو ان روایات سے بھی یہ ثابت ہوا کہ آباء صالحین کی برکت سے ان کی اولاد اور متعلقین کو آخرت میں فائدہ پہنچے گا۔

اب اوپر جو جنت و دوزخ اور جہنمیوں کے بعض عجیب احوال کا ذکر ہوا تو منکرین و مکذبین ان کو کب مانتے اور ایسی باتوں پر معاذ اللہ کبھی تو آنحضرتؐ کو دیوانہ کبھی کاہن وغیرہ بتاتے جس سے ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کو تکلیف ہوتی تھی اس لئے آگے آپ کی تسلی فرمائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم سب کو انجام کی خیر و خوبی نصیب فرما اور اپنے کرم سے عذاب جہنم سے بچا کر جنت نعیم میں داخل ہونا نصیب فرما۔
یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہمارے اہل و عیال کو بھی اس دنیا کی زندگی میں عذاب جہنم سے پناہ مانگنے کی توفیق نصیب فرما۔
اور ہمارے اہل و عیال کو دنیا میں بھی ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ بنا اور آخرت میں ان کی نجات اور مغفرت سے ہم کو خوشی اور مسرت نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ؕ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ

تو آپ سمجھاتے رہیے کیونکہ آپ بفضلِ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں۔ (جیسا کہ یہ مشرکین کہتے ہیں)۔ ہاں کیا یہ لوگ یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم

الْمَنُوْنِ ؕ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ؕ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ

ان کے بارے میں حادثۂ موت کا انتظار کررہے ہیں۔ آپ فرمادیجیے کہ (بہتر) تم منتظر رہو سو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں، یا یہ ہے کہ یہ شریر

طَاغُوْنَ ۚ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ؕ

لوگ ہیں۔ ہاں کیا یہ (بھی) کہتے ہیں کہ انہوں نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے۔ تو یہ لوگ اس طرح کا کوئی کلام (بنا کر) لے آئیں اگر یہ (اس دعویٰ میں) سچے ہیں۔

فَذَكِّرْ پس آپ نصیحت کریں	فَمَآ اَنْتَ تو آپ نہیں	بِنِعْمَتِ فضل سے	رَبِّكَ اپنا رب	بِكَاهِنٍ کاہن	وَّلَا اور نہ	مَجْنُوْنٍ دیوانہ	اَمْ کیا
يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	شَاعِرٌ شاعر	نَتَرَبَّصُ ہم منتظر ہیں	بِهٖ اس کے ساتھ	رَيْبَ حوادث	الْمَنُوْنِ زمانہ	قُلْ فرمادیں	تَرَبَّصُوْا تم انتظار کرو
فَاِنِّیْ بیشک میں	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	مِنَ سے	الْمُتَرَبِّصِيْنَ انتظار کرنے والے	اَمْ تَاْمُرُهُمْ کیا حکم دیتی (سکھائی) ہیں انہیں	اَحْلَامُهُمْ ان کی عقلیں		
بِهٰذَآ یہی	اَمْ هُمْ یا وہ	قَوْمٌ طَاغُوْنَ سرکش لوگ	اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا وہ کہتے ہیں؟	تَقَوَّلَهٗ اس نے اسے گھڑ لیا ہے	بَلْ بلکہ	لَّا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لاتے	
فَلْيَاْتُوْا تو چاہیے کہ وہ لے آئیں	بِحَدِيْثٍ ایک بات	مِّثْلِهٖ اس جیسی	اِنْ كَانُوْا اگر وہ ہیں	صٰدِقِيْنَ سچے			

تفسیر و تشریح: منکرین و مکذبین ازراہ انکار و تکذیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) کبھی دیوانہ کہتے کبھی کاہن بتاتے یعنی جنات اور شیاطین سے خبریں لے کر بتاتے ہیں اور کبھی شاعر بتاتے۔ کفار و منکرین کے ان الزامات کی تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان منکرین کے کہنے کی پرواہ نہ کیجیے۔ اور ان کو بھلا برا سمجھاتے رہیے اور پیغمبرانہ نصیحتیں کرتے رہیے۔ آپ ان کی بکواس سے دل گیر نہ ہوں۔ جب اللہ کے فضل و رحمت سے نہ آپ کاہن ہیں۔ نہ مجنون بلکہ اس کے مقدس رسول ہیں تو نصیحت کرتے رہنا آپ کا فرض منصبی ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ ہمارے رسول کو شاعر بتلاتے ہیں اور آپ کی باتوں اور نصیحتوں کو محض ایک شاعر کی سی باتیں سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح قدیم زمانہ کے بہت سے شعرا گردش زمانہ سے یونہی مرمرا کر ختم ہوگئے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح معاذ اللہ ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ کوئی کامیاب مستقبل ان کے ہاتھ میں نہیں۔ محض چند روز کی وقتی واہ واہ ہے اور بس۔ کفار کے ان خیالات کے تردید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب تلقین فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرمادیجیے کہ اچھا تم میرا انجام دیکھتے رہو۔ میں تمہارا انجام دیکھتا ہوں۔ عنقریب کھل جائے گا کہ کون کامیاب ہے اور کون ناکام و خاسر؟ گویا اس میں اشارۃً پیشین گوئی فرمادی گئی کہ میرا انجام فلاح و کامیابی ہے اور تمہارا انجام خسارہ اور ناکامی ہے۔ اور الحمد للہ دنیا نے دیکھ لیا کہ یونہی ہوا۔ آگے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ منکرین ہمارے پیغمبر کو مجنون کہہ کر گویا اپنے کو بڑا عقلمند ثابت کرتے ہیں۔ کیا ان کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں جو ان کو یہ سکھاتی ہے کہ ایک انتہائی صادق۔ امین۔ عاقل۔ کامل اور فرزانہ اور سچے پیغمبر کو شاعر۔ یا کاہن یا دیوانہ قرار دے کر نظر انداز کردیا جائے۔ اگر یہ شاعروں اور پیغمبر کے

کلام میں تمیز بھی نہیں کر سکتے۔ تو کیسے عقلمند ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دل میں سمجھتے سب کچھ ہیں محض شرارت اور ضد و عناد سے باتیں بناتے ہیں۔ ان منکرین کا کیا یہ خیال ہے کہ پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) جو کچھ سنا رہے ہیں وہ اللہ کا کلام نہیں؟ بلکہ اپنے دل سے گھڑ لیا؟ اور جھوٹ موٹ خدا کی طرف منسوب کر دیا؟ (معاذ اللہ) سو نہ ماننے کے تو ہزار بہانے ہیں۔ جو شخص ایک بات پر یقین نہ رکھے اور اسے تسلیم نہ کرنا چاہے وہ اسی طرح کے بے سر و پا احتمالات نکالا کرتا ہے ورنہ انسان ماننا چاہے تو اتنی بات سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ وہ دنیا کی تمام طاقتوں کو اکٹھا کر کے بھی اس قرآن کا مثل نہیں لا سکتے۔ اور قرآن تو بڑی چیز ہے اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورۃ بھی قیامت تک نہیں بنا سکتے۔ جیسے خدا کی زمین جیسی زمین اور اس کے آسمان جیسا آسمان بنانا کسی سے ممکن نہیں اس طرح اس کے قرآن جیسا قرآن بنالانا بھی محال اور ناممکن ہے۔ تو گویا کفار کے قرآن کو کلام الٰہی نہ ماننے کے دو طور پر رد ہو گئے ایک تحقیقی جواب سے ایک الزامی جواب سے۔ تحقیقی جواب تو یہ فرمایا گیا کہ یہ جو قرآن کو نہیں مانتے تو صرف اس وجہ سے کہ یہ لوگ بوجہ ضد و عناد کے اس کی تصدیق نہیں کرتے اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی آدمی تصدیق نہیں کرتا ہزار وہ حق ہو مگر اس کی ہمیشہ نفی ہی کیا کرتا ہے اور دوسرا الزامی جواب یہ دیا گیا کہ اچھا اگر یہ قرآن کسی کا بنایا ہوا ہے تو یہ مشرکین عرب بھی عربی اور بڑے فصیح و بلیغ قادر الکلام ہیں اس طرح کا کوئی کلام بنا کر لے آئیں اگر یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور جب نہیں لا سکتے تو پھر اس کو اللہ کا کلام ماننا پڑے گا۔ یہ قرآن کی حقانیت اور کلام الٰہی ہونے میں ایسا کھلا ہوا چیلنج تمام دنیا کے انسانوں کو دیا گیا ہے کہ جس کے سامنے آج تک سب عاجز رہے اور قیامت تک عاجز رہیں گے۔

اب غور کیجئے کہ نبی کریم۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تو کفار مکہ اور مشرکین عرب کو کس دلسوزی کے ساتھ دین و دنیا کی سعادتوں اور نعمتوں کی طرف بلاتے ہیں اور اسلام اور ایمان کی دعوت دیتے ہیں اور منکرین و مکذبین اس کے بدلہ میں آپ کی ابتدائے بعثت کے وقت ظاہری مجبوری اور بے بسی کو دیکھ کر آپ کی شان میں کیسی گستاخیاں کرتے اور کیسے کیسے ناز یبا الزامات و اتہامات آپ پر لگاتے۔ کبھی آپ کو مجنون و دیوانہ کہا جاتا (معاذ اللہ) کبھی کاہن کہا جاتا جن کا تعلق شیاطین و جنات سے ہوتا تھا۔ کبھی بے تکی خیالی اور فرضی مبالغہ آمیز باتیں کرنے والا شاعر کہا جاتا۔ ظاہر ہے کہ ان بے جا الزامات و اتہامات سے آپ کو کیسی قلبی اذیت پہنچتی ہو گی۔ پھر معاندین اور منکرین و مکذبین نے محض زبانی گستاخی پر اکتفا نہ کیا بلکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی ایذائیں بھی پہنچانے کی سعی کرتے رہتے۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیئے جاتے۔ آپ کے سر مبارک پر کیچڑ ڈالی جاتی۔ آپ کے بدن مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال کر آلودہ کر دیا جاتا۔ تین سال تک آپ کو اور آپ کے متبعین کو شعب ابی طالب میں محصور رکھا گیا اور کھانے پینے کی تمام چیزوں کا بائیکاٹ کر کے فاقہ کشی پر مجبور کیا گیا۔ اور جب آپ طائف میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے تو ظالموں نے آپ پر اس قدر پتھر برسائے کہ آپ زخمی ہو گئے اور آپ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ اور جب آپ زخموں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے تو مظالم آپ کے بازو پکڑ کر دوبارہ پتھر برسانے کے لئے کھڑا کر دیتے اور ہنستے۔ ایک حدیث میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستے میں مجھے اتنا ڈرایا دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا۔ اور اللہ کی راہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا اور ایک دفعہ تیس رات دن مجھ پر اس حال میں گذرے کہ میرے اور بلال کے لئے کھانے کی کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے سوائے

اس کے جو بلالؓ نے اپنی بغل کے اندر چھپا رکھا تھا۔

کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات اور اتہامات لگاتے اور کلمات گستاخی بکتے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ کیا تلقین فرماتے ہیں؟ یہاں پہلی ہی آیت میں ارشاد ہے:۔

فذکر فمآ انت بنعمت ربک بکاھن ولا مجنون

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سمجھاتے رہئے کیونکہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں نہ مجنون ہیں۔ اس ارشاد خداوندی کی تعمیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کا حق ادا کر دیا۔ اور امت کے لئے کوئی دقیقہ اور گوشہ ایسا نہیں چھوڑا کہ جہاں تذکیر یعنی سمجھانے بجھانے نصیحت و ہدایت کرنے۔ تعلیم و تلقین سے چھوڑا ہو۔ اب کفار، مشرکین اور منکرین و مکذبین کا تو کیا ذکر۔ آج جو آپ کا کلمہ پڑھنے والے ہیں وہ بھی اکثر آپ کی تذکیر یعنی سمجھانے بجھانے اور نصیحت و تعلیم و تلقین سے نہ صرف بے گانہ بلکہ روگرداں ہیں۔ جس نبی رحمتؐ نے کیسے شدائد اور سخت حالات میں بھی امت کی تذکیر کو نہ چھوڑا وہ امت آج آپ کی تذکیر کی کیسی قدر دانی کر رہی ہے؟ پس اللہ تعالیٰ ہی سے فریاد اور دعاء ہے کہ مولائے کریم اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل اور صدقہ میں ہم کو اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تذکیر و تعلیم کا قدر دان بنا دے۔ اور کفار نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں ستایا۔ ہم آپ کے نام لیوا آپ کو اس دنیا سے ظاہری رحلت کے بعد تو اپنی بد عملی سے نہ ستا دیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

الغرض ان آیات میں مضامین رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان ہوئے آگے توحید باری تعالیٰ کے متعلق گفتگو ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو دین کی باتیں خود سمجھنے کی اور دوسروں کو بھی سمجھانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ دشمنان دین نے جو جو الزامات و اتہامات اس دین حق پر تراشے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی شرارتوں سے بھرے ہوئے سروں کو نیچا کریں اور ان کو ناکام و خاسر بنائیں اور اسلام اور اس کے متبعین کو عزت و بلندی عطا فرمائیں۔ اور انجام کی کامیابی اور خیر و خوبی نصیب فرمائیں۔

یا اللہ آپ کے محبوب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے تو امت کو سمجھانے کا حق ادا کر دیا۔

یا اللہ ہم کو آپ کی ہدایات و نصائح کا دل و جان سے عامل و حامل بنا دے اور ہمارے وجود کو آپ کی راحت و سرور کا ذریعہ بنا دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا

کیا یہ لوگ بدوں کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں، یا یہ خود اپنے خالق ہیں۔ یا اُنہوں نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، بلکہ یہ لوگ (بوجہ جہل کے توحید کا)

يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ

یقین نہیں لاتے۔ کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ (اس محکمہ نبوت کے) حاکم ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر (چڑھ کر آسمان کی) باتیں سن لیا کرتے ہیں

فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا

تو اُن میں جو (وہاں کی باتیں سُن آتا ہو وہ (اس دعویٰ پر) کوئی صاف دلیل پیش کرے۔ کیا خدا کیلئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے (تجویز ہوں) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ

فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤١﴾ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ

(تبلیغ احکام کا) مانگتے ہیں کہ وہ تاوان اُن کو گراں معلوم ہوتا ہے۔ کیا اُن کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ کچھ بُرائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، سو یہ کافر

كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٣﴾

خود ہی (اس) بُرائی میں گرفتار ہوں گے۔ کیا اُن کا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے شرک سے پاک ہے۔

اَمْ خُلِقُوْا کیا وہ پیدا کیے گئے ہیں	مِنْ سے	غَيْرِ شَيْءٍ بغیر کسی شے	اَمْ هُمْ یا وہ	الْخَالِقُوْنَ پیدا کرنیوالے	اَمْ خَلَقُوْا کیا انہوں نے پیدا کیے؟		
السَّمٰوٰتِ آسمان (جمع)	وَالْاَرْضَ اور زمین	بَلْ بلکہ	لَا يُوْقِنُوْنَ وہ یقین نہیں رکھتے	اَمْ عِنْدَهُمْ کیا ان کے پاس	خَزَآئِنُ خزانے	رَبِّكَ تیرا رب	
اَمْ هُمْ یا وہ	الْمُصَيْطِرُوْنَ داروغے	اَمْ لَهُمْ کیا ان کیلئے۔ پاس	سُلَّمٌ کوئی سیڑھی	يَسْتَمِعُوْنَ وہ سنتے ہیں	فِيْهِ اس میں۔ پر	فَلْيَاْتِ تو چاہیے کہ لائے	
مُسْتَمِعُهُمْ ان کا سننے والا	بِسُلْطٰنٍ کوئی سند	مُبِيْنٍ کھلی	اَمْ لَهُ کیا اس کیلئے	الْبَنٰتُ بیٹیاں	وَلَكُمُ اور تمہارے لئے	الْبَنُوْنَ بیٹے	اَمْ تَسْئَلُهُمْ کیا تم ان سے مانگتے ہو
اَجْرًا کوئی اجر	فَهُمْ تو وہ	مِنْ مَغْرَمٍ تاوان سے	مُثْقَلُوْنَ دبے جاتے ہیں	اَمْ عِنْدَهُمُ کیا ان کے پاس	الْغَيْبُ غیب	فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ پس وہ لکھ لیتے ہیں	
اَمْ يُرِيْدُوْنَ کیا وہ ارادہ رکھتے ہیں	كَيْدًا کسی داؤ	فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا تو جن لوگوں نے کفر کیا	هُمْ وہی	الْمَكِيْدُوْنَ داؤ میں گرفتار ہونگے			
	اَمْ لَهُمْ کیا ان کیلئے	اِلٰهٌ کوئی معبود	غَيْرُ اللّٰهِ اللہ کے سوا	سُبْحٰنَ اللّٰهِ پاک ہے اللہ	عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں		

تفسیر وتشریح: گذشتہ سے منکرین ومکذبین کے متعلق بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ اوران کے اس الزام کی تردید میں کہ نعوذ باللہ یہ قرآن خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنا لیا ہے جواب دیا گیا تھا کہ اگر یہ قرآن کسی کا بنایا ہوا ہے تو یہ مشرکین عرب بھی عربی زبان کے ماہر اور قادر الکلام ہیں یہ اس جیسا کلام بنا کر لائیں اور جیسا کہ قرآن پاک میں دوسری جگہ فرمایا گیا کہ اگر تمام جن وانس مل کر بھی چاہیں کہ اس قرآن جیسی ایک سورۃ ہی بنالیں تو یہ قیامت تک بھی ہرگز ایسا نہ کرسکیں گے۔ انہی منکرین و مکذبین کے متعلق مضمون ان آیات میں بھی جاری ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ منکرین اللہ کے پیغمبر کی بات کیوں نہیں مانتے؟ کیا ان کے اوپر کوئی خدا نہیں جس کی بات ماننا ان کے ذمہ لازم ہو؟ کیا یہ منکرین بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا یہ خود اپنے آپ خالق ہیں؟ یا ان کا یہ خیال ہے کہ آسمان و زمین ان کے بنائے ہوئے ہیں لہذا اس قلمرو میں جو چاہیں کرتے پھریں کوئی ان کو روکنے ٹوکنے کا اختیار نہیں رکھتا؟ منکرین کے یہ سب خیالات باطل اور مہمل ہیں۔ وہ بھی دلوں

میں جانتے ہیں کہ ضرور خدا موجود ہے جس نے ان کو اور تمام زمین و آسمان کو نیست سے ہست کیا اور عدم سے وجود میں لایا مگر اس علم کے باوجود جو ایمان ویقین ان سے شرعاً مطلوب ہے اس سے منکر اور بے بہرہ ہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کیا ان منکرین کا یہ خیال ہے کہ گو زمین و آسمان خدا کے بنائے ہوئے ہیں مگر اس نے اپنے خزانوں کا مالک ان کو بنا دیا ہے یا اس کے ملک اور خزانوں پر انہوں نے زور سے تسلط اور قبضہ حاصل کر لیا ہے اور خود صاحب تصرف اقتدار ہو گئے ہیں کہ جو وہ کسی کے مطیع کیوں بنیں؟ کیا ان منکرین ومکذبین کا یہ دعوٰی ہے کہ وہ سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور وہاں سے ملاء اعلٰی کی باتیں سن آتے ہیں اور پھر جب ان کی رسائی براہ راست اس بارگاہ تک ہو تو انہیں کسی بشر کے اتباع کی کیا ضرورت رہی؟ اگر منکرین میں سے کسی کا یہ دعوٰی ہو تو آگے آئے اور اپنی سند اور حجت پیش کرے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کیا یہ منکرین (معاذ اللہ) خدا کو اپنے سے گھٹیا سمجھتے ہیں جیسا کہ ان کی بیٹے اور بیٹیوں کی تقسیم سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ منکرین توحید فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں اور خود اپنے لئے بیٹوں کا ہونا پسند کرتے ہیں کیا اس لئے اس کے احکام وہدایات کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔ کیا یہ منکرین آپ کی بات اس لئے نہیں مانتے کہ خدانہ کردہ آپ ان سے اس تبلیغ ودعوت پر کوئی معاوضہ طلب کر رہے ہیں جس کے بوجھ سے وہ دبے جا رہے ہیں۔ کیا خود ان پر اللہ اپنی وحی بھیجتا ہے اور پیغمبروں کی طرح اپنے بھید پر مطلع کرتا ہے جسے یہ لوگ لکھ لیتے ہیں جیسے انبیاء کی وحی لکھی جاتی ہے کیا اس لئے ان کو آپ کی پیروی کی ضرورت نہیں؟ اگر ان میں سے کوئی بات نہیں تو پھر کیا ان منکرین کا یہی ارادہ ہے کہ اللہ کے پیغمبر کے ساتھ داؤ پیچ کھیلیں اور مکر وفریب اور خفیہ تدبیریں گانٹھ کر حق کو مغلوب یا نیست و نابود کر دیں۔ اگر ایسا ہے تو یاد رہے کہ یہ سب داؤ پیچ انہی پر الٹنے والے ہیں۔ عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ حق مغلوب ہوتا ہے یا وہ نابود ہوتے ہیں۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ کیا ان منکرین نے خدا کے سوا کوئی اور حاکم اور معبود تجویز کر رکھے ہیں جو مصیبت پڑے ان کی مدد کریں گے؟ اور جن کی پرستش نے خدا کی طرف سے ان کو بے نیاز کر رکھا ہے؟ سو یاد رہے کہ یہ سب اوہام ووساوس ہیں۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ومثیل یا مقابل ومزاحم ہو۔

بہرحال شرک کی مذمت اور تردید یہاں نہایت پرزور الفاظ میں فرمائی گئی۔ اب آگے مشرکین کو آخرت کی وعید سنائی جاتی ہے اور پھر خاتمہ کی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرما کر سورۃ کو ختم کیا گیا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ آپ ہمارے خالق ہیں۔ رازق ہیں۔ معبود ہیں۔ احکم الحاکمین ہیں۔ آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچایا اور اسلام وایمان کی دولت عطا فرمائی۔

یا اللہ ہم کو اسی توحید کے راستہ پر قائم رکھئے اور ہر طرح کی کجروی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے اور صراط مستقیم پر ہم کو تا زیست قائم رکھئے۔ اے اللہ کفار نے ہمیشہ سے اسلام اور اہل اسلام کے خلاف برائی کا ارادہ رکھا مگر آپ نے ان کی چالوں سے اہل ایمان کو بچایا۔ اے اللہ اب بھی تمام عالم کے کفار کی چالوں سے اور بدارادوں سے اہل اسلام کو بچا لیجئے اور اہل اسلام کے حامی ومددگار ہو جایئے۔ اے اللہ ہم کو اسلام کا وفادار اور متبع بنا کر زندہ رکھئے اور اسلام کی برکت سے ہمارے مسائل کو حل فرما دیجئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ

اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے تو یوں کہہ دیں کہ یہ تو تہ بتہ جما ہوا بادل ہے۔ تو ان کو رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو

الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ

جس میں اُن کے ہوش اڑ جائیں گے۔ جس دن اُن کی تدبیریں ان کے کچھ بھی کام نہ آویں گی اور نہ (کہیں سے) اُن کو مدد ملے گی۔ اور ان ظالموں کیلئے

ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا

قبل اس (عذاب) کے بھی عذاب ہونے والا ہے لیکن ان میں اکثر کو معلوم نہیں۔ اور آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیئے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿٤٩﴾

اور اُٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے۔ اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں سے پیچھے بھی۔

وَاِنْ اور اگر	يَرَوْا وہ دیکھیں	كِسْفًا کوئی ٹکڑا	مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے	سَاقِطًا گرتا ہوا	يَقُوْلُوْا وہ کہتے ہیں	سَحَابٌ بادل	مَّرْكُوْمٌ تہ بہ تہ (جما ہوا)
فَذَرْهُمْ پس چھوڑ دو ان کو	حَتّٰى یہاں تک کہ	يُلٰقُوْا وہ ملیں	يَوْمَهُمُ اپنا دن	الَّذِيْ وہ جو	فِيْهِ اس میں	يُصْعَقُوْنَ بے ہوش کردیئے جائیں گے	
يَوْمَ جس دن	لَا يُغْنِيْ نہ کام آئے گا	عَنْهُمْ ان سے ۔ کے	كَيْدُهُمْ ان کا داؤ	شَيْئًا کچھ بھی	وَّلَا هُمْ اور نہ وہ	يُنْصَرُوْنَ مدد کئے جائیں گے	
وَاِنَّ اور بیشک	لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ظلم کیا	عَذَابًا عذاب	دُوْنَ ذٰلِكَ ورے ۔ علاوہ اس	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان میں سے اکثر		
لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَاصْبِرْ اور آپ صبر کریں	لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم پر	فَاِنَّكَ بیشک آپ	بِاَعْيُنِنَا ہماری آنکھوں (حفاظت) میں			
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور آپ پاکیزگی بیان کریں اپنے رب کی تعریف کیساتھ	حِيْنَ جس وقت	تَقُوْمُ آپ اُٹھیں	وَمِنَ اور سے (میں)	الَّيْلِ رات			
فَسَبِّحْهُ پس اس کی پاکیزگی بیان کریں	وَاِدْبَارَ اور پیٹھ پھیرنے	النُّجُوْمِ ستاروں					

تفسیر و تشریح: یہ سورہ طور کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں منکرین و مکذبین کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ ان کے خیالات کیسے باطل اور مہمل ہیں اور ان کی سرکشی۔ ضد اور عناد اور ہٹ دھرمی کا کیا حال ہے کہ یہ لوگ ہر سچی بات کے جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان منکرین و مکذبین کی سرکشی۔ ضد و عناد کا تو یہ حال ہے کہ اگر ان کو قائل کرنے کے لئے ان کا کہنا بھی کر دیا جائے تب بھی یہ نہ مانیں گے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ منکرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ٹالنے اور نہ ماننے کے لئے اپنے خیال میں مشکل سے مشکل شرط لگاتے کہ اگر فلاں بات ہو جائے تو ہم مانیں کہ تم سچے ہو۔ چنانچہ یہ منکرین آپ کی نفی رسالت کے لئے ایک بات یہ بھی کہا کرتے کہ۔ ہم تو آپ کو اس وقت رسول جانیں جب ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر گر پڑے۔ ایسے منکرین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان کا تو یہ حال ہے کہ اگر ان کی فرمائش کے موافق فرض کیجئے کہ آسمان سے ایک ٹکڑا ان پر گرنے لگے اور یہ کھلی آنکھوں دیکھ لیں کہ ہاں سر پر آسمان کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر گر رہا ہے تب بھی یہ ماننے والے نہیں۔ اس کی بھی یہ کوئی تاویل کر دیں گے اور اس وقت کہہ دیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں بلکہ بادل کا ایک حصہ گاڑھا اور منجمد ہو کر گر پڑا ہے جیسے بڑے بڑے اولے کبھی گرتے ہیں۔ تو بھلا ایسے متعصب معاندوں سے ماننے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ اسلئے آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے معاندوں کے پیچھے پڑنے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ انہیں انکے حال

پر چھوڑ دیجئے کہ چند روز اور کھیل لیں اور باتیں بنالیں آخر وہ دن آتا ہے جب قہر الٰہی کی کڑک بجلی سے ان کے ہوش وحواس جاتے رہیں گے۔اس دن ان کی ساری فریب کاریاں رکھی کی رکھی رہ جائیں گی۔ کوئی مکاری حیلہ وتدبیر وہاں کام نہ دے گی اور ساری چوکڑی اور چالاکی بھول جائیں گے۔آج جن جن کو یہ پکارتے ہیں اور اپنا حامی اور مددگار جانتے ہیں اس دن سب کے منہ تکیں گے اور کوئی نہ ہوگا جو ان کی ذرا بھی مدد کر سکے یا ان کی طرف سے کچھ عذر بھی پیش کر سکے اور یہی نہیں کہ انہیں صرف قیامت کے دن عذاب ہو اور یہاں اطمینان اور آرام کے ساتھ زندگی گزار لیں بلکہ ان ناانصافوں اور ہٹ دھرموں کے لئے آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا میں بھی ان کے لئے ایک سزا ہے جو مل کر رہے گی۔ جیسے قحط۔قید اور قتل وغیرہ۔ اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی سزا کے لئے ایک وقت معین کر چکے ہیں تو آپ صبر واستقامت کے ساتھ اپنے رب کی تجویز کا انتظار کیجئے جو آپ کے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے گی اور آپ کو مخالفین کی طرف سے کوئی ضرر اور نقصان بھی نہ پہنچے گا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے اور اسکے زیر حفاظت ہیں اور اگر ان کے کفر کا غم دل پر آئے تو اس کا علاج یہ ہے کہ توجہ الی اللہ رکھا کیجئے مثلاً یہ کہ اٹھتے وقت یعنی مجلس سے یا سونے سے اٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح تحمید اور عبادت گزاری میں لگے رہئے اور رات کے کسی حصہ میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے حاصل یہ کہ اپنے دل کو ادھر مشغول رکھئے پھر فکر وغم کا غلبہ نہ ہوگا۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا **وسبح بحمد ربک حین تقوم** اور اٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کیجئے تو اس کا ایک مطلب تو مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں اور دوسرا مطلب یہ بتایا گیا ہے کہ جب آپ رات کو جاگیں تو یہ دونوں ہی مطلب درست ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نماز کو شروع کرتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ **سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولآ الہ غیرک** یعنی اے اللہ تو پاک ہے۔تمام تعریفوں کا مستحق ہے تیرا نام برکتوں والا ہے تیری بزرگی بہت بلند و بالا ہے۔تیرے سوا معبود برحق اور کوئی نہیں۔اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو جاگے اور کہے **لآ الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شی ء قدیر. سبحان اللہ والحمد للہ ولآ الہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الاباللہ ط** پھر خواہ اپنے لئے بخشش کی دعا کرے خواہ جو چاہے طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے پھر اگر اس نے پختہ ارادہ کیا اور وضو کر کے نماز بھی ادا کی تو وہ نماز قبول کی جاتی ہے۔ اب رہا مجلس سے اٹھنے کے وقت کی تسبیح وتحمید تو ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی کہ جب کبھی کسی مجلس سے کھڑے ہوں تو **سبحٰنک اللھم وبحمدک اشھد ان لآ الہ الا انت استغفرک واتوب الیک** پڑھیں اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ کلمات ایسے ہیں کہ جو انہیں کسی مجلس سے اٹھتے وقت تین مرتبہ کہہ لے تو اس کے لئے یہ کفارہ ہو جاتے ہیں۔مجلس خیر اور مجلس ذکر میں انہیں پڑھنے سے یہ مثل مہر کے ہو جاتے ہیں۔اسی تلقین وتعلیم پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

سورۃ الطّور کے خواص

۱......قیدی اگر سورۃ الطّور کی تلاوت کی کثرت رکھے تو اس کی رہائی کے اسباب پیدا ہو جائیں گے۔۲......مسافر اگر سورۃ الطّور کی تلاوت کرتا رہے تو ہر تکلیف و پریشانی سے محفوظ رہے گا۔۳......اگر سورۃ الطّور پانی پر دم کر کے وہ پانی بچھو پر چھڑکا جائے تو بچھو مر جاتا ہے۔(الدر النظیم)

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ضد اور ہٹ دھرمی کی کافرانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں۔اور دین کی بات سن کر ہمارے قلوب ایمان ویقین کے ساتھ مان لینے کے لئے تیار ہوں۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی ذلت اور رسوائیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں اور ہم کو ہمہ وقت اپنے ذکر وفکر اور تسبیح وتحمید کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ سِتُّوْنَ وَّثِنْتَانِ اٰیَۃً وَّثَلٰثُ رُکُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ۝ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝

قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہ تمہارے (ہمہ وقت) ساتھ کے رہنے والے نہ راہ (حق) سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ ہو لئے۔

اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔

وَالنَّجْمِ ستارے کی قسم	اِذَا جب	ھَوٰی وہ غائب ہونے لگے	مَا ضَلَّ نہ بھٹکے	صَاحِبُکُمْ تمہارے رفیق	وَمَا اور نہ	غَوٰی وہ بھٹکے	وَمَا یَنْطِقُ اور وہ نہیں بات کرتے		
عَنِ سے	الْھَوٰی خواہش	اِنْ نہیں	ھُوَ وہ۔یہ	اِلَّا مگر۔صرف	وَحْیٌ وحی	یُّوْحٰی بھیجی جاتی ہے			

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی ابتدا بھی قسمیہ کلام سے فرمائی گئی کہ قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہاں یہ بات پھر سمجھ لیجئے کہ حق تعالیٰ کو جو خالق ہیں ہر چیز کا ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں جس کی چاہیں قسم کھا سکتے ہیں چنانچہ قرآن پاک میں متعدد جگہ اللہ پاک نے اپنی مخلوق کی قسمیں کھائی ہیں لیکن مخلوق سوائے اپنے خالق کے کسی اور کی قسم نہیں کھا سکتی اسی لئے شریعت اسلامیہ میں انسانوں کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی قسم کھانا جائز نہیں۔ تو یہاں حق تعالیٰ ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے قسم کھا کر فرماتے ہیں اور تمام اہل مکہ کو سنایا جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہارے رفیق ہیں نہ آپ غلط فہمی کی بنا پر راہ حق سے بھٹکے نہ اپنے قصد و اختیار سے جان بوجھ کر سیدھی راہ سے بے راہ ہو لئے بلکہ جس طرح آسمان کے ستارے طلوع سے غروب تک ایک مقرر رفتار سے معین راستہ پر چلے جاتے ہیں۔ کبھی ادھر ادھر ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ آفتاب نبوت بھی اللہ کے مقرر کئے ہوئے راستہ پر برابر چلا جاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ ایک قدم ادھر ادھر پڑ جائے۔ انبیائے علیہم السلام آسمان نبوت کے ستارہ ہیں جن کی روشنی اور رفتار سے دنیا کی رہنمائی ہوتی ہے اور جس طرح تمام ستاروں کے غائب ہو جانے کے بعد آفتاب طلوع ہوتا ہے ایسے ہی تمام انبیاء کے تشریف لے جانے کے بعد آفتاب محمدی مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ پس اگر قدرت نے ان ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے کہ اس میں کسی طرح کے تزلزل کی گنجائش نہیں تو ظاہر ہے کہ ان باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و ماہتاب کا انتظام کس قدر مضبوط اور محکم ہونا چاہئے جن سے ایک عالم کی ہدایت و سعادت وابستہ ہے۔ تو یہاں جس مضمون کے لئے قسم کھائی گئی وہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور جس راستہ کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں وہ صراط مستقیم یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کا صحیح اور سیدھا راستہ ہے نہ آپ راستہ بھولے ہیں نہ غلط راستہ پر چلے ہیں۔ یہاں آیت ماضل صاحبکم وما غویٰ (یعنی یہ تمہارے ہمہ وقت کے ساتھ رہنے والے نہ راہ حق سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ پر ہو لئے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک یا لفظ رسول یا نبی ذکر کرنے کی بجائے لفظ صاحبکم فرمایا یعنی اہل مکہ کے ہمہ وقت کے ساتھ رہنے والے تو اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں باہر سے اچانک نہیں آ گئے۔ مکہ میں کوئی اجنبی شخص نہیں ہیں کہ جن کے حالات سے اہل مکہ کو آگاہی

نہ ہو۔ وہ تو اے اہل مکہ تمہارے ہر وقت کے ساتھی ہیں۔ اسی سرزمین مکہ میں پیدا ہوئے۔ یہیں بچپن گزارا۔ یہیں جوان ہوئے۔ ان کی زندگی کا کوئی گوشہ تم اہل مکہ سے مخفی نہیں۔ تم نے تجربہ کرلیا ہے کہ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کسی غلط اور برے کام میں تم نے ان کو بچپن میں بھی نہیں دیکھا۔ ان کے اخلاق وعادات۔ ان کی امانت و دیانت پر تم سب کو اتنا اعتماد تھا کہ سارے مکہ والے آپ کو نبوت سے قبل امین کہا کرتے تھے۔ اب دعوائے نبوت کے بعد تم ان کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے لگے۔ تو جس ہستی نے انسانوں کے معاملہ میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو وہ خدا تعالیٰ کے معاملہ میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے اس لئے آگے فرمایا ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یو حیٰ یعنی آپ نبی برحق ہیں آپ کی زبان مبارک سے ایک لفظ بھی ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ آپ کا کوئی قول اور کوئی فرمان اپنے نفس کی خواہش اور ذاتی غرض سے نہیں ہوتا بلکہ جس چیز کی تبلیغ کا آپ کو خدا تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے آپ اسے ہی زبان سے نکالتے ہیں جو وہاں سے کہا جائے وہی آپ کی زبان سے ادا ہوتا ہے تو اس بات کا قطعاً کوئی امکان نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے باتیں بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کریں۔ ہرگز ایسا نہیں۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کے لئے لکھ لیا کرتا تھا پس بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں کبھی کبھی غصہ اور غضب میں بھی کچھ فرمادیا کرتے ہیں چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا پھر میں نے اس کا ذکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو۔ خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری زبان سے سوائے حق بات کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا۔

اب آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آنے کا جو واسطہ تھا اس کے متعلق اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرمادیں۔ تاکہ احکام الٰہیہ اور شریعت اسلامیہ کے سامنے ہماری گردن جھکی رہیں۔ یا اللہ یہود و نصاریٰ کی سی بے دینی اور غفلت سے ہم کو بچائیے۔ اور ہم کو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ ہمارے قلوب کو غفلت وقساوت سے محفوظ فرمائیے اور ہمارے مردہ قلوب کو اپنے نور ہدایت سے زندہ رکھیئے۔

یا اللہ گذشتہ میں جو ہم سے تقصیرات سرزد ہوچکی ہیں ان پر ندامت اور توبہ کی توفیق عطا فرما کر ہماری توبہ کو قبول فرمالیجئے۔ اور آئندہ ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرمائیے۔

یا اللہ ہر طرح کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں ایمان کامل اور اسلام صادق کے ساتھ اس جہان سے کوچ کرنا نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۙ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰی ۙ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ؕ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ﴿۸﴾ فَكَانَ

ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے پیدائشی طاقتور ہے۔ پھر وہ فرشتہ اصلی صورت پر نمودار ہوا۔ ایسی حالت میں کہ وہ (آسمان کے) بلند کنارہ پر تھا۔ پھر وہ فرشتہ (آپ کے) نزدیک آیا پھر

قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۚ﴿۹﴾ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ؕ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ

اور نزدیک آیا۔ سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی۔ قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی۔

عَلٰی مَا یَرٰی ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ۙ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ

تو کیا ان (پیغمبر) سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو۔ اور انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی (صورت اصلیہ میں) دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

الْمَاْوٰی ؕ﴿۱۵﴾ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ۙ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰی مِنْ

اس کے قریب جنۃ الماویٰ ہے۔ جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں۔ نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی۔ انہوں نے اپنے پروردگار

اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ﴿۱۸﴾

(کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

عَلَّمَهٗ اس نے اسے سکھایا	شَدِیْدُ الْقُوٰی سخت قوتوں والا	ذُوْ مِرَّةٍ طاقتوں والا	فَاسْتَوٰی پھر اس نے قصد کیا	وَهُوَ اور وہ	بِالْاُفُقِ کنارے پر	الْاَعْلٰی سب سے بلند
ثُمَّ دَنَا پھر وہ نزدیک ہوا	فَتَدَلّٰی پھر اور نزدیک ہوا	فَكَانَ تو وہ تھا (رہ گئی)	قَابَ کمان	قَوْسَیْنِ دو کنارے	اَوْ اَدْنٰی یا اس سے کم	فَاَوْحٰی تو اس نے وحی کی
اِلٰی طرف	عَبْدِهٖ اپنا بندہ	مَاۤ اَوْحٰی جو اس نے وحی کی	مَا كَذَبَ نہ جھوٹ کہا	الْفُؤَادُ دل	مَا رَاٰی جو اس نے دیکھا	اَفَتُمٰرُوْنَهٗ تو کیا تم جھگڑتے ہو اس سے
عَلٰی پر	مَا یَرٰی جو اس نے دیکھا	وَلَقَدْ اور تحقیق	رَاٰهُ اس نے دیکھا اسے	نَزْلَةً اُخْرٰی دوسری مرتبہ	عِنْدَ نزدیک	سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی سدرۃ المنتہیٰ
عِنْدَهَا اس کے نزدیک	جَنَّةُ الْمَاْوٰی جنت الماویٰ	اِذْ یَغْشَی جب چھا رہا تھا	السِّدْرَةَ سدرہ	مَا یَغْشٰی جو چھا رہا تھا	مَا زَاغَ نہ کجی کی	الْبَصَرُ آنکھ
وَمَا طَغٰی اور نہ حد سے بڑھی	لَقَدْ رَاٰی تحقیق اس نے دیکھی	مِنْ سے	اٰیٰتِ رَبِّهٖ نشانیاں	الْكُبْرٰی بڑی		

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وحقانیت کا اعلان فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ آپ نبی برحق ہیں اور کوئی دین کی بات آپ کی زبان سے ایسی نہیں نکلتی جو خواہش نفس اور ذاتی غرض پر مبنی ہو بلکہ وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتی ہے۔

اب آگے ان آیات میں وحی آنے کا واسطہ بتلایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجنے والا تو اصل میں اللہ تعالیٰ ہے لیکن جس کے ذریعہ سے وہ وحی آپ تک پہنچتی ہے اور جو اس وحی کی منجانب اللہ تعلیم کرتے ہیں وہ ایک بڑا طاقتور فرشتہ ہے جسے "جبرئیل امین" کہتے ہیں۔ تیسویں پارہ سورہ تکویر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی صفات کے متعلق فرمایا گیا ہے **انه لقول رسول كريم. ذی قوة عند ذی العرش مكين. مطاع ثم امين۔** یعنی وہ کریم (عزت والے) ہیں۔ بڑی قوت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ الوہیت میں قرب اور رسائی حاصل ہے۔ وہ مطاع ہیں یعنی آسمانوں کے فرشتے ان کی بات مانتے اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ان کے امین اور معتبر

ہونے میں کسی کو شبہ نہیں اور ایک روایت میں خود حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی طاقت کا بیان فرمایا کہ میں نے قوم لوط علیہ السلام کی بستیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر آسمان کے قریب اس کو لیجا کر چھوڑ دیا۔ اب یہاں شبہ ہو سکتا تھا کہ اس وحی لانے والے کا فرشتہ اور جبرئیل امین ہونا تو اس وقت معلوم ہو سکتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہچانتے ہوں اور پوری صحیح پہچان موقوف ہے اصلی صورت دیکھنے پر تو کیا آپؐ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے؟ اس کی نسبت فرمایا جاتا ہے کہ ہاں یہ بھی ہوا ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ چند بار تو دوسری صورت میں دیکھا پھر ایک بار ایسا بھی ہوا کہ ابتدائے نبوت میں ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے اس وقت آسمان ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ان کے وجود سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا ان کے ۶۰۰ بازو تھے۔ یہ غیر معمولی اور مہیب منظر پہلی بار آپ نے دیکھا تھا تو حسب روایات حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو کر گر پڑے اس وقت جبرئیل علیہ السلام بصورت انسانی آپ کے پاس تسکین کے لئے اتر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر نزدیک ہو گئے کہ دونوں کے درمیان دو کمانوں سے زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ دو کمانوں کا مطلب محاورہ عرب میں کمال قرب سے ہوتا ہے۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب دو عرب آپس میں باہم غایت درجہ کا اتفاق اور اتحاد کرنا چاہتے تو دونوں اپنی اپنی کمانوں کو لے کر انہیں باہم ملاتے تھے یہاں تک کہ دونوں کے چلے مل جاتے پھر دونوں کو اکٹھا کھینچتے اور دونوں سے ایک ہی تیر چلاتے۔ یہ گویا علامت تھی قرب واتحاد کی۔ غرض کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھنے سے جو گھبراہٹ پیدا ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فوراً شکل انسانی میں تبدیل ہو کر آپ کے پاس آ گئے اور آپ کی تسکین فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی (غالباً اس سے مراد سورہ مدثر کی آیات ہیں) آگے بتلایا جاتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو آپ نے آنکھ سے دیکھا اور اندر سے دل نے کہا کہ اس وقت آنکھ ٹھیک ٹھیک جبرئیل علیہ السلام کو دیکھ رہی ہے کوئی غلطی نہیں کر رہی کہ کچھ کا کچھ نظر آتا ہو اور ایسا کہنے میں آپ کا دل سچا تھا۔ حق تعالیٰ اسی طرح پیغمبروں کے دلوں میں فرشتہ کی معرفت ڈال دیتے ہیں۔ آگے منکرین رسول و وحی سے خطاب ہوتا ہے کہ کیسے غضب کی بات ہے کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نزاع اس چیز میں کر رہے ہو جو ان کو خوب اچھی طرح دیکھی بھالی ہو یعنی وحی بھیجنے والے اللہ تعالیٰ لانے والا فرشتہ جس کی تمام قوتیں کامل۔ پھر اتنا قریب ہو کر وحی پہنچائے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کو آنکھ سے دیکھیں اور آپ کا روشن اور صاف دل اس کی تصدیق کرے تو ایسی دیکھی بھالی چیز میں منکرین کو کیا حق ہے کہ اس میں فضول بحث وتکرار کریں اور جھگڑے نکالیں۔

اوپر دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھنے کا ذکر تھا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا کے علاوہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتہ یعنی جبرئیل امین کو ایک دفعہ اور بھی عالم بالا میں دیکھا یعنی معراج کی رات میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ سدرۃ کہتے بیری کے درخت کو۔ احادیث میں آیا ہے کہ یہ ایک درخت ہے بیری کا ساتویں آسمان میں۔ عالم بالا سے جو احکام وغیرہ آتے ہیں وہ اول سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے ملائکہ زمین پر لاتے ہیں اسی طرح یہاں دنیا سے جو اعمال چڑھا کر اوپر لیجائے جاتے ہیں وہ بھی پہلے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اوپر اٹھا لئے جاتے ہیں۔ باقی جس طرح جنت کے پھل میوے اور دوسری نعمتوں کو دنیا کے پھلوں اور میوؤں پر قیاس نہیں کر سکتے محض دونوں میں نام کی شرکت ہے اسی طرح سدرۃ المنتہیٰ یعنی بیری کے درخت کو بھی یہاں کی بیریوں پر قیاس نہ کیا

جائے۔اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ بیری کس طرح کی ہوگی مجموعہ روایات احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کا پھیلاؤ ساتویں آسمان میں۔اس عالم اور اس عالم کے درمیان ایک نقطہ اتصال ہے۔عالم بالا سے جتنے احکام وغیرہ صادر ہوتے ہیں وہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہلے آتے ہیں پھر ملائکہ وہاں سے زمین پر لاتے ہیں۔تو دنیا کے علاوہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین کو ان کی اصلی شکل میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس بھی دیکھا۔اب چونکہ یہاں سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر آ گیا تھا اس لئے کچھ اس کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کیسے شرف کی جگہ ہے کہ اس کے قریب ہی جنت الماویٰ ہے ماویٰ کے معنیٰ ہیں رہنے کی جگہ۔چونکہ جنت نیک بندوں کے رہنے کی جگہ ہے اس لئے جنت الماویٰ کہتے ہیں تو ایک شرف سدرۃ المنتہیٰ کا یہ بتلایا گیا کہ اس کے قریب ہی جنت الماویٰ ہے آگے بتلایا گیا کہ اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں کہ لپٹ رہی تھیں۔یہ سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹنے والی چیزیں روایات کے مطابق یا تو فرشتے تھے جو مثل سونے کے پروانوں کی طرح لپٹے ہوئے تھے یا حق تعالیٰ کے انوار وتجلیات اس درخت پر چھائے ہوئے تھے اور فرشتوں کی کثرت وہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہر پتے کے ساتھ ایک فرشتہ نظر آتا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے تو ملائکہ نے حق تعالیٰ سے اجازت چاہی تھی کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں ان کو اجازت ہوگئی اور وہ سب اس سدرۃ پر جمع ہوگئے تھے۔آگے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب آپ معراج کے لئے تشریف لے گئے اور یہ عجائبات قدرت جو دیکھیں تو ان عجائبات الٰہیہ کو بڑے استقلال سے دیکھا نہ نگاہ ٹیڑھی ترچھی ہو کر دائیں بائیں ہٹی۔نہ دیکھنے والی چیز سے تجاوز کر کے آگے بڑھی۔بس اسی چیز پر جمی رہی جس کو دکھلانا مقصود تھا بادشاہوں کے دربار میں جو چیز دکھلائی جائے اس کو نہ دیکھنا اور جو نہ دکھلائی جائے اس کو تاکنا دونوں عیب ہیں۔تو وہاں عجائبات الٰہیہ دیکھنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان عیوب سے پاک رہے اور ہر چیز کے دیکھنے میں آپ کی یہی شان رہی۔ **مازاغ البصر وما طغی** یعنی نگاہ نہ تو ہٹی نہ بڑھی۔وہ عجائبات جو آپ نے دیکھے احادیث معراج میں آئے ہیں۔مثلاً انبیآء علیہم السلام کو دیکھنا ارواح کو دیکھنا جنت وغیرہ کو دیکھنا۔

یہاں آیت **عندھا جنۃ الماویٰ** یعنی اس سدرۃ المنتہیٰ کے قریب جنت الماوٰی ہے تو اس آیت نے بھی بتلا دیا کہ جنت اس وقت بھی موجود ہے جیسا کہ جمہور امت کا عقیدہ یہی ہے کہ جنت ودوزخ قیامت کے بعد پیدا نہیں کی جائیں گی بلکہ جنت و دوزخ دونوں پیدا ہو چکی ہیں۔اس آیت نے جنت کا محل وقوع بھی بتلا دیا کہ وہ ساتویں آسمان کے اوپر اور عرش رحمٰن جل شانہ کے نیچے ہے گویا ساتواں آسمان جنت کی زمین اور عرش رحمٰن اس کی چھت ہے۔دوزخ کا محل وقوع کسی آیت قرآن یا روایت حدیث میں صراحۃً نہیں بتلایا۔(معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۲۰۰)

خلاصہ یہ کہ ان تمام آیات میں یہی بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔یہ اللہ کا کلام ہے جو آپ کو اس طرح دیا گیا ہے کہ اس میں کسی التباس وتلبیس یا خطاء اور غلطی کا کوئی امکان نہیں رہتا۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان اعزاز واکرام بیان فرما کر آگے مشرکین اور منکرین کو خطاب ہوتا ہے اور شرک کی مذمت اور توحید کا مضمون سمجھایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ﴿٢٠﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى ﴿٢١﴾ تِلْكَ إِذًا

بھلا تم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے منات کے حال میں غور بھی کیا ہے۔ کیا تمہارے لئے تو بیٹے (تجویز) ہوں اور خدا کیلئے بیٹیاں۔ اس حالت میں تو یہ بہت

قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾ إِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ أَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا

بے ڈھنگی تقسیم ہوئی۔ یہ (معبوداتِ مذکورہ) نرے نام ہی نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھیرالیا ہے خداتعالیٰ نے تو ان (کے معبود ہونے) کی

مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ

کوئی دلیل بھیجی نہیں، (بلکہ) یہ لوگ صرف بے اصل خیالات پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اُن کے رب کی جانب سے

الْهُدٰى ﴿٢٣﴾ أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿٢٤﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْأُوْلٰى ﴿٢٥﴾

ہدایت آچکی ہے۔ کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے۔ سو خدا ہی کے اختیار میں ہے آخرت اور دنیا (کی بھی)

اَفَرَءَيْتُمُ تو کیا تم نے دیکھا؟	اللّٰتَ لات	وَالْعُزّٰى اور عزیٰ	وَمَنٰوةَ اور منات	الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى تیسری آخری	اَلَكُمُ کیا تمہارے لئے	الذَّكَرُ مرد		
وَلَهُ اور اس کیلئے	الْأُنْثٰى عورتیں	تِلْكَ یہ	اِذًا قِسْمَةٌ یہ بانٹ تقسیم	ضِيْزٰى بے ڈھنگی	اِنْ نہیں	هِيَ یہ	اِلَّآ اَسْمَآءٌ مگر صرف نام	
سَمَّيْتُمُوْهَا تم نے وہ نام رکھ لئے ہیں	اَنْتُمْ تم	وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا	مَآ اَنْزَلَ نہیں اتاری	اللّٰهُ اللہ	بِهَا اسکی	مِنْ کوئی	سُلْطٰنٍ سند	
اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ وہ نہیں پیروی کرتے	اِلَّا مگر صرف	الظَّنَّ گمان	وَمَا تَهْوَى اور جو خواہش	الْاَنْفُسُ (جمع) نفس	وَلَقَدْ جَآءَهُمْ اور (حالانکہ) پہنچ چکی انکے پاس			
مِّنْ رَّبِّهِمْ انکے رب سے	الْهُدٰى ہدایت	اَمْ کیا	لِلْاِنْسَانِ انسان کیلئے	مَا تَمَنّٰى جسکی وہ تمنا کرے	فَلِلّٰهِ پس اللہ ہی کیلئے	الْاٰخِرَةُ آخرت	وَالْاُوْلٰى اور دنیا	

تفسیر وتشریح: شروع سورۃ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وحقانیت کا بیان ہوتا چلا آیا ہے گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نشانیاں معراج کے موقع پر دیکھیں جن میں اشارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز ومکرم ہونے کی طرف بھی ہوگیا۔ اس طرح مضمون تحقیق رسالت بیان ہوا تھا اب اس کے بعد توحید کا مضمون ہے جس میں شرک کی مذمت بھی آ گئی۔ اس لئے ان آیات میں مشرکین سے خطاب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اے مشرکو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وحقانیت ثابت ہوگئی اور آپ پر اللہ تعالیٰ کی وحی آنا بتلایا جا چکا اور آپ اس وحی کے مطابق توحید کا حکم دیتے ہیں جو کہ دلائل عقلیہ سے بھی ثابت ہے تو پھر تم بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو اور اس لامحدود عظمت۔ بزرگی اور جلال والے خدا کے مقابلہ میں لات اور عزیٰ اور منات کے نام کیوں لیتے ہو۔ لات۔ عزیٰ اور منات یہ مشرکین کی دیویاں تھیں جن کی عرب ایام جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔ لات طائف والوں کی دیوی تھی۔ قریش اور بنی کنانہ وغیرہ عزیٰ کے بت کو پوجتے تھے اور منات مدینہ کے اوس وخزرج قبیلہ کے بت تھے۔ ان میں سے مشرکین کے نزدیک لات اور عزیٰ مکہ کے قریب ہونے کی وجہ سے زیادہ مقبول تھے اور منات دور ہونے کی وجہ سے تیسرے درجہ کا بت تھا۔ تو یہ کفار ومشرکین ان بتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) اول تو یہی غضب کہ خدائے تعالیٰ لم یلد و لم یولد کے لئے اولاد کا نظریہ تسلیم کیا جائے اور پھر مشرکین کی یہ تقسیم کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند ہوں اور خدا کے لئے بیٹیاں تجویز ہوں (العیاذ باللہ) یعنی جن لڑکیوں کو مشرکین اپنے لئے مکروہ وقابل نفرت سمجھتے وہ خدا کی طرف نسبت کی جائیں تو مشرکین کی یہ تقسیم کیسی بھونڈی اور مہمل ہوئی کہ

اچھی چیز تو اپنے حصہ میں اور بری چیز خدا تعالیٰ کے حصہ میں۔ (نعوذ باللہ منہ) آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین نے جو یہ بتوں کے نام رکھ چھوڑے ہیں تو ان کی خدائی کی کوئی سند نہیں بلکہ اس کے خلاف پر دلائل قائم ہیں۔ان کو مشرکین اپنے خیال میں خواہ بیٹیاں کہہ لیں یا کچھ اور یہ محض ان کے کہنے کی بات ہے جس کے نیچے حقیقت کچھ بھی نہیں آگے بتلایا جاتا ہے کہ باوجودیکہ اللہ کے پاس سے ہدایت کی روشنی آ چکی اور وہ سیدھی راہ دکھا چکا مگر یہ کم عقل مشرکین ضلالت کی تاریکیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جو کچھ اٹکل پچو ذہن میں آ گیا اور دل نے سمجھایا وہی کر گزرے۔ تحقیق و بصیرت اور سمجھ بوجھ سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ مشرکین یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بت ہمارے سفارشی بنیں گے اور جو کچھ دلائیں گے سفارشی بن کر دلائیں گے تو یہ خالی خیالات اور آرزوئیں ہیں۔ کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے کہ جو تمنا کرے وہ مل جائے۔ سو ایسا نہیں ہے بلکہ دنیا اور آخرت کی ہر تمنا اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے پس وہ جس کو چاہیں پورا فرمادیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ نص قطعی میں بتلا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین کی یہ تمنائے باطل کہ بت ان کی شفاعت کریں گے پورا نہیں کریں گے نہ دنیا میں کہ حاجات میں شفاعت کریں نہ آخرت میں کہ نجات میں شفاعت کر سکیں۔

اب غور کیجئے حق تعالیٰ جل شانہ کی صفت ''حلم'' کو کہ کفار و مشرکین اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی گستاخیاں کرتے تھے۔ علاوہ کفر و شرک کہیں حق تعالیٰ کے لئے بیٹیاں تجویز کیں۔ کہیں کسی کو حق تعالیٰ کی اولاد بنایا۔ معاذ اللہ۔ اور رحمۃ للعالمین۔ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول اور پیغمبر ہونے کی حیثیت سے مکہ میں کیسی کیسی ایذائیں قولاً اور فعلاً پہنچائیں مگر حق تعالیٰ نے منکرین کی گرفت فوراً نہیں فرمائی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو قدرت تھی کہ چشم زدن میں منکرین و معاندین کو قہر کی بجلی سے جلا کر خاک کر دیتے۔ یا زمین کو شق کر کے اس میں زندہ دھنسا دیتے مگر نہیں کی دور کے قریب ۱۳ سال تک قرآن پاک کفار مکہ کو سمجھاتا رہا اور کیسے معقول اور دلنشین دلائل توحید کے بتلاتا رہا۔

یہاں ان آیات میں اخیر میں منکرین توحید و رسالت کے متعلق یہی بتلایا گیا **ان یتبعون الا الظن و ما تھوی الا نفس و لقد جآء ھم من ربھم الھدیٰ** (یہ منکرین بے اصل خیالات اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے ہدایت آ چکی ہے)۔ آپ کفار و مشرکین کو تو چھوڑیئے۔ آج کتنے ایسے ہیں کہ جو اللہ پاک کی ذات عالی پر ایمان بھی رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو خالق۔ رازق اور مالک بھی جانتے ہیں مگر قرآن و سنت کی ہدایت کے باوجود اپنے نفس کی خواہشات پر چل رہے ہیں۔ اور جس چیز کا الزام قرآن نے کافروں کو دیا تھا کہ تم اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہو حالانکہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ہدایت آ چکی ہے اس الزام کے مورد کتنے اسلام کے آج دعوے دار ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی واضح ہدایات کے باوجود شب و روز اللہ و رسول کی نافرمانی میں زندگی گذار رہے ہیں اور نفس کی خواہشات میں مگن اور مست ہیں۔ تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کا حلم ہے جو فوراً گرفت نہیں فرمائی جاتی اور ڈھیل پر ڈھیل دی جاتی ہے مگر تابکے۔ کیا یہ مسلمان کی شان ہے کہ وہ کافروں والی صفات اختیار کر کے اللہ اور رسول کو ناراض کرے اور قرآن و سنت کی ہدایات کے خلاف چلے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ اور اپنی بھیجی ہوئی ہدایات یعنی قرآن و سنت اور اسلام و ایمان کی سچی پیروی نصیب فرمائیں اور نفسانی اور شیطانی خواہشات سے باز رہنے کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔

ابھی سلسلہ مضمون توحید اگلی آیات میں بھی جاری ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ 11

اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں اُن کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہیں اجازت دیں اور (اس کیلئے شفاعت کرنے سے)

يَّشَاۤءُ وَيَرْضٰى ﴿٢٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿٢٧﴾ وَمَا لَهُمْ

راضی ہوں۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو (خدا کی) بیٹی کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے پاس

بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿٢٨﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ

اس پر کوئی دلیل نہیں، صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں، اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔ تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے

تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ

جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی (اخروی مطلب) مقصود نہ ہو۔ ان لوگوں کی فہم کی رسائی کی حد بس یہی (دنیوی زندگی) ہے تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے

بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿٣٠﴾

کہ کون اس کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے۔

وَكَمْ اور کتنے	مِنْ مَّلَكٍ فرشتے	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	لَا تُغْنِيْ نفع نہیں دیتی	شَفَاعَتُهُمْ ان کی سفارش	شَيْـًٔا کچھ	اِلَّا مگر	مِنْۢ بَعْدِ اسکے بعد
اَنْ کہ	يَّاْذَنَ اللّٰهُ اجازت دے اللہ	لِمَنْ يَّشَاۤءُ جس کیلئے چاہے وہ	وَيَرْضٰى اور وہ پسند فرمائے	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ جولوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے	
بِالْاٰخِرَةِ آخرت پر	لَيُسَمُّوْنَ البتہ وہ رکھتے ہیں نام	الْمَلٰٓئِكَةَ فرشتوں	تَسْمِيَةَ نام	الْاُنْثٰى عورتوں جیسا	وَمَا لَهُمْ اور نہیں انہیں	بِهٖ اس کا	مِنْ عِلْمٍ کوئی علم
اِنْ نہیں	يَّتَّبِعُوْنَ وہ پیروی کرتے	اِلَّا الظَّنَّ مگر۔صرف گمان	وَاِنَّ اور بیشک	الظَّنَّ گمان	لَا يُغْنِيْ نفع نہیں دیتا	مِنَ الْحَقِّ یقین سے۔مقابلہ	
شَيْـًٔا کچھ	فَاَعْرِضْ پس منہ پھیرلیں	عَنْ سے	مَنْ جو	تَوَلّٰى روگرداں ہوا	عَنْ ذِكْرِنَا ہماری یاد سے	وَلَمْ يُرِدْ اور وہ نہ چاہتا ہو	اِلَّا سوائے
الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	ذٰلِكَ یہ	مَبْلَغُهُمْ ان کی رسائی	مِنَ الْعِلْمِ علم کی	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے	بِمَنْ اسے جو
	ضَلَّ گمراہ ہوا	عَنْ سَبِيْلِهٖ اس کے راستے سے	وَهُوَ اور وہ	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِمَنْ اسے۔جس	اهْتَدٰى ہدایت پائی	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں تعلیم توحید کے سلسلہ میں کفار ومشرکین کے عقائد کی مذمت اور تردید فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ اب تک جو یہ مشرکین اور ان کے باپ دادا غلط باتوں میں پھنسے رہے تو اس کی بنا محض جہالت ونادانی تھی۔

اسی سلسلہ میں آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان بتوں کی جن کو مشرکین پوجتے ہیں اور جن سے شفاعت اور سفارش کی امید رکھتے ہیں ان کی حقیقت ہی کیا ہے۔ یہ بیچارے بت تو کیا شفاعت کرتے کہ ان میں خود اہلیت ہی شفاعت کی نہیں۔ اس دربار میں تو جو لوگ اہل ہیں ان کی بھی بغیر اجازت کے کچھ نہیں چلتی چنانچہ آسمان کے رہنے والے مقرب فرشتوں کی سفارش بھی کچھ کام نہیں دے سکتی۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی جس کے حق میں سفارش کرنے کا حکم دیں اور اس سے راضی ہوں تو وہاں سفارش بیشک کام دے گی۔ اور ظاہر ہے کہ نہ اس نے بتوں کو سفارش کا حکم دیا اور نہ وہ کفار سے راضی ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار ومشرکین جو آخرت کو نہیں مانتے اور اس کا یقین نہیں کرتے تو انہیں اس کا فکر تو ہوتا ہی نہیں کہ مرنے کے بعد ہماری ہر بات کی جانچ پڑتال کی جائے گی اور منہ سے کوئی غلط بات نکلے گی تو اس کی پکڑ ہوگی اس لئے وہ

سزا کی طرف سے بے فکر ہو کر ایسی گستاخیاں کرتے ہیں مثلاً فرشتوں کو زنانہ قرار دے کر خدا کی بیٹیاں کہہ دیا اور عورتوں جیسے ان کے نام رکھ دیئے۔ یہ ان کی محض جہالت ہے۔ بھلا فرشتوں کو مرد و عورت ہونے سے کیا واسطہ اور خدا کے لئے اولاد کیسی؟ لیکن اٹکل پچو جوان کے منہ میں آیا بک دیا۔ بھلا حقیقت اور اصلی بات کہیں اٹل پچو باتوں سے حاصل ہوتی ہے؟ اور کیا تخمینے اور اٹکلیں حقائق ثابتہ کے قائم مقام ہو سکتے ہیں؟ آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھلا جس کا اوڑھنا بچھونا یہی دنیا کی چند روزہ زندگی ہو کہ اس میں منہمک ہو کر کبھی خدا کو اور آخرت کو دھیان میں نہ لائے تو ایسے شخص کی بکواس کو آپ دھیان میں نہ لائیں۔ وہ خدا سے منہ موڑتا ہے۔ آپ اس کی شرارت اور کجروی کی طرف سے منہ پھیر لیں۔ سمجھانا تھا سو سمجھا دیا۔ ایسے بدطینت اشخاص سے قبول حق کی توقع رکھنا اور ان کے غم میں اپنے کو گھلانا بے کار ہے۔ ان کی سمجھ تو بس اسی دنیا کے فوری نقصان تک پہنچتی ہے۔ اس سے آگے ان کی رسائی ہی نہیں۔ وہ کیا سمجھیں کہ مرنے کے بعد مالک حقیقی کی عدالت میں حاضر ہو کر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ ان کی تمام تر جدو جہد صرف جانوروں کی طرح پیٹ بھرنے اور شہوات ولذات کو پورا کرنے کیلئے ہے۔ اس پر حق تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ جو گمراہی میں پڑا رہا اور جو راہ پر آیا۔ ان سب کو اور ان کے مخفی ارادوں اور نیتوں کو اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے اسی کے موافق ہو کر رہے گا۔ ہزار جتن کرو اس کے علم کے خلاف ہرگز واقع نہیں ہو سکتا۔ نیز وہ اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک سے ٹھیک ٹھیک اس کے احوال کے مناسب معاملہ کریگا۔ لہٰذا آپ یکسو ہو کر ان معاندین کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیں۔

اب غور کیجئے کہ یہاں اس شخص کی کیسی مذمت فرمائی گئی ہے کہ جس نے اپنی زندگی کا مقصد فقط دنیا ہی کی کامیابی اور عیش وعشرت کو سمجھ رکھا ہے اور جو دن رات بس اسی دنیوی زندگی کے ادھیڑ بن میں رہے کہ ہمیں یہاں کی زندگی کی خوب سہولتیں ملیں۔ اچھا کھانے کو ہو۔ اچھا پہننے کو ہو۔ اور اچھا رہنے کو ہو۔ ہم سامان عیش وعشرت میں خوب ترقی کریں۔ طرح طرح کی مشینیں ایجاد کر لیں۔ ایک سے ایک بڑھ کر ہلاکت خیز اسلحہ تیار کر لیں تا کہ اللہ کی مخلوق کو دبا کر اپنا کام نکالیں اور اپنی بالا دستی قائم کر کے کسی کو اپنے آگے ابھرنے نہ دیں۔ کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ کا یہی مقصود زندگی ہے۔ مگر یہاں نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اب تو مسلمان نے بھی الا ماشاء اللہ اپنی معراج اسی میں سمجھ رکھی ہے کہ بس دنیا کی ترقی ہو۔ رہی آخرت کی کامیابی جو مسلمان کا اصل مقصود ہونا چاہئے۔ یہ تو اب ملانہ پن ہے۔ دقیانوسیت ہے۔ لکیر کا فقیر۔ ترقی کا دشمن۔ دور رکعت کا امام۔ اور نہ معلوم کیسے کیسے تحقیر آمیز خطابات اور طنز وطعن کا نشانہ بنا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جب قرآن وسنت کے نظریات سے مسلمان من حیث القوم اتنا دور ہو جائے اور دنیا کی جگہ آخرت اور آخرت کی جگہ دنیا لے لے تو پھر ایسے مسلمان کی جو درگت دنیا ہی میں آج بن رہی ہے وہ ہم سب دیکھ رہے ہیں۔ اور جو آخرت میں پیش آنا ہے وہ اللہ ہی کو خوب علم ہے۔

اس آیت **فاعرض عن من تولیٰ عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوٰۃ الدنیا** جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی اور مقصود نہ ہو۔ اس کے تحت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ایک ضروری تنبیہ یہ لکھی ہے کہ قرآن کریم نے یہ ان کا حال بیان کیا ہے جو آخرت وقیامت کے منکر ہیں۔

افسوس ہے کہ انگریزوں کی تعلیم اور دنیا کی ہواؤ ہوس نے آج کل مسلمانوں کا بھی یہی حال بنا دیا ہے کہ ہمارے سارے علوم وفنون اور علمی ترقی کی ساری کوششیں صرف معاشیات کے گرد گھومنے لگیں۔ معادیات یعنی معاملات آخرت کا بھول کر بھی دھیان نہیں آتا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے ہیں اور آپ کی شفاعت کی امید لگائے ہوئے ہیں مگر حالت یہ ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت والوں سے رخ پھیر لینے کی ہدایت کرتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ وفہم عطا فرمائیں اور دین ودنیا میں مراتب فرق کو جاننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ الغرض توحید کے سلسلہ میں یہاں اللہ تعالیٰ کے علم کو ظاہر کیا گیا آگے اس کی قدرت اور اختیار کو بتلایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے،انجام کار یہ ہے کہ بُرا کام کرنیوالوں کو اُن کے (بُرے) کام کے عوض میں (خاص طور کی) جزا دے گا اور نیک کام

بِالْحُسْنٰی ﴿۳۱﴾ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ

کرنیوالوں کو اُن کے نیک کاموں کے عوض میں جزا دیگا وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں،مگر ہلکے ہلکے گناہ،بلاشبہ آپکے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے۔

وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	مَا جو	فِی میں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَمَا اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	لِیَجْزِیَ تا کہ وہ بدلہ دے	الَّذِیْنَ انہیں جنہوں نے	اَسَآءُوْا برائی کی
بِمَا عَمِلُوْا اسکی جو انہوں نے کئے (اعمال)	وَیَجْزِیَ اور جزا دے	الَّذِیْنَ ان لوگوں کو جنہوں نے	اَحْسَنُوْا نیکی کی	بِالْحُسْنٰی بھلائی کے ساتھ	الَّذِیْنَ جو لوگ			
یَجْتَنِبُوْنَ وہ بچتے ہیں	كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ کبیرہ (بڑے) گناہوں سے	وَالْفَوَاحِشَ اور بے حیائیوں	اِلَّا مگر۔سوائے	اللَّمَمَ چھوٹے گناہ	اِنَّ بیشک			
رَبَّكَ تمہارا رب	وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وسیع مغفرت والا							

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب ہر شخص کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور زمین آسمان کی ہر چیز پر اس کا قبضہ ہے پھر قیامت میں نیک وبد کو بدلہ دینے سے کیا چیز مانع ہوسکتی ہے۔ بلکہ غور سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ یہ زمین وآسمان کا سارا کارخانہ پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں زندگی کا ایک دوسرا غیر فانی سلسلہ قائم کیا جائے جہاں بروں کو ان کی برائی کا بدلہ ملے اور نیکوں کے ساتھ ان کی بھلائی کے صلہ میں بھلائی کی جائے۔اب آگے جن لوگوں نے دنیا میں بھلے کام کئے اور جنہیں قیامت میں اچھا بدلہ ملے گا ان کی ایک صفت بیان کی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ نیک کار وہ لوگ ہیں جو دنیا میں کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں اور کاموں یعنی صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور جان بوجھ کر ان میں نہیں پھنستے ۔ ایسے نیک اور اچھے لوگوں کے چھوٹے موٹے قصور سے اللہ تعالیٰ درگذر فرماتا ہے اور توبہ کو قبول کرلیتا ہے۔ اگر وہ ہر چھوٹی بڑی خطا پر گرفت کرنے اور پکڑنے لگے تو بندہ کا ٹھکانہ کہاں۔

کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی تشریح اور ایسے گناہوں کی فہرست ۲۵ ویں پارہ سورہ شوریٰ کی آیت **والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش** کی تفسیر میں بیان ہوچکی ہے جہاں بتلایا گیا کہ اللہ کی آخرت کی نعمتیں جن لوگوں کے لئے ہیں ان کی ایک صفت یہ بھی ہے جو بڑے بڑے گناہوں سے اور فواحش یعنی بے حیائی کی باتوں سے دوسرے الفاظ میں کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔اسی طرح پانچویں پارہ سورہ نساء میں فرمایا گیا **ان تجتنبوا کبآئرما تنهون عنه نكفر عنكم سيا ٰتكم و ند خلكم مد خلا كريما** (اگر تم ان بڑے گناہوں سے جو تمہیں منع کئے گئے ہیں بچتے رہے تو ہم تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں دور کردیں گے اور تمہیں ایک عزت کے مقام یعنی جنت میں داخل کردیں گے)۔اسی طرح یہاں آیت میں فرمایا گیا کہ نیک کام کرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں مگر لمم جو کبھی کبھار ان سے ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے کیونکہ وہ بڑی وسیع مغفرت والا ہے۔لمم کے معنیٰ اور اس سے مراد کیا ہے اس میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔بعض نے کہا کہ جو خیالات وغیرہ گناہ کے دل میں آئیں مگر ان کو عمل میں نہ لائے

وہ لمم ہیں۔ بعض نے صغیرہ گناہ مراد لئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ جس گناہ پر اصرار نہ کرے یا اس کی عادت نہ ٹھہرائے یا جس گناہ سے توبہ کر لے وہ مراد ہیں۔

یہاں چونکہ نیکوکاروں کی صفت کبائر اور فواحش سے بچنا بتلائی ہے اور آج کل کبائر اور فواحش کا طوفان وبائے عام کی طرح پھیلا ہوا ہے اور جس نے خشکی و تری اور مشرق و مغرب کو گھیر رکھا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ بعض مشہور کبائر کو یہاں پھر بیان کر دیا جائے تا کہ علم تو صحیح ہو جائے کہ مرض کو مرض اور گناہ کو گناہ سمجھا جائے اور جس کا ثمرہ یہ ہو کہ گناہوں پر ندامت اور افسوس ہو اور ندامت ہی توبہ کا اعلیٰ رکن ہے جس سے سب گناہ مٹ جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جب کوئی گناہ کو گناہ سمجھے گا اور ان کو نظر میں رکھے گا تو ان شاء اللہ کسی نہ کسی وقت توبہ اور اجتناب کی بھی توفیق ہو جائے گی۔ اور ایک نہایت اہم مسئلہ یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ شریعت مطہرہ میں جس بات کو ''فرض'' کہا گیا ہے اگر کوئی اس کی فرضیت سے انکار کر دے تو وہ اسلام ہی سے خارج ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نماز نہیں پڑھتا یا رمضان کا روزہ نہیں رکھتا مگر سمجھتا ہے کہ میں تارک نماز فرض یا صوم فرض ہو کر گناہ کا مرتکب ہو رہا ہوں تو وہ مسلمان ضرور رہے گا اگرچہ گناہ گار ہے لیکن اگر کہیں اس نے یہ سمجھ لیا کہ فرض نماز کوئی ضروری چیز نہیں یعنی نماز کی فرضیت سے انکار کیا تو اسی وقت خارج از اسلام ہو گیا۔ اب وہ اپنے کو مسلمان سمجھتا رہے مگر شریعت اسلامیہ اس کو مسلمان اس عقیدہ کی بنا پر نہیں سمجھتی۔ اسی طرح جن چیزوں کو یا باتوں کو شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہے تو ان کا مرتکب جب تک یہ سمجھتا ہے کہ میں حرام کا مرتکب ہو رہا ہوں اور اس طرح گناہ کا ارتکاب کر رہا ہوں اس وقت تک اس کا اسلام اور ایمان باقی ہے کہیں اگر کسی حرام کو حرام ہی کوئی نہ جانے یعنی اس کی حرمت کا منکر ہو تو پھر اس کا اسلام باقی نہیں رہتا۔ اب یوں تو کبائر کی فہرست بڑی طویل ہے لیکن بعض عام اور مشہور کبائر حسب ذیل ہیں:۔

کبائر

زنا۔ ہم جنسیت' شراب خوری اسی طرح تاڑی' گانجہ بھنگ وغیرہ نشہ کی چیزیں پینا' چوری کرنا' پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا' ناحق کسی کو قتل کرنا' شہادت کو چھپانا' جھوٹی شہادت دینا' جھوٹی قسم کھانا' کسی کا مال غصب کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال ناحق کھانا رشوت لینا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' قطع رحمی کرنا' ناپ تول میں کمی کرنا' رمضان میں بلا عذر کے روزہ نہ رکھنا' زکوٰۃ یا روزہ کو اپنے وقت پر ادا نہ کرنا' فرض حج کئے بغیر مر جانا' کسی مسلمان کو ظلماً نقصان پہنچانا' کسی صحابی کو برا کہنا' علمائے حق اور اہل اللہ کو برا کہنا اور ان کو بدنام کرنے کے درپے ہونا' جادو سیکھنا یا سکھانا یا اس پر عمل کرنا' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا' اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا' مردار جانور کا گوشت کھانا' خنزیر کا گوشت کھانا' چغل خوری کرنا' جوا کھیلنا' کسی مسلمان یا غیر مسلم کی غیبت کرنا' مال میں اسراف یعنی ضرورت سے زائد خرچ کرنا' زمین میں فساد پھیلانا' ڈاکہ زنی کرنا' کسی صغیرہ گناہ پر مداومت کرنا' لوگوں کے سامنے بلا ضرورت شرعی ستر کھولنا' خود کشی کرنا' پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا' قضا و قدر یعنی تقدیر کا انکار کرنا' نجومی یا کاہن کی تصدیق کرنا' تہ بند یا پاجامہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا' لوگوں کے پوشیدہ عیوب کو تلاش کرنا اور ان کے درپے ہونا' چوسر کھیلنا' طبلہ سارنگی وغیرہ بجانا' مسلمان کا کسی

مسلمان کو کافر کہنا' ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے حقوق میں برابری نہ کرنا' حائضہ عورت سے جماع کرنا' گانے بجانے کے ساتھ رقص کرنا' دوسرے کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا یا کسی دوسرے کے گھر میں جھانکنا' ان کے علاوہ اور بھی بعض گناہوں کو کبیرہ کی فہرست میں علمانے شامل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ۔ظاہر و باطن گناہ سے بچنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائیں۔اور جو گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں عمداً و سہواً ان پر سچی توبہ کی توفیق نصیب فرمائیں۔اور اپنی وسیع رحمت و مغفرت سے معاف فرمائیں۔

اب چونکہ یہاں خدا کے خوف سے ہر چھوٹے بڑے صغیرہ۔ کبیرہ گناہ سے بچنے کا ذکر آ گیا اور اسی کا دوسرا نام تقویٰ ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اگر کسی کو یہ اللہ کی توفیق سے میسر ہو جائے تو اس پر عجب و ناز نہ چاہئے کہ اپنے کو متقی پرہیز گار سمجھنے لگے جس کا بیان انشاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جو اپنے فضل و کرم سے ہم کو یہ دنیا کی فانی زندگی عطا فرمائی ہے تو اس زندگی کو اپنی رضا والی زندگی گذارنا نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے رضا والے اعمال صالحہ کی ہمیں توفیق نصیب فرمائیں اور ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ گناہ سے بچنے کی ہمت و عزم نصیب فرمائیں۔ اور گذشتہ میں جو تقصیرات اور گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان پر توبہ اور سچی ندامت نصیب فرمائیں اور اپنی رحمت سے اُن کو معاف فرمائیں۔

اے اللہ ہمیں ظاہر و باطن میں شریعت اسلامیہ کی پابندی نصیب فرما۔اور ہمارے ظاہر و باطن کو اپنی مرضیات پر قائم فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْٓا

وہ تم کو خوب جانتا ہے جب تم کو زمین سے پیدا کیا تھا، اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے، تو تم اپنے کو مقدس نہ سمجھا کرو

اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ﴿۳۲﴾

(بس) تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔

هُوَ اَعْلَمُ اور خوب جانتا ہے وہ	بِكُمْ تمہیں	اِذْ جب	اَنْشَاَكُمْ اس نے پیدا کیا تمہیں	مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے	وَاِذْ اور جب	اَنْتُمْ تم	اَجِنَّةٌ بچے	فِيْ میں	
بُطُوْنِ پیٹ (جمع)	اُمَّهٰتِكُمْ اپنی مائیں	فَلَا تُزَكُّوْٓا پس پاکیزہ نہ سمجھو	اَنْفُسَكُمْ اپنے آپ	هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے	بِمَنِ اسے جو۔جس	اتَّقٰى پرہیزگاری کی			

تفسیر و تشریح: اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر تقویٰ کی توفیق اللہ تعالیٰ نے کسی کو دے دی اور وہ کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے بچا تو یہ کوئی ناز کرنے اور شیخی مارنے اور اپنے کو بزرگ و برتر سمجھنے کی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ضعیف انسان کی بزرگی اور پاکبازی کو خوب جانتا ہے اور اس وقت سے جانتا ہے جبکہ اس انسان نے اپنی ہستی کے دائرہ میں بھی قدم نہ رکھا اور جس کی ابتدا مٹی کے گارے سے ہوئی تھی (مراد حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہے) اور پھر دوسرے عام انسان اپنی ماں کے پیٹ میں ناپاک خون سے پرورش پاتے رہے۔ تو انسان کی اصل جب ایسی ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے اور اپنی کمزوریوں کو سامنے رکھے اگر کسی کو اللہ نے اپنے فضل سے تقویٰ وپرہیزگاری کے بلند مقام پر پہنچا دیا تو اس کو اس پر بڑھ چڑھ کر دعویٰ کرنے اور بزرگی جتانے کا حق نہیں۔ اسی لئے جو واقعی متقی ہوتے ہیں وہ دعویٰ کرتے ہوئے شرماتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ باوجود تقویٰ کے پھر بھی پوری طرح کمزوریوں سے پاک ہو جانا بشریت کی حد سے باہر ہے۔ کچھ نہ کچھ آلودگی سب کو ہو ہی جاتی ہے۔

اس آیت میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:" وہ تم کو اور تمہارے احوال کو اس وقت سے خوب جانتا ہے جب تم کو یعنی تمہارے جدامجد آدم علیہ السلام کو زمین کی خاک سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے اور ان دونوں حالتوں میں تم کو اپنا علم نہ تھا تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو۔ بس تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے کہ فلاں متقی ہے فلاں نہیں گو صورۃً افعال تقویٰ کے دونوں سے صادر ہوتے ہوں"۔

یہاں اس آیت میں فلا تزکوآ انفسکم تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو فرما کر اہل ایمان کو خود پسندی اور عجب سے منع فرمایا گیا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ کا نام ان کے والدین نے برہ رکھا تھا جس کے معنی ہیں نیکو کار۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ نام سنا تو یہی آیت فلا تزکوآ انفسکم تلاوت فرما کر اس نام سے منع کیا کیونکہ اس میں اپنے نیک ہونے کا دعویٰ ہے اور نام بدل کر زینب رکھ دیا۔

بزرگان دین۔ اور سلف صالحین اس قرآنی حکم فلا تزکوآ انفسکم کے کس درجہ عامل تھے وہ ان کے اقوال وملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت حمدون جن کی وفات ۲۷۱ھ میں ہوئی ہے فرماتے ہیں جو شخص یہ خیال کرے کہ میرا نفس فرعون کے نفس سے بہتر ہے اس نے اپنا تکبر ظاہر کر دیا۔ اس ملفوظ کی شرح میں حضرت حکیم الامتہ مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اس کی عام فہم توجیہ یہ ہے کہ جب تک اس عالم سے گذر نہ جائے اس کا اطمینان نہیں ہو سکتا کہ وہ

فرعون سے بہتر ہے کیونکہ انجام کا حال معلوم نہیں تو بلا دلیل اپنے کو اس سے بہتر سمجھنا تکبر ہے اور اہل حال حضرات اس امر کو وجدانا محسوس کرتے ہیں انہیں توجیہ کی حاجت نہیں۔ باقی نفس کے بدتر ہونے سے افعال کا بدتر ہونا لازم نہیں چنانچہ اس کے ساتھ ہی اپنے اعمال ایمانیہ کو فرعون کے اعمال کفریہ سے یقیناً بہتر سمجھا جائے گا۔ خود حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانویؒ کا اپنا ایک ملفوظ ہے کہ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں تو بقسم کہتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا نہ علمی نہ عملی نہ حالی نہ قالی بلکہ مجھ میں تو سراسر عیوب بھرے پڑے ہیں۔ میری اگر کوئی برائی کرتا ہے تو یقین جانئے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں بلکہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کونسی تعریف کی بات ہے جو اس کا یہ خیال ہے۔ اس کو دھوکہ ہوا ہے۔ حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے اس لئے مجھے کسی کا برا بھلا کہنا مطلق ناگوار نہیں ہوتا اور اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہے تو اسی وقت دس عیب مجھے پیش نظر ہو جاتے ہیں"۔ (کمالات اشرفیہ حصہ دوم ملفوظ نمبر ۱۹۹)

سبحان اللہ! یہ ہوتے ہیں قرآنی احکام کے اثرات اہل اللہ کے طبائع پر۔ اس کے مقابل اب ہم اپنی حالت میں غور کریں تو عجب۔ رعونت۔ خود پسندی۔ تکبر گویا کوٹ کوٹ کر ہم میں بھرا ہوا ہے۔ اور غضب یہ کہ ان مہلک امراض سے نجات حاصل کرنے کا فکر بھی دامن گیر نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں اس آیت میں تعلیم دی گئی کہ محسنین کو عجب نہ کرنا چاہئے اور خود پسندی سے بچنا چاہئے کیونکہ مدار محسنیت کا خاتمہ پر ہے اور اپنے خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ جس طرح کہ انسان اپنی ابتدا کو نہیں جانتا وہ اللہ ہی کو معلوم ہے اسی طرح یہ خاتمہ کی حالت کو نہیں جانتا۔ اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے پھر شیخی۔ عجب۔ ناز کیا کوئی اپنی بزرگی اور تقویٰ پر کر سکتا ہے۔

الغرض یہاں محسنین یعنی نیکوں کی نیکی کی کچھ توضیح فرمائی اب آگے بدوں کی برائی کی کچھ توضیح فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے نفوس کو عجب وخود پسندی وغیرہ مہلک امراض سے نجات بخشیں اور تواضع وعبدیت نصیب فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی کمزوریاں اور عیوب رکھنے اور دوسروں کی بھلائیاں پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل وکرم سے تقویٰ وطہارت کی دولت دنیا میں نصیب فرمائیں اور اس کی برکت سے حُسن خاتمہ اور انجام کی خیر خوبی عطا فرمائیں۔ یا اللہ! ہمیں اپنا وہ خوف وخشیت اس دنیا میں عطا فرمادے کہ جو ہم ہر چھوٹے بڑے گناہ اور نافرمانی سے بچتے رہیں۔ اور یہ آپ ہی کی توفیق اور دستگیری واعانت سے ممکن ہے۔

یا اللہ! ہم سے جو شب وروز تقصیرات سرزد ہوتی رہتی ہیں ان کا احساس ہم کو عطا فرمادے تاکہ ہم توبہ واستغفار سے آپ کی طرف رجوع رہیں اور آپ اپنی شان کریمی ورحیمی سے ہماری خطاؤں سے درگذر فرماتے رہیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَفَرَءَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ﴿٣٣﴾ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ﴿٣٤﴾ أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰ ﴿٣٥﴾ أَمْ

تو بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے (دین حق سے) روگردانی کی۔ اور تھوڑا مال دیا اور (پھر) بند کر دیا۔ کیا اس شخص کے پاس علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ کیا اس کو

لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ﴿٣٧﴾ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴿٣٨﴾

اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی (اور وہ مضمون) یہ (ہے) کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ﴿٤١﴾

اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی۔ اور یہ کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جائے گی۔ پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اَفَرَءَيْتَ تو کیا تو نے دیکھا	الَّذِي تَوَلّٰى جس نے روگردانی کی	وَاَعْطٰى اور اس نے دیا	قَلِيْلًا تھوڑا سا	وَّاَكْدٰى اور اس نے بند کر دیا	اَعِنْدَهٗ کیا اسکے پاس		
عِلْمُ الْغَيْبِ علم غیب	فَهُوَ يَرٰى تو وہ دیکھ رہا ہے	اَمْ کیا	لَمْ يُنَبَّاْ وہ خبر نہیں دیا گیا	بِمَا وہ جو	فِيْ میں	صُحُفِ صحیفے	مُوْسٰى موسیٰ
وَاِبْرٰهِيْمَ اور ابراہیم	الَّذِيْ وہ جو۔ جس	وَفّٰى پورا کیا	اَلَّا تَزِرُ کہ نہیں اٹھاتا	وَازِرَةٌ کوئی بوجھ اٹھانے والا	وِزْرَ اُخْرٰى کسی دوسرے کا بوجھ		
وَاَنْ اور یہ کہ	لَيْسَ نہیں	لِلْاِنْسَانِ کسی انسان کیلئے	اِلَّا مگر	مَا سَعٰى جو اس نے سعی کی	وَاَنَّ اور یہ کہ	سَعْيَهٗ اس کی سعی	
سَوْفَ يُرٰى عنقریب دیکھی جائے گی	ثُمَّ پھر	يُجْزٰهُ اسے بدلہ دیا جائے گا	الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى بدلہ پورا پورا				

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں نیکوکاروں یعنی محسنین و متقین کا ذکر فرمایا گیا تھا اور نصیحت فرمائی گئی تھی کہ اپنی نیکی اور تقویٰ پر ناز اور عجب نہ کریں۔

اب آگے نیکوکاروں کے مقابلہ میں بروں اور بدکاروں کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ نے نیکوں کی صفت تو سن لی اب آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا کہ جو دین حق سے روگردانی کرتا ہے اور اللہ کی یاد سے منہ پھیرتا ہے اور جس نے اپنی اصل کو بھول کر خالق اور مالک حقیقی کی طرف سے منہ پھیر لیا اور سچائی سے اعراض کیا۔ اور کبھی کچھ کہنا مان لیا تو پھر رسی کاٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ کچھ تھوڑا سا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور پھر دل سکیڑ لیا۔

یہاں آیت میں افرء یت الذی تولی فرمایا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے منہ پھیر لیا اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا۔ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات ایک مشرک ولید بن مغیرہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر اس کو اسلام کی طرف تھوڑی سی رغبت ہو چلی تھی اور کفر کی سزا سے ڈر کر قریب تھا کہ مشرف باسلام ہو جائے تو ایک دوسرے کافر نے کہا کہ ایسا مت کر۔ میں تیرے سب جرائم اپنے اوپر لئے لیتا ہوں۔ تیری طرف سے میں سزا بھگت لوں گا بشرطیکہ اس قدر مال مجھ کو دیا جائے۔ ولید بن مغیرہ نے وعدہ کر لیا اور مقررہ رقم کی کچھ قسط ادا کر کے باقی سے انکار کر دیا تو یہاں آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن قرآن کریم کا طریقہ یہی ہے اور وعظ و نصیحت میں مناسب بھی یہی ہے کہ تعمیم کی جائے کہ جس شخص کی ایسی حالت ہو آیت سب کو شامل ہے۔ تو ولید بن مغیرہ نے اگرچہ مال دینے کا وعدہ اپنے مطلب کے واسطے کیا تھا لیکن وہ بھی پورا نہ دیا جس سے مفہوم ہوا کہ ایسا شخص دوسروں کی نفع رسانی کے لئے کیا خرچ کرے گا جب اپنے ہی مطلب کے لئے پورا خرچ نہ کر سکا اور مال کی محبت میں ہاتھ روک لیا۔ اسی شخص کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے کہ کیا یہ شخص غیب کی

بات دیکھ آیا ہے یا اس کو کسی صحیح ذریعہ سے یہ غیب کی بات معلوم ہوگئی کہ آئندہ اس کو کفر کی سزا نہ ملے گی اور دوسرے کو اپنی جگہ پیش کر کے چھوٹ جائے گا اور کوئی دوسرا اس کی طرف سے عذاب کا متحمل ہو جائے گا۔ یہ اس شخص نے کیسے یقین کر لیا کہ اس کی طرف سے دوسرا عذاب بھگت لے گا۔ لہٰذا اس سے کہہ دیا جائے کہ کیا تو نے وہ باتیں نہیں سنی جو حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں لکھی ہوئی تھی کہ خدا کے ہاں کوئی مجرم دوسرے مجرم کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ ہر ایک کو اپنی اپنی جواب دہی بذات خود کرنا ہوگی۔ تو جب کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر ایسے طور سے نہیں لے سکتا کہ گناہ کرنے والا بری ہو جائے پھر یہ شخص کیسے سمجھ گیا کہ اس کا سارا گناہ دوسرا اپنے سر لے لے گا۔ پھر ان صحیفوں میں یہ بھی مضمون تھا کہ انسان کو ایمان کے بارہ میں صرف اپنی ہی کمائی ملے گی یعنی کسی دوسرے کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو کرے گا سو بھرے گا۔ ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہوگا جس کا اسے قیامت میں پورا بدلہ ملے گا جو وہ دنیا میں کر جائے گا۔ اور یہ مضمون بھی ان صحیفوں میں آچکا ہے کہ سب کو اپنے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے اور وہیں سے اس کو پورا بدلہ ملنا ہے تو جتلانا نتیجہ میں یہ مقصود ہے کہ ہر شخص کو ایمان لانا اور اسلام کا فرمانبردار ہونا چاہئے خدا تعالیٰ سے ڈر کر گناہوں کو چھوڑنا چاہئے اور نیکی کمانے میں اپنی کوشش کرنی چاہئے۔ مشرکین میں ایام جاہلیت میں تو یہ عقیدہ تھا ہی کہ بتوں کی سفارش اور شفاعت سے ہمارے سب کام بن جائیں گے لیکن یہود اہل کتاب کے ہاں بھی یہ عقیدہ پختہ طور پر قائم ہو گیا تھا کہ بزرگوں کا مقبولین اور انبیاء میں سے ہونا ان کی اولاد کے لئے بالکل کافی ہے جو لوگ پیغمبروں کی نسل میں سے ہیں ان کو ان کے بزرگ نجات دلا دیں گے اور عیسائیوں نے تو نجات کے سارے مسئلہ کا دار مدار ہی کفارہ اور شفاعت کے عقیدہ پر ٹھہرا دیا۔ ان کے عقیدہ کے موافق عیسیٰ مسیح سولی پر چڑھ کر سب کی طرف سے کفارہ ادا کر گئے۔ قرآن پاک نے اس کے برخلاف سارا زور ہر فرد کی ذمہ داری اور اس سے حساب کتاب پر دیا ہے اور نجات کا دار مدار بعد فضل خداوندی کے اپنے ذاتی ایمان اور عمل پر رکھا ہے یہ نہیں کہ ایک کا ایمان اور دوسرے کی نجات' یہاں اسی مسئلہ کو ثابت فرمایا گیا ہے رہا ایصال ثواب کا مسئلہ کہ کوئی خوشی سے اپنے بعض حقوق دوسرے کو ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ اس کو منظور کر لے تو یہ الگ بات ہے جو احادیث متعددہ کی بنا پر اپنی جگہ پر بالکل ثابت ہے اس لئے مسئلہ ایصال ثواب اس آیت کے ہرگز منافی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ آخرت میں کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر اس طور پر نہیں لے سکتا کہ گناہ کرنے والا بری ہو جائے۔ یہاں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں کے بعض مضمون عقائد سے متعلق ذکر فرمائے گئے ابھی اگلی آیات میں انہی صحیفوں کے بعض دیگر مضامین متعلق عقائد ذکر فرمائے گئے ہیں۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو تمام اسلامی عقائد پر ایمان و یقین کامل نصیب فرما۔ اور اپنے فضل و کرم سے ہمارے ایمان و سعی کو قبول فرما کر ہماری نجات کا ذریعہ بنا۔ حق تعالیٰ ہم کو ایمان کے ساتھ عمل صالح کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو آخرت کی کمائی کی فکر نصیب فرمائیں۔ یا اللہ! امت مسلمہ میں سے آخرت سے غفلت کے مرض کو دور فرما دے۔ ایمان و اسلام کی صحیح قدردانی ان کو نصیب فرما دے۔ نجات آخرت کا صحیح فکر اور اس کے لئے سعی کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿٤٢﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿٤٣﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ

اور یہ کہ (سب کو) آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔ اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رُلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی دونوں قسم

الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٤٥﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿٤٦﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿٤٧﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ

یعنی نر اور مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے۔ جب (رحم میں ڈالا) جاتا ہے۔ اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا اُس کے ذمہ ہے۔ اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ

اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿٤٨﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿٤٩﴾ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿٥٠﴾ وَثَمُوْدَا فَمَآ

(دیکر محفوظ اور) باقی رکھتا ہے۔ اور یہ کہ وہی مالک ہے ستارہ شعریٰ کا بھی۔ اور یہ کہ اُس نے قدیم قوم عاد کو (اُس کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا۔ اور ثمود کو بھی کہ (ان میں سے)

اَبْقٰى ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿٥٢﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿٥٣﴾

کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور ان سے پہلے قوم نوحؑ کو (ہلاک کیا)، بے شک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے۔ اور اُلٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا تھا۔

فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿٥٥﴾ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿٥٦﴾ اَزِفَتِ

پھر ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے کہ گھیر لیا۔ سو اپنے رب کی کونسی نعمت میں شک (وانکار) کرتا رہے گا۔ یہ (پیغمبر) بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں۔ (ان کو مان لو کیونکہ) وہ جلدی

الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَ

آنے والی چیز قریب آ پہنچی ہے کوئی غیر اللہ اس کا ہٹانے والا نہیں۔ سو کیا (ایسے خوف کی باتیں سُن کر بھی) تم لوگ اس کلام (الٰہی) سے تعجب کرتے ہو۔ اور ہنستے ہو

لَا تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿٦٢﴾

اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو۔ اور تم تکبر کرتے ہو۔ سو اللہ کی اطاعت کرو (اس کی بلا شرکت) عبادت کرو۔

وَاَنَّ اور یہ کہ	اِلٰی طرف	رَبِّكَ تمہارا رب	الْمُنْتَهٰى انتہا	وَاَنَّهٗ اور بیشک	هُوَ اَضْحَكَ وہی ہنساتا ہے	وَاَبْكٰى اور وہ رلاتا ہے	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ
هُوَ اَمَاتَ وہی مارتا ہے	وَاَحْيَا اور جلاتا ہے	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ	خَلَقَ اس نے پیدا کیے	الزَّوْجَيْنِ جوڑے	الذَّكَرَ مرد	وَالْاُنْثٰى اور عورت	
مِنْ نُّطْفَةٍ نطفہ سے	اِذَا تُمْنٰى جب وہ ڈالا جاتا	وَاَنَّ اور یہ کہ	عَلَيْهِ اسی پر	النَّشْاَةَ (جی) اٹھانا	الْاُخْرٰى دوبارہ	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ	هُوَ وہی
اَغْنٰى اس نے غنی کیا	وَاَقْنٰى اور سرمایہ دار کیا	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ	هُوَ وہی	رَبُّ الشِّعْرٰى شعریٰ (ستارے) کا رب	وَاَنَّهٗ اور بیشک وہ		
اَهْلَكَ اس نے ہلاک کیا	عَادَا الْاُوْلٰى عاد پہلی (قدیم)	وَثَمُوْدَا اور ثمود	فَمَآ اَبْقٰى پس اس نے باقی نہ چھوڑا	وَقَوْمَ اور قوم	نُوْحٍ نوحؑ	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	
اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا وہ تھے	هُمْ وہ	اَظْلَمَ بڑے ظالم	وَاَطْغٰى اور بہت سرکش	وَالْمُؤْتَفِكَةَ اور الٹنے والی بستیاں	اَهْوٰى دے مارا	
فَغَشّٰىهَا تو اسکو ڈھانپ لیا	مَا غَشّٰى جس نے ڈھانپ لیا	فَبِاَيِّ پس کس	اٰلَآءِ نعمت	رَبِّكَ اپنا رب	تَتَمَارٰى تو شک کرے گا	هٰذَا یہ	نَذِيْرٌ ایک ڈرانےوالا
مِنَ سے	النُّذُرِ الْاُوْلٰى پہلے ڈرانے والے	اَزِفَتِ قریب آ گئی	الْاٰزِفَةُ قریب آنے والی	لَيْسَ نہیں	لَهَا اس کیلئے اس کا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	
كَاشِفَةٌ کوئی کھولنے والا	اَفَمِنْ تو کیا۔ سے	هٰذَا الْحَدِيْثِ اس بات	تَعْجَبُوْنَ تم تعجب کرتے ہو	وَتَضْحَكُوْنَ اور تم ہنستے ہو	وَلَا تَبْكُوْنَ اور تم نہیں روتے		
	وَاَنْتُمْ اور تم	سٰمِدُوْنَ غفلت کرتے (غافل) ہو	فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ پس تم سجدہ کرو اللہ کے آگے	وَاعْبُدُوْا اور اس کی عبادت کرو			

تفسیر وتشریح: حضرت موسیٰ وحضرت ابراہیم علیہما السلام کے صحیفوں میں جو خاص ہدایات یا تعلیمات تھیں ان میں چند کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا۔انہی صحیفوں کے مزید مضامین کا ذکر ان آیات میں فرمایا جاتا ہےاور بتلایا جاتا ہے کہ یہ باتیں بھی حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیمؑ کے صحیفوں میں بیان ہو چکی ہیں۔

(۵) سب کو اپنے پروردگار کے پاس پہنچنا ہے۔

(۶) خوشی اور غم خدا کی طرف سے ہے۔

(۷) مارنا اور جلانا بھی اسی کے قدرت میں ہے۔

(۸) ایک قطرہ منی سے وہی نر و مادہ بناتا ہے۔

(۹) مرنے کے بعد وہی بار دیگر حشر میں زندہ کرے گا۔

(۱۰) غنیٰ اور تنگدستی وہی دیتا ہے۔

(۱۱) ستارہ شعریٰ کا مالک بھی وہی ہے۔جاہلیت میں مشرکین اس ستارہ کو معبود سمجھ کر اس کی پرستش کرتے تھے ستارہ پرستی کا شرک اس وقت نہ صرف عربوں بلکہ دوسری مشرک قوموں یعنی مصریوں یونانیوں رومیوں ہندیوں وغیرہ میں بھی پایا جاتا تھا۔

(۱۲) ان صحیفوں میں یہ بھی بتایا گیا تھا یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بداعمالی اور سرکشی و نافرمانی کا دنیا میں ثمرہ نہیں ملتا۔قوم عاد کو اسی نے ان کے کفر کی وجہ سے ہلاک کیا۔اور ثمود کو بھی اور قوم نوحؑ کو بھی جو سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے کہ ساڑھے نو سو برس کی دعوت میں بھی راہ پر نہ آئے اور قوم لوطؑ کی بستیوں کو بھی الٹ کر ہلاک کر دیا گیا تھا اور اوپر سے ان پر پتھروں کی بارش ہوئی تھی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے برگزیدہ اور جلیل القدر انبیاء کے یہ مضامین بیان فرما کر حق تعالیٰ عام انسانوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے انسان جب ایسے ایسے مضامین سے تجھ کو آگاہ کیا جاتا ہے جو بوجہ ذریعہ ہدایت ہونے کے ہر ہر مضمون بجائے خود ایک نعمت ربانی ہے تو اے انسان تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت میں شک وانکار کرتا رہے گا اور ان مضامین کی تصدیق کر کے ان سے نفع حاصل نہ کرے گا۔اس کے بعد خاتمہ کی آیات میں تمام نصیحت کا لب لباب بیان فرمایا جاتا ہے اور منکرین کو سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو یہ پیغمبر یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں اور مجرموں کو اسی طرح برے انجام سے ڈرانے والے ہیں جیسا ان سے پیشتر دوسرے انبیاء ڈرا چکے ہیں۔تو ان کو مان لو کیونکہ قیامت قریب ہی آ لگی ہے جس کا ٹھیک وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کھول کر نہیں بتا سکتا اور جب وقت معین آ جائے گا تو کوئی طاقت اس کو دفع نہیں کر سکتی تو اے منکرین قیامت تم کو اس کے قرب کا ذکر سن کر چاہئے تھا کہ خوف خدا سے رونے لگتے اور گھبرا کر اپنے بچاؤ کی تیاری کرتے مگر تم اس کے برخلاف قیامت سے تعجب کرتے ہو اور ہنس کر اسے ٹال دیتے ہو اور غافل و بے فکر ہو کر تم تکبر کرتے ہو۔دیکھو عاقل کو زیبا نہیں کہ انجام سے غافل ہو کر نصیحت وفہمائش کی باتوں پر ہنسے اور مذاق اڑائے بلکہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کی راہ اختیار کرے اور مطیع فرمانبردار ہو کر سر نیاز خداوند قہار کے سامنے جھکا دے۔

عام تعلیمات جو ان خاتمہ کی آیات میں دی گئی ہیں وہ یہی ہیں کہ آخر کار سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اپنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔رہی دنیا میں خوشی یا غمی یا امیری وفقیری تو یہ سب بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں۔کسی دوسرے کے قبضہ میں نہیں وہی اسباب کو پیدا کرتا ہے اور پھر اسباب میں تاثیر دیتا ہے۔وہی ستاروں آسمانوں اور زمینوں کا خالق اور مالک ہے۔اس کی نافرمانی پر قوموں پر دنیا ہی میں ہلاکت و بربادی کے عذاب آئے۔اس لئے غور وفکر کرنے

والے انسان کو جو عبرت و نصیحت کا سبق یہ خاتمہ کی آیات دیتی ہیں اس کا مقتضا یہی ہے کہ اے انسانو تم سب اللہ تبارک تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آؤ۔ اس کی طاعت و عبادت کو لازم سمجھو اور اسی ایک اللہ کے سامنے جھکو اور صرف اسی کو سجدہ کرو۔ بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کی تلاوت فرمائی اور اخیر میں سجدہ تلاوت ادا کیا اور آپ کے ساتھ سب حاضرین مجلس جس میں مومنین و مشرکین اس وقت دونوں شامل تھے سب نے سجدہ کیا بجز ایک بوڑھے قریشی کے جس نے زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھا کر پیشانی سے لگالی اور کہا کہ مجھے یہی کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ پھر میں نے اس شخص کو حالت کفر میں مقتول پڑا ہوا دیکھا ہے اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں مسلمانوں کو تو سجدہ کرنا تھا ہی۔ لیکن جو مشرکین اس وقت حاضر تھے اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی کچھ ایسی حالت غالب کر دی کہ سب سجدہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ گو اس وقت ان کا سجدہ بوجہ کفر کے کچھ ثواب نہ رکھتا تھا مگر وہ بھی اپنا ایک اثر یہ چھوڑ گیا کہ بعد میں ان سب کو اسلام و ایمان کی توفیق ہوگئی صرف ایک آدمی کفر پر مرا جس نے سجدہ سے گریز کیا تھا۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۲۲۲)

الحمدللہ اس درس پر سورہ نجم کا بیان پورا ہو گیا۔

سورۃ النجم کے خواص

۱.....اگر کوئی آدمی ناکامیوں کا سامنا کر رہا ہو تو وہ ہرن کے چمڑے کے ٹکڑے پر سورۃ النجم لکھ کر گلے میں یا بازو میں لٹکائے تو وہ جس سے بحث کرے گا اس پر غالب آئے گا جہاں بھی جائے گا کامیاب و کامران ہوگا۔

والنجم اذھوی ...... الکبری

اگر کسی آدمی کو حافظہ کی کمزوری، دل کی کمزوری وغیرہ کی شکایت ہو، بھول جاتا ہو، قرآن کریم حفظ کرنے میں مشکل ہے تو وہ مذکورہ آیات کو شیشہ کے برتن میں عرق گلاب اور کستوری سے لکھے آب زمزم سے دھوئے اور سات دن مسلسل نہار منہ پیئے تو اس کا دل و دماغ تر و تازہ اور حافظہ مضبوط ہو جائے گا۔

(الدرر النظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو زندگی دنیا میں عطا فرمائی ہے اس میں آخرت کا فکر نصیب فرمائیں اور اپنے رضا والے اعمال کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ گذشتہ قوموں کے واقعات و حالات سے ہم کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت ہو اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو بچنا نصیب ہو۔

یا اللہ گذشتہ زندگی میں جو ہم سے تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ندامت قلب کے ساتھ توبہ کی توفیق نصیب ہو اور آئندہ میں اپنے احکام کی فرمانبرداری و اطاعت کے ساتھ زندہ رہنا اور مرنا نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝۱ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝۲

قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہوگیا۔ اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے۔

اِقْتَرَبَتِ قریب آگئی	اَلسَّاعَةُ قیامت	وَانْشَقَّ اور شق ہوگیا	اَلْقَمَرُ چاند	وَاِنْ يَّرَوْا اور اگر وہ دیکھتے ہیں	اٰيَةً کوئی نشانی	يُّعْرِضُوْا وہ منہ پھیر لیتے ہیں		
وَيَقُوْلُوْا اور وہ کہتے ہیں	سِحْرٌ جادو	مُّسْتَمِرٌّ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا						

تفسیر وتشریح: اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں، وانشق القمر کا جملہ آیا ہے یعنی چاند پھٹ گیا جس میں اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کی طرف اس لئے علامت کے طور پر اس سورۃ کا نام قمر مقرر رہا۔

ان آیات کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ہجرت مدینہ سے تقریباً ۵ سال پہلے ایک مرتبہ مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوکر آئے اور آپ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ خدا کے سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھلائیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلائیں۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ کفار نے علمائے یہود سے دریافت کیا تھا کہ ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان کی صداقت کا نشان کیا طلب کرنا چاہئے؟۔ انہوں نے کہا کہ سحر کا اثر صرف زمین تک محدود ہے۔ تم کہو کہ ہم کو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلا دیں۔ امید ہے کہ وہ ایسا نہ دکھلا سکیں گے۔ انہیں یہود کے سکھلاوے سے کفار مکہ نے آپ سے شق قمر کا سوال کیا تھا۔ رات کا وقت تھا۔ چودھویں شب کا چاند طلوع کئے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر یہ معجزہ دکھلا دوں تو ایمان لے آؤ گے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں ایمان لے آئیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے دعاء کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر تھا دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر۔ لوگوں نے حیرت سے دیکھا اور ان کے حیرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی آنکھوں کو کپڑے سے پونچھتے تھے اور پھر چاند کی طرف دیکھتے تھے تو صاف دو ٹکڑے نظر آتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت فرمارہے تھے۔ اشہدوا اشہدوا یعنی اے لوگو گواہ رہو۔ اے لوگو گواہ رہو۔ کچھ دیر تک چاند اسی طرح رہا اور اس کے بعد پھر جڑ کر ویسا ہی ہوگیا۔ مشرکین نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام لوگوں پر جادو کر دیں اگر وہ بھی اسی طرح اپنا مشاہدہ بیان کر دیں تو سچ ہے اور وہ اگر یہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو سمجھنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر سحر کیا ہے۔ چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا۔ ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ہم نے شق قمر یعنی چاند کو پھٹکر دو ٹکڑے ہونا دیکھا ہے مگر ان شہادتوں کے باوجود بھی معاندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ یہ سحر مستمر ہے یعنی عنقریب اس کا اثر زائل ہوجائے گا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ قیامت نزدیک آگئی اور ان مشرکین کی

درخواست پر چاند ٹکڑے ہوگیا جو کہ رسول کے صدق کی ایک نشانی اور قرب قیامت کی ایک علامت ہے اور باوجود اس کے یہ لوگ اپنی ضد پر قائم ہیں چنانچہ اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے جو کہ ابھی ختم ہوا چاہتا ہے۔

معجزہ شق القمر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہونا قرآن کریم اور احادیث متواتر اور اسانید صحیحہ سے ثابت ہے اور اسی پر تمام سلف وخلف کا اجماع ہے۔ مخالفین اسلام خصوصاً عیسائی اس معجزہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اوّل تو یہ بات محال اور ناممکن الوقوع ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں دوسرے یہ کہ اس واقعہ کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں۔ علمائے کرام نے اس اعتراض کے متعدد جوابات لکھے ہیں لیکن جو جواب شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے وہ بڑا جامع اور مختصر ہے جسے یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔ مولانا لکھتے ہیں:۔ ''جواب یہ ہے کہ آج تک کسی دلیل عقلی سے اس قسم کے واقعہ کا محال اور ناممکن ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس طرح اجسام سفلیہ میں کون وفساد عقلاً محال اور ناممکن نہیں اسی طرح اللہ کی قدرت اور مشیت سے اجسام علویہ میں بھی کون وفساد محال نہیں خداوند ذوالجلال کی قدرت کے اعتبار سے آسمان وزمین۔ شمس وقمر۔ شجر وحجر سب برابر ہیں جس خدا نے شمس وقمر کو بنایا ہے وہ خدا ان کو توڑ بھی سکتا ہے اور توڑ کر جوڑ بھی سکتا ہے۔ بہرحال اس قسم کے خوارق کا ظہور قطعاً محال نہیں۔ ہاں مستبعد ضرور ہے اور ہر معجزہ کے لئے مستبعد ہونا ضروری ہے (کیونکہ معجزہ تو نام ہی اس فعل کا ہے جو عام عادت کے خلاف اور عام لوگوں کی قدرت سے خارج حیرت انگیز ہو) رہا یہ امر کہ اس واقعہ کا ذکر تاریخوں میں نہیں تو صدہا اور ہزاروں ایسے عجیب وغریب واقعات ہیں کہ جو وقوع میں آئے مگر تاریخوں میں ان کا ذکر نہیں۔ توریت اور انجیل میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کا کسی تاریخ میں کہیں نام ونشان نہیں۔ نیز شق قمر کا واقعہ رات کا واقعہ ہے جو عموماً لوگوں کے آرام کا وقت ہے اور جو صرف تھوڑی دیر کے لئے رہا اس لئے اگر عام طور پر لوگوں کو اس کا علم نہ ہوا ہو تو تعجب نہیں۔ بسا اوقات چاند اور سورج گہن ہوتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو علم بھی نہیں ہوتا نیز اختلاف مطالع کی وجہ سے بہت مقامات پر اس وقت دن ہوگا اور کسی جگہ آدھی رات ہوگی عموماً لوگ سوتے ہوں گے۔ نیز اس معجزہ سے مقصود فقط اہل مکہ کو دکھلانا اور ان پر حجت قائم کرنا تھا وہ مقصود حاصل ہوگیا۔ تمام عالم کو دکھلانا مقصود بھی نہ تھا۔ نیز کسی شے کا دیکھنا اللہ کے دکھلانے پر موقوف ہے۔ اگر کوئی شے نظروں کے سامنے بھی ہو اور اللہ تعالیٰ نہ دکھلانا چاہیں تب بھی وہ شے نظر نہیں آتی۔ (سیرۃ المصطفٰی جلد اوّل''۔)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس کی تکذیب نہیں ہوسکتی باایں ہمہ ہندوستان کی مشہور و مستند ''تاریخ فرشتہ'' وغیرہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ہندوستان میں مہاراجہ مالیبار کے اسلام کا سبب اسی واقعہ کو لکھتے ہیں کہ مہاراجہ مالیبار نے یہ واقعہ بچشم خود دیکھا اور اپنے روزنامچہ میں لکھوایا۔

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث ومفسر دہلویؒ اپنی تفسیر حقانی میں لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے راجہ بھوج کی متواتر نقل وہاں کے باشندوں میں مشہور ہے اور غالباً کسی ہندو کی تاریخ میں بھی ہو جو راجہ بھوج کے عہد میں ان کی حکومت کے حالات میں لکھی گئی ہو کہ راجہ نے جو اس وقت اپنے بام کی چھت پر بیٹھا تھا یہ واقعہ شق قمر دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر اپنے علما وفضلا سے پوچھا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ سے یہ معجزہ سرزد ہونا

بحوالہ اپنے علوم متوارث کے بیان کیا جس سے وہ راجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔

الغرض اس زمانہ میں آج کل کی طرح رصدگاہیں وغیرہ اس حد تک ترقی یافتہ نہ تھیں کہ آسمان میں پیش آنے والے ہر واقعہ کا نوٹس لیتیں اور اس کو ریکارڈ پر محفوظ کرلیتیں۔ بہرحال اس معجزہ کی توثیق قرآن کریم سے ہوتی ہے اور صحیح احادیث سے بھی بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ اہل مکہ (کفار) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ ان کو کوئی بڑا نشان دکھایا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چاند کا پھٹنا دکھلایا۔ اس کے دو ٹکڑے تھے کوہ حرا ان دونوں کے درمیان تھا۔ اجلہ صحابہ میں سے تین بزرگوں یعنی حضرت علیؓ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت جبیر بن مطعمؓ کی شہادت شق قمر کی چشم دید ہے۔

الغرض یہاں اللہ تعالیٰ دنیا کے خاتمہ کی اور قیامت کے قرب کی اطلاع دیتے ہیں۔ اور حقیقۃً قیامت کے نزدیک ہونے میں شبہ بھی کیا ہے۔ اول تو جب ایک انسان مرا اس کی انفرادی قیامت تو اسی وقت سے شروع ہوگئی۔ رہی اجتماعی قیامت تو جب وہ یقینی ہے اور لازمی ہے تو پھر اس کی دوری کو بھی نزدیک ہی سمجھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرب قیامت کا یقین کامل عطا فرمائیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرا آنا اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں اور بھی چند روایات حدیث میں آپ کا قیامت کے قریب ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک بڑی علامت قیامت کی یہ بھی ہے کہ آپ کے معجزہ کے طور پر چاند کے دو ٹکڑے ہو کر الگ الگ ہو جاویں گے پھر باہم جڑ جاویں گے۔

آگے منکرین کے متعلق مضمون ہے کہ جو اس معجزہ شق القمر کو بھی دیکھ کر تکذیب پر جمے رہے جس کا بیان اگلی آیات میں انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! قرآن و حدیث کی تمام بتلائی ہوئی باتوں پر ہمیں یقین کامل اور ایمان صادق نصیب فرما۔ اور دین کی باتوں سے منہ پھیر لینا اور مکر جانا اور ان کو ٹال دینا جو کافرانہ خصلت ہیں اس سے ہمیں محفوظ فرما۔

یا اللہ! آپ نے تو اپنے کلام پاک میں فرما دیا کہ قیامت نزدیک آپہنچی مگر ہم کفار و مشرکین اور منکرین کو کیا کہیں ہمیں تو رونا اپنے اہل اسلام کے لئے ہے جو قیامت و آخرت سے بالکل غافل اور نڈر ہو کر دنیا میں زندگی گذار رہے ہیں۔ اور شب و روز معاصی اور منکرات میں مشغول ہیں۔ یا اللہ! قرب قیامت کا ہم کو وہ خوف و خشیت عطا فرما جو ہمارے دلوں سے آخرت کی طرف سے غفلت اور لاپروائی کو دور کر دے اور ہمہ وقت آخرت کا فکر ہم کو نصیب ہو جائے۔

یا اللہ! اولیاء اللہ کی کرامات اور انبیائے کرام کے معجزات جو حق ہیں ان پر ہمیں یقین صادق عطا فرما اور ان کی طرف سے کوئی شک و شبہ و خطرہ ہمارے دلوں میں نہ آنے دے۔ یا اللہ! موجود زمانہ جو منکرات اور ممنوعات سے لبریز ہے ہمیں اسلام حقیقی پر استقامت کاملہ نصیب فرما۔ اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ

ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آجاتا ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس (تو امم ماضیہ کی بھی) خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں کہ ان میں (کافی) عبرت ہو۔

مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝

یعنی اعلیٰ درجہ کی دانشمندی (حاصل ہو سکتی) ہے۔ سو خوف دلانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتیں۔ تو آپ ان کی طرف سے خیال نہ کیجئے جس روز ایک بلانے والا فرشتہ

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ

(ان کو) ایک ناگوار چیز کی طرف بلاوے گا۔ اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی (اور) قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے۔ (اور پھر نکل کر)

اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ

بلانے والے کی طرف دوڑے چلے جارہے ہوں گے، کافر کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے۔

وَكَذَّبُوْا اور انہوں نے جھٹلایا	وَاتَّبَعُوْا اور پیروی کی	اَهْوَآءَهُمْ اپنی خواہشات	وَكُلُّ اَمْرٍ اور ہر کام	مُّسْتَقِرٌّ وقت مقرر وَلَقَدْ جَآءَهُمْ اور تحقیق آگئی ان کے پاس			
مِنَ سے	الْاَنْبَآءِ (جمع) خبریں	مَا فِيْهِ جس میں	مُزْدَجَرٌ ڈانٹ (عبرت)	حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ حکمت بالغہ (کامل دانشمندی)	فَمَا تُغْنِ تو نہ فائدہ دیا		
النُّذُرُ ڈرانیوالے	فَتَوَلَّ سو تم منہ پھیرلو	عَنْهُمْ ان سے	يَوْمَ جس دن	يَدْعُ بلائے گا	الدَّاعِ ایک بلانے والا	اِلٰى طرف	شَيْءٍ نُّكُرٍ شے ناگوار
خُشَّعًا جھکی ہوئی	اَبْصَارُهُمْ ان کی آنکھیں	يَخْرُجُوْنَ وہ نکلیں گے	مِنَ الْاَجْدَاثِ قبروں سے	كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ	جَرَادٌ ٹڈیاں	مُّنْتَشِرٌ پراگندہ	
	مُّهْطِعِيْنَ لپکتے ہوئے	اِلَى الدَّاعِ پکارنے والے کی طرف	يَقُوْلُ کہیں گے	الْكٰفِرُوْنَ کافر (جمع)	هٰذَا یہ	يَوْمٌ عَسِرٌ بڑا سخت دن	

تفسیر و تشریح: گذشتہ ابتدائی آیات میں سورۃ کی ابتدا قیامت کے ذکر سے فرمائی گئی تھی کہ قیامت کو بس آیا ہی سمجھو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے چاند کا پھٹ جانا یہ ایک نمونہ اور نشانی ہے قیامت کی کہ آگے سب کچھ یونہی پھٹے گا اور مٹے گا۔ منکرین و کفار کو چاہئے تو یہ تھا کہ ایسا عظیم الشان معجزہ دیکھ کر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آتے مگر ان کفار کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو یہ کہہ کر کہ یہ جادو ہے اس کو ٹال دیتے ہیں۔ اب آگے ان آیات میں انہی منکرین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ قرآن کے ذریعہ سے ہر قسم کے احوال اور تباہ شدہ قوموں کے واقعات ان منکرین کو بتلائے جا چکے ہیں جن میں اگر غور و فکر کریں تو ان سے اعلیٰ درجہ کی دانشمندی اور کافی عبرت حاصل ہو سکتی ہے قرآن کریم پوری حکمت اور عقل کی باتوں کا مجموعہ ہے۔ کوئی ذرا نیک نیتی سے توجہ کرے تو دل میں اس کی نصیحتیں اترتی چلی جائیں مگر افسوس کہ اتنے سامان ہدایت کی موجودگی میں بھی ان منکرین پر کچھ اثر نہیں ہوتا اور کوئی نصیحت و فہمائش ان کو کام نہیں دیتی۔ کتنا ہی سمجھاؤ کان پر جوں تک نہیں رینگتی لہٰذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سنگدل بدبختوں کو منہ نہ لگایئے۔ آپ فرض تبلیغ و دعوت پوری طرح ادا کر چکے۔ اب زیادہ ان کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں۔ یہ اس وقت ماننے والے نہیں۔ یہ تو قیامت کو دیکھ کر ہی مانیں گے جس روز ایک پکارنے والا فرشتہ مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں پکاریں گے کہ چلو میدان حشر کی طرف اس وقت خوف اور ہیبت کے مارے ذلت و ندامت کے ساتھ یہ منکرین آنکھیں جھکائے ہوں گے کیونکہ قبروں سے نکلتے ہی انہیں محسوس ہو جائے گا کہ یہ وہی دوسری زندگی ہے جس کا ہم انکار کرتے تھے اور جس کے لئے ہم کوئی تیاری کر کے نہیں آئے اور اب ہم کو مجرم کی حیثیت سے پیش ہونا ہے چنانچہ تمام اگلے پچھلے قبروں سے نکل کر ٹڈی دل کی طرح پھیل پڑیں گے اور خداوند قدوس کی عدالت میں حاضری دینے کے لئے تیزی

12 کے ساتھ دوڑتے ہوں گے۔ یہاں انسانوں کے قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف جانے کی مثال ٹڈی دل سے دی گئی ہے۔ انسانوں کے اس انبوہ عظیم کی قریب ترین مثال جو اس دنیا میں دی جا سکتی ہے وہ ٹڈی دل ہی کی ہے۔ بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ ٹڈی دل جب بھی اپنی پوری قوت کے ساتھ ظہور پذیر ہوتا ہے تو ساری فضائے آسمانی پر میلوں بلکہ منزلوں تک ٹڈیوں کے دل کے بادل تہ بتہ چھا جاتے ہیں اور دن کی روشنی ماند ہو کر تاریکی پھیل جاتی ہے۔ مبصرین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مشرقی افریقہ میں جب ٹڈی دل پوری قوت کے ساتھ آیا ہے تو عرض میں تین میل اور طول میں ساٹھ میل تک تھا اور ٹڈیوں کی تعداد کا تخمینہ اس وقت سو کھرب یا ایک نیل (..................1) کا کیا گیا اور بعض دل اس سے بھی بڑے بڑے مشاہدہ میں آچکے ہیں (تفسیر ماجدی۔سورہ قمر)

پھر یہاں جو آیت میں قبروں سے نکلنا فرمایا گیا ہے تو اس سے مراد زمین میں کھود کر جو قبر بنائی جاتی ہے وہ قبر مراد نہیں ہے بلکہ عالم قبر مراد ہے اور جو مرنے کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ جس کو عالم برزخ یا عالم مثال بھی کہتے ہیں اور جو عالم آخرت شروع ہونے تک قائم رہے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص جہاں بھی مرا ہوگا اور جس جگہ اس کی خاک پڑی ہوگی وہیں سے وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوگا۔ تو کفار منکرین اس دن یعنی یوم حشر کے ہولناک احوال اور اپنے جرائم کا تصور کر کے کہیں گے کہ یہ دن بڑا سخت آیا ہے دیکھو اب کیا گزرے گی۔

اب یہاں یہ غور کیجئے کہ منکرین ومکذبین کی بدخصلت جو اس جگہ ظاہر فرمائی گئی وہ واتبعوا اھواءھم فرمائی گئی یعنی انہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی تو معلوم ہوا کہ نفسانی خواہشات کی پیروی کتنا شدید جرم ہے کہ ایک کافر مشرک کا کفر وشرک پر جمے رہنا۔ اسی اتباع ہویٰ کی بدولت ہوا۔ ھویٰ یعنی خواہشات نفس اور اس کے مقابل ھدیٰ یعنی انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی ہدایات۔ یہی دو چیزیں ہیں جن پر خیر وشر کے سارے سلسلہ کی بنیاد ہے اور جس سے انسانوں کی سعادت یا شقاوت وابستہ ہے۔ ہر گمراہی اور بدعملی اتباع ھویٰ کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح ہر خیر ونیکی اتباع ھدیٰ سے پیدا ہوتی ہے۔ تو جہاں کافروں کے لئے اتباع ھویٰ مہلک ہے وہیں اہل اسلام کے لئے اتباع ہویٰ ایمان کو پامال کرنے والی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی ہوائے نفس میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہو جائے مطلب یہ ہے کہ حقیقی ایمان جب ہی حاصل کر سکتا ہے اور ایمانی برکات تب ہی نصیب ہو سکتی ہیں کہ آدمی کے نفسی میلانات اور اس کے جی کی چاہتیں کلی طور پر ہدایات نبویؐ کے تابع وماتحت ہو جائیں۔ تو اتباع ہویٰ ایسی بری چیز ہے کہ نہ صرف کافر ومشرک کو کفر وشرک کی دلدل میں پھنسائے رکھتی ہے۔ بلکہ ایک مومن کو بھی حقیقی ایمان سے محروم رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری حالتوں پر رحم فرمائے اور ہمیں بھی اپنی حالتوں پر غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ آیا ہماری اکثریت اتباع ہویٰ کا شکار ہے اور نفسانی خواہشات کے جال میں پھنسی ہوئی ہے یا اتباع ھدیٰ پر گامزن ہے اور ہدایات نبوی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے تابع وماتحت اپنا شب وروز گزار رہی ہے۔ ملک اور قوم کی حالت سے ہر فرد خوب واقف ہے۔ خود ہی فیصلہ کر لے۔ تفصیل عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب بتایئے اتباع تو ہو ھویٰ کا اور انجام ونتیجہ ہم چاہیں اتباع ھدیٰ کا تو اس کم عقلی کا بھی کچھ ٹھکانا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ہی اس ملک اور قوم کو اتباع ہویٰ کی دلدل سے نکالنے والے ہیں۔

اب آگے بتلایا جاتا ہے کہ اتباع ہویٰ میں پھنس کر جو کفر و شرک اور نافرمانی وسرکشی میں گرفتار رہتے ہیں وہ آخرت میں تو اس کا نتیجہ بھگتیں گے ہی لیکن ایسی نافرمان وسرکش قوم کو دنیا میں بھی سخت حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر چند گذشتہ نافرمان اقوام کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوبٌ

ان لوگوں سے پہلے قوم نوحؑ نے تکذیب کی۔یعنی ہمارے بندے (خاص نوحؑ) کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ مجنون ہے اور نوحؑ کو دھمکی دی گئی۔تو نوحؑ نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں

فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَآءُ

سو آپ (ان سے) انتقام لے لیجئے۔پس ہم نے کثرت سے برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے پھر (آسمان اور زمین کا) پانی

عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ

اس کام کے (پورا ہونے کے) لئے مل گیا جو (علم الٰہی میں) تجویز ہو چکا تھا۔اور ہم نے نوحؑ کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر جو کہ ہماری نگرانی میں رواں تھی (مع مومنین کے) سوار کیا۔

كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ

یہ سب کچھ اس شخص کا بدلہ لینے کیلئے کیا جس کی بے قدری کی گئی تھی۔اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کے واسطے رہنے دیا، کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔پھر (دیکھو) میرا عذاب

يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

اور میرا ڈرانا کیسا ہوا۔اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	قَوْمُ نُوحٍ قوم نوح	فَكَذَّبُوا تو انہوں نے جھٹلایا	عَبْدَنَا ہمارے بندے	وَقَالُوا اور انہوں نے کہا	مَجْنُونٌ دیوانہ	
وَازْدُجِرَ اور ڈرایا دھمکایا گیا	فَدَعَا پس اس نے پکارا	رَبَّهٗ اپنا رب	اَنِّیْ کہ میں	مَغْلُوبٌ مغلوب	فَانْتَصِرْ پس میرا انتقام لے	فَفَتَحْنَا تو ہم نے کھولدیئے	
اَبْوَابَ السَّمَآءِ آسمان کے دروازے	بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ کثرت سے برسنے والے پانی سے	وَفَجَّرْنَا اور ہم نے جاری کردیئے	الْاَرْضَ زمین	عُيُونًا چشمے			
فَالْتَقَى پس مل گیا	الْمَآءُ پانی	عَلٰٓى اَمْرٍ اس کام پر	قَدْ قُدِرَ (جو) مقرر ہو چکا تھا	وَحَمَلْنٰهُ اور ہم نے سوار کیا اسے	عَلٰى پر	ذَاتِ اَلْوَاحٍ تختوں والی	
وَّدُسُرٍ اور کیلوں والی	تَجْرِیْ چلتی تھی	بِاَعْيُنِنَا اپنی آنکھوں کے سامنے	جَزَآءً بدلہ	لِّمَنْ اس کیلئے جس	كَانَ كُفِرَ ناقدری کی گئی		
وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَا اور تحقیق ہم نے اسے رہنے دیا	اٰيَةً ایک نشانی	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت پکڑنے والا	فَكَيْفَ كَانَ پس کیسا ہوا			
عَذَابِیْ میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	وَلَقَدْ يَسَّرْنَا اور تحقیق ہم نے آسان کیا	الْقُرْاٰنَ قرآن	لِلذِّكْرِ نصیحت کیلئے	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت پکڑنے والا	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں منکرین و مکذبین کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ قیامت کے دن ہولناک احوال اور اپنے جرائم کا تصور کر کے منکرین کہیں گے کہ یہ دن بڑا سخت آیا ہے دیکھئے اب کیا گزرے گی؟ اسی سلسلہ میں آگے بتلایا جاتا ہے کہ منکرین کے لئے قیامت اور آخرت کا عذاب تو اپنے وقت پر ضرور آئے گا لیکن بہت سے منکرین و مکذبین کے لئے عذاب آخرت سے قبل دنیا ہی میں ایک سخت دن آ چکا ہے چنانچہ مثال کے طور پر پچھلی قوموں میں سے قوم نوحؑ عاد ثمود۔قوم لوط اور آل فرعون کا حال مختصراً الفاظ میں بیان کر کے جتلایا گیا کہ خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تعلیمات کو جھٹلا کر یہ قومیں کس درد ناک عذاب سے دو چار ہوئیں اور ہر قوم کے قصہ اور انجام کو بیان کرنے کے بعد یہ بات دہرائی گئی ہے کہ یہ قرآن نصیحت کا آسان ذریعہ ہے جس سے اگر کوئی سبق لے کر راہ راست پر آ جائے اور اس کی تعلیمات و احکام کو مان لے تو ان عذابوں کی نوبت نہیں آ سکتی جو ان قوموں پر نازل ہوئے اس طرح پچھلی قوموں کی عبرتناک تاریخی مثالیں دینے کے بعد کفار مکہ کو اخیر

میں خطاب کر کے فرمایا گیا کہ جس طرز عمل پر دوسری قومیں سزا پا چکی ہیں اور دنیا میں تباہ ہو چکی ہیں وہی طرز عمل یعنی انکار و تکذیب اگر تم نے اختیار کیا تو تم کو بھی وہی سزا ملے گی۔ یہاں پہلے قوم نوح کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان کفار مکہ سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم انکار و تکذیب کر چکی ہے اور قیامت و آخرت کو جھٹلا چکی ہے اور اپنے نبی اور ان کی تعلیم کو ماننے سے انکار کر چکی ہے اور محض نبی اور اس کی تعلیم سے انکار و تکذیب ہی نہیں برتا بلکہ الٹا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے منکرین نے دیوانہ قرار دیا۔ دھمکیاں دیں۔ لعنت ملامت کی۔ برا بھلا کہا اور نوح علیہ السلام کو تبلیغ دین سے باز رکھنے کی کوشش کی اور ان کا جینا دوبھر کر دیا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے بعض لوگ جب حضرت نوح علیہ السلام کو کہیں پاتے تو بعض اوقات ان کا گلا گھونٹ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہو جاتے پھر جب افاقہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے۔ یا اللہ میری قوم کو معاف کر دے وہ حقیقت سے ناواقف ہیں۔ ساڑھے نو سو برس قوم کی ایسی ایذاؤں کا جواب دعاؤں سے دے کر اور سینکڑوں برس ہر طرح سمجھانے بجھانے پر بھی جب قوم کے منکرین نہ سمجھے تو نوح علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں ان سے عاجز آ چکا ہوں۔ ہدایت اور فہمائش کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ اب آپ ہی اپنے دین کا اور پیغمبر کا بدلہ لیجئے اور زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑیئے۔ حق تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور اس قدر پانی ٹوٹ کر برسا کہ گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور نیچے سے زمین کے پردے پھٹ پڑے اور اتنا پانی ابلا کہ گویا ساری زمین چشموں کا مجموعہ بن کر رہ گئی پھر اوپر اور نیچے کا یہ سب پانی مل کر اس کام کے لئے اکٹھا ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پہلے سے مقدر ہو چکا تھا یعنی قوم نوح کے کفار منکرین کی ہلاکت و غرقابی۔ ادھر اس ہولناک طوفان کے وقت نوح علیہ السلام کی کشتی جو طوفان آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے موافق نوح علیہ السلام نے بنائی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں نہایت امن چین سے چلتی رہی۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ کفار ومنکرین نے حضرت نوح علیہ السلام کی بے قدری کی اور اللہ کی باتوں کا انکار کیا یہ غرقابی اور ہلاکت اس کی سزا ملی۔ اب اس واقعہ پر نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ سوچنے اور غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس واقعہ میں عبرت کی نشانیاں ہیں۔ منکرین نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کیسا ہولناک اور اس کا ڈرانا کس قدر سچا ہے۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ اس قرآن پاک سے نصیحت حاصل کرنا بالکل آسان ہے کیونکہ جو مضامین ترغیب وترہیب اور وعظ وتلقین کے اس میں بیان کئے گئے ہیں وہ بالکل صاف۔ سہل اور موثر ہیں پر کوئی سوچنے سمجھنے کا ارادہ کرے تو سمجھے۔

اب یہاں قوم نوحؑ پر دنیا میں غرقابی کی ہلاکت کا عذاب بیان فرما کر جو اخیر میں **فھل من مدّکر ○** فرمایا یعنی ہے کوئی اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرنے والا؟ مطلب یہ کہ اس واقعہ سے ہر ایک کو نصیحت حاصل کرنی چاہئے۔ اب کفار ومشرکین اور منکرین ومکذبین کے لئے تو ایک نصیحت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی مخالفت نافرمانی اور تکذیب اور انکار سے باز آ جاؤ۔ اور دیکھو نوح علیہ السلام کی قوم باز نہ آئی تو نتیجہ میں دنیا ہی میں ہلاک تباہ و برباد ہوئی۔ اور ایک دوسری نصیحت **جزآء لمن کان کفر ○** کے جملہ سے دی جاتی ہے کہ یہ سب کچھ یعنی قوم نوح کی تباہی بربادی اور ہلاکت اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا گیا جس کی بے قدری کی گئی تھی جس کا انکار کیا گیا تھا یعنی نوح علیہ السلام کے لئے انتقام اور بدلہ لیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ اپنے مقبولین کے لئے انتقام لیتے ہیں لہٰذا ان کی نافرمانی اور مخالفت کر کے ان کو ایذاء ہرگز نہ دینا چاہئے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے انتقام اور غضب کو دعوت دینا ہے۔ اب یہ تو کفار ومشرکین اور منکرین ومکذبین کے لئے نصیحتیں ہیں۔ مگر کیا اس میں کوئی نصیحت ان کے لئے بھی ہے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول

اللہ کہہ کر قرآنی احکام سے نہ صرف انحراف اور اعراض ہے بلکہ بغاوت اور کھلم کھلا مخالفت ہے؟ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ رکھنے کے باوجود خدائی احکام کو دن رات ٹھکرا رہے ہیں؟ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم کر کے آپ کی شریعت۔ آپ کی ہدایت آپ کی تعلیم سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس طرح اللہ کے رسول کی بے قدری کر کے ایک درجہ میں آپ کی ایذا دہی کے مرتکب بھی ہو رہے ہیں۔ کیا خداوند قدوس کا فرمان فکیف کان عذابی ونذر ٥ (پھر دیکھو میرا عذاب اور ڈرانا اور مجرم قوم سے انتقام لینا کیسا ہوا؟) آج اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کی کتاب کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے کوئی ڈر اور خوف پیدا کرنے کی چیز نہیں؟ مولائے کریم ہماری حالتوں پر رحم فرما دیں۔ اور نافرمان قوموں کے عبرتناک انجام سے ہمیں سبق و نصیحت حاصل کرنے والا دل و دماغ عطا فرمائیں۔

دیکھئے یہاں ایک عبارت بہت ہی ڈرتے ہوئے اور کانپتے ہوئے دل سے حضرت اقدس حکیم الامت۔ مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کی مشہور تفسیر بیان القرآن سے نقل کرتا ہوں جو آٹھویں پارہ سورہ اعراف کی ایک آیت کے تحت حضرت رحمتہ اللہ نے لکھی ہے۔ ذرا غور سے ملاحظہ ہو۔ حضرت والا لکھتے ہیں۔

''جیسے قلب سے تکذیب کرنا کفر ہے اسی طرح زبان سے تکذیب کرنا اور برتاؤ میں مخالفت و عداوت انبیاء سے کرنا بھی کفر ہے خوب سمجھ لو''۔ (بیان القرآن سورہ اعراف صفحہ ۳۲۱)

اللہ تعالیٰ ہی ہمارے قلب اور زبان اور برتاؤ و طرز عمل کی حفاظت فرمائیں اور ہمیں اسلام صادق نصیب فرمائیں۔

اب آگے دوسری نافرمان انکار و تکذیب کرنے والی قوم عاد کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے جب ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی اور ہم کو خاتم الانبیاء سردار انبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا ہے تو ہمیں ان نعمتوں کی سچی قدر دانی کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔ اور نافرمان قوموں کی طرح اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کی بے قدری سے بچنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ نافرمان قوموں کے واقعات سے ہم کو نصیحت و عبرت عطا فرما اور اپنی اور اپنے رسول پاک کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنے عذاب سے دنیا و آخرت دونوں جہان میں پناہ بخشئے اور ہم کو اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ

عاد نے (بھی اپنے پیغمبر کی) تکذیب کی سو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہُوا۔ ہم نے ان پر ایک تند ہوا بھیجی ایک دوامی نحوست کے دن میں۔

نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ

وہ ہوا لوگوں کو اس طرح اُکھاڑ اُکھاڑ پھینکتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔ سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔

وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ ثمود نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی۔ اور کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کا اتباع کریں گے،

مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ

جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور (بلکہ) جنون میں پڑ جاویں۔ کیا ہم سب میں سے (منتخب ہوکر) اسی پر وحی نازل ہوئی ہے (ہرگز ایسا نہیں) بلکہ یہ بڑا جھوٹا

اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ

اور بڑا شیخی باز ہے۔ ان کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہوجائے گا کہ جھوٹا (اور) شیخی باز کون تھا۔ ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں ان کی آزمائش کیلئے سو ان کو دیکھتے بھالتے رہنا

وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى

اور صبر سے بیٹھے رہنا۔ اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنویں کا) ان میں بانٹ دیا گیا ہے، ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا۔ سو انہوں نے اپنے رفیق کو بلایا سو اس نے (اونٹنی پر وار کیا

فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ

اور مار ڈالا۔ سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک ہی نعرہ (فرشتہ کا) مسلط کیا سو وہ (اس سے) ایسے ہوگئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے (کی باڑ) کا چورا۔

الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت کرنے والا ہے۔

كَذَّبَتْ جھٹلایا	عَادٌ عاد	فَكَيْفَ تو کیسا	كَانَ ہوا	عَذَابِيْ میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	اِنَّآ اَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر	رِيْحًا ہوا
صَرْصَرًا تیز	فِيْ میں	يَوْمِ نَحْسٍ نحوست کے دن	مُّسْتَمِرٍّ چلتی گئی	تَنْزِعُ وہ اکھاڑ دیتی (پھینکتی)	النَّاسَ لوگ	كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ	اَعْجَازُ تنے	
نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ جڑ سے اُکھڑی ہوئی کھجور	فَكَيْفَ سو کیسا	كَانَ ہوا	عَذَابِيْ میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق			
يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ ہم نے آسان کردیا قرآن	لِلذِّكْرِ نصیحت کیلئے	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا	كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ جھٹلایا ثمود نے				
بِالنُّذُرِ ڈرانیوالوں کو	فَقَالُوْٓا پس انہوں نے کہا	اَبَشَرًا کیا ایک بشر	مِّنَّا اپنے میں سے	وَّاحِدًا ایک	نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا ہم پیروی کریں اسکی بیشک ہم اس صورت میں			
لَّفِيْ ضَلٰلٍ البتہ گمراہی میں	وَّسُعُرٍ اور دیوانگی	ءَاُلْقِيَ کیا ڈالا (نازل) کیا گیا	الذِّكْرُ ذکر (وحی)	عَلَيْهِ اس پر	مِنْۢ بَيْنِنَا ہمارے درمیان (ہم میں سے)			
بَلْ هُوَ بلکہ وہ	كَذَّابٌ بڑا جھوٹا	اَشِرٌ خود پسند	سَيَعْلَمُوْنَ وہ جلد جان لیں گے	غَدًا کل	مَّنِ کون	الْكَذَّابُ بڑا جھوٹا	الْاَشِرُ خود پسند	اِنَّا بیشک ہم

مُرْسِلُوْا بھیجنے والے	النَّاقَةِ اونٹنی	فِتْنَةً آزمائش	لَّهُمْ ان کیلئے	فَارْتَقِبْهُمْ سوتو انتظار کر ان کا	وَاصْطَبِرْ اور صبر کر	وَنَبِّئْهُمْ اور انہیں خبر دے	
اَنَّ الْمَآءَ کہ پانی	قِسْمَةٌ تقسیم کردیا گیا	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	كُلُّ ہر	شِرْبٍ پینے کی باری	مُّحْتَضَرٌ حاضر کیا گیا (حاضر ہوتا)	فَنَادَوْا تو انہوں نے پکارا	
صَاحِبَهُمْ اپنے ساتھی کو	فَتَعَاطٰى سو اس نے دست درازی کی	فَعَقَرَ اور کونچیں کاٹ دیں	فَكَيْفَ تو کیسا	كَانَ ہوا	عَذَابِيْ میرا عذاب	وَ اور	نُذُرِ میرا ڈرانا
اِنَّآ اَرْسَلْنَا بیشک ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر	صَيْحَةً چنگھاڑ	وَّاحِدَةً ایک	فَكَانُوْا سو وہ ہوگئے	كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ طرح سوکھی روندی ہوئی باڑ لگانے والا		
وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق	يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ ہم نے آسان کیا قرآن	لِلذِّكْرِ نصیحت کیلئے	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ اس قوم نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی اور ان کا کہنا ماننے سے انکار کیا۔

اب آگے دوسرا اور تیسرا واقعہ قوم عاد اور قوم ثمود کی نافرمانی اور اس کا انجام سنا کر منکرین کو ڈرایا اور سمجھایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو عاد نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کی باتوں کو جھٹلایا پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا کا عذاب بھیجا اور ایسا سخت آندھی کا طوفان آیا کہ ہوا نے آدمیوں کو اٹھا اٹھا کر دے پٹکا اور قوم عاد کے لحیم شحیم۔ موٹے تازے اور لمبے تڑنگے ایسے نظر آتے تھے جیسے کھجور کا تنہ جڑ سے اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا جائے۔ سورہ الحاقہ ۲۹ ویں پارہ میں فرمایا گیا کہ ہوا کا یہ طوفان مسلسل سات رات اور آٹھ دن جاری رہا جس نے عاد کو نیست نابود کر کے رکھ دیا۔ اس واقعہ کو بیان کر کے جتلایا جاتا ہے کہ دیکھ لو کیسا تھا اللہ تعالیٰ کا عذاب اور کیسا تھا اس کا ڈرانا۔ اس سے عبرت حاصل کرو اور قرآن سے نصیحت حاصل کرو۔ اور قرآن سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے بشرطیکہ کوئی نصیحت سننے اور ماننے کے لئے تیار ہو۔ قوم عاد کے بعد قوم ثمود کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ اس قوم نے بھی سرکشی کی اور اپنے پیغمبر صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ ان کی باتوں کو جھٹلایا اور جب حضرت صالح علیہ السلام نے سمجھایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اللہ کو مانو اور میرا کہنا سنو تو قوم کے لوگ کہنے لگے کہ کیا خوب ہمارے ہی جیسا آدمی اور وہ بھی بے یار و مددگار۔ نہ کوئی اس کے ساتھ جتھا۔ نہ لاؤ لشکر۔ ایسے بے حیثیت آدمی کی بات مانیں تو کیا ہماری عقل ماری گئی ہے۔ کوئی آسمان کا فرشتہ ہوتا۔ یا سردار مالدار یا بادشاہ ہوتا تو ایک بات بھی تھی۔ کیا ہم میں بس ایک یہی رہ گیا تھا کہ جس کو ہمارا سمجھانے والا مقرر کیا گیا۔ کیا پیغمبری کے لئے بس یہی رہ گیا تھا؟ کچھ نہیں سب جھوٹ ہے۔ خوامخواہ کی بڑائی مارتا ہے کہ خدا نے مجھے اپنا رسول بنا دیا اور ساری قوم کو میری اطاعت کا حکم دیا ہے۔ (معاذ اللہ۔ معاذ اللہ) منکرین و مکذبین کے ان اقوال پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ دونوں فریق میں جھوٹا اور بڑائی مارنے والا کون ہے۔ پھر قوم کے لوگوں نے اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا تھا کہ پتھر کی چٹان سے اونٹنی پیدا ہو۔ اس پر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ہم ان کی فرمائش کے مطابق پتھر سے اونٹنی نکال کر بھیجتے ہیں اس کے ذریعہ سے جانچا جائے گا کہ کون اللہ و رسول کی بات مانتا ہے اور کون نہیں مانتا۔ پس اے پیغمبر یعنی حضرت صالح علیہ السلام آپ صبر سے ان کی حالت دیکھتے رہیں کہ ان کی نافرمانی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اور ان کی گت بننے والی ہے اور ان لوگوں کو جب اونٹنی پیدا ہو تو بتلا دینا کہ پانی پلانے کی باری مقرر کر لو۔ ایک دن قوم کے مویشی پئیں گے دوسرے دن یہ اونٹنی پئے گی۔ پھر باری کا خیال رکھا جائے۔ الغرض قوم ثمود کے مالداروں کو یہ بات ناگوار گزری اور سازش ہوئی کہ یہ باری کا جھگڑا اور پابندی ختم کی جائے۔ آخر ایک شخص ان میں سے آمادہ ہو گیا کہ اونٹنی کو ختم کیا جائے چنانچہ اس کمبخت نے اونٹنی پر وار کیا اور اس کو مار ڈالا۔ جس پر عذاب خداوندی ان پر نازل ہوا اور ایک زور کی چنگھاڑ ہوئی

اور سارے ثمودی جو ایمان نہ لائے تھے سب اس آواز سے ہلاک ہو گئے۔ قوم ثمود کے واقعہ کو سنا کر اخیر میں پھر وہی تنبیہ ونصیحت ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے اور قرآن سے نصیحت حاصل کرنا چاہئے اور اس سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہے بشرطیکہ کوئی سوچنا سمجھنا چاہے۔

الغرض یہ عاد و ثمود کے قصے بھی اسی لئے سنائے گئے کہ اپنے پیغمبر کی نافرمانی کر کے اور سرکشی برت کے گذشتہ قومیں کس طرح ہلاکت۔ تباہی و بربادی سے دنیا ہی میں دوچار ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ اس امت مسلمہ کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نام ہی ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا اور نافرمانی اطاعت کی ضد ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا خاصہ ہی انسان کے لئے تباہ کن ہے۔ اور آج جو یہ امت باوجود اللہ اور اس کے رسول نبی رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمانی کے دنیا میں قائم ہے یہ محض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے امت کے ساتھ شفقت اور دعا کا صدقہ ہے کیونکہ احادیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ میری ساری امت کسی عذاب عام سے ہلاک نہ فرمائی جائے گذشتہ امتوں کی طرح اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت بھی سنادی کہ میرے خدا نے میری یہ دعا قبول فرمالی۔ اس بنا پر یہ امت عذاب عام سے دنیا میں بچی ہوئی ہے اور آئندہ بچی رہے گی۔ مگر آخرت کا معاملہ جدا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری تمام امت جنت میں جائے گی مگر جو انکار کرے۔ صحابہ نے دریافت فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا ہے۔ آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا۔

حضرت علامہ مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”ترجمان السنۃ“ میں اس حدیث شریف کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ انکار دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کہ زبان سے انکار کرے۔ ایسا منکر تو کافر ہے اور کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ دوسرا یہ کہ زبان سے اقرار کرتا ہے مگر اپنے طرز عمل میں کھلے منکر کے مشابہ ہے یہ گو اقرار کر رہا ہے مگر جب نافرمانی کرنے میں زبان سے انکار کرنے والے کے برابر ہے تو ایک نظر میں یہ بھی گویا منکر ہے۔ لہٰذا اسے بھی ان منکرین کے ساتھ کچھ دن رہنا ہوگا گو اپنے قلبی اقرار کی وجہ سے پھر نجات ہو جائے۔ رسول کے لائے ہوئے دین کو ماننا ایمان ہے اور اس کی اطاعت کرنا قلبی ایمان کی علامت ہے۔ نافرمان اور منکر صورت میں یکساں ہیں“ (ترجمان السنۃ۔ جلد اول صفحہ ۳۴۷)

اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی کامل اطاعت نصیب فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح کی نافرمانی سے قول میں۔ فعل میں۔ ظاہر میں باطن میں کامل طور پر بچائیں۔

اب قوم عاد و ثمود کے بعد چوتھا قصہ لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نافرمان قوموں کے واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچائیں۔ قرآن پاک کی نصیحتوں کو دل وجان سے اپنانے اور اُن پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۙ نِّعْمَةً

قوم لوط نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی۔ہم نے اُن پر پتھروں کا مینہ برسایا، بجز متعلقین لوطؑ کے (یعنی بجز مومنین کے) کہ ان کو اخیر شب میں بچالیا۔ اپنی جانب سے

مِّنْ عِنْدِنَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ

فضل کر کے جو شکر کرتا ہے ہم اُسے ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔اور (قبل عذاب آنے کے) لوطؑ نے اُن کو ہمارے دارو گیر سے ڈرایا تھا انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کئے۔

رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً

اور ان لوگوں نے لوطؑ سے ان کے مہمانوں کو باارادۂ بد لینا چاہا، سو ہم نے اُن کی آنکھیں چوپٹ کردیں کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔اور (پھر) صبح سویرے ان پر

عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾

عذاب دائمی آپہنچا۔ کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔اور ہم نے قرآن کو نصیحت کرنے کیلئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے

كَذَّبَتْ جھٹلایا	قَوْمُ لُوْطٍ لوط کی قوم نے	بِالنُّذُرِ ڈرانیوالے (رسول)	اِنَّا بیشک ہم	اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجی	عَلَيْهِمْ ان پر	حَاصِبًا پتھر برسانے والی آندھی
اِلَّآ سوائے	اٰلَ لُوْطٍ لوط کے اہل خانہ	نَجَّيْنٰهُمْ ہم نے بچالیا انہیں	بِسَحَرٍ صبح سویرے	نِّعْمَةً فضل فرما کر	مِّنْ عِنْدِنَا اپنی طرف سے	كَذٰلِكَ اسی طرح
نَجْزِيْ ہم جزا دیتے ہیں	مَنْ شَكَرَ جو شکر کرے	وَ اور	لَقَدْ اَنْذَرَهُمْ تحقیق (لوطؑ نے) انہیں ڈرایا	بَطْشَتَنَا ہماری پکڑ سے	فَتَمَارَوْا تو وہ جھگڑنے لگے	
بِالنُّذُرِ ڈرانے میں	وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق	رَاوَدُوْهُ انہوں نے (لوطؑ سے) لینا چاہا	عَنْ سے	ضَيْفِهٖ اس کے مہمان	فَطَمَسْنَا تو ہم نے مٹا دیں	
اَعْيُنَهُمْ انکی آنکھیں	فَذُوْقُوْا پس چکھو تم	عَذَابِيْ میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	وَلَقَدْ اور تحقیق	صَبَّحَهُمْ صبح آن پڑا ان پر	بُكْرَةً سویرے
عَذَابٌ عذاب	مُّسْتَقِرٌّ ٹھہرنے والا (دائمی)	فَذُوْقُوْا پس چکھو تم	عَذَابِيْ میرا عذاب	وَنُذُرِ اور میرا ڈرانا	وَلَقَدْ يَسَّرْنَا اور البتہ تحقیق ہم نے آسان کیا	
الْقُرْاٰنَ قرآن	لِلذِّكْرِ نصیحت کیلئے	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا			

تفسیر وتشریح: کفار مکہ اور مشرکین عرب کی عبرت ونصیحت کے لئے گذشتہ آیات میں قوم نوح قوم عاد اور قوم ثمود کا حال بیان کیا گیا۔

اسی سلسلہ میں اب چوتھا قصہ مختصراً قوم لوط کا بیان فرمایا جارہا ہے۔لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کے واقعات تفصیلاً سورہ ہود بارہویں پارہ میں اور سورہ حجر چودھویں پارہ میں بیان ہو چکے ہیں۔خلاصہ ان کا یہ ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور شب و روز کی پند ونصائح کا قوم پر کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اپنی بداخلاقیوں اور بدکرداریوں پر اسی طرح مصر رہی تو پھر اس قوم کو بھی وہی پیش آیا جو خدا کے بنائے ہوئے قانون جزا کا یقینی فیصلہ ہے۔یعنی بدکرداریوں پر اصرار کی سزا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب بھیجنے کا فیصلہ فرمایا تو چند فرشتوں کو نہایت حسین وخوبصورت جوانوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں مہمانوں کے طور پر بھیج دیا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، انسانی صورتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر مہمان بن کر آئے۔حضرت لوط علیہ السلام ان مہمانوں کو جو اپنی شکل وصورت میں حسین وخوبصورت اور عمر میں نوجوان لڑکوں کی حیثیت میں دیکھا تو گھبرا گئے اور

خوف کیا کہ نہ معلوم بد بخت قوم میرے ان مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے کیونکہ ابھی تک آپ کو یہ نہ بتایا گیا تھا کہ وہ خدا کے پاک فرشتے ہیں۔قوم کے بدکردار لوگوں کو جب خبر لگی کہ حضرت لوط کے ہاں ایسے خوبصورت مہمان آئے ہیں تو وہ آپ کے گھر پر چڑھ آئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ ان مہمانوں کو ان کے حوالہ کر دیں حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا کہ کیا تم میں کوئی بھی ایسا نہیں کہ جو انسانیت کو برتے اور حق کو سمجھے۔ان کو اس ذلیل حرکت سے باز رہنے کے لئے ہر طرح سمجھایا مگر وہ نہ مانے اور گھر میں گھس کر زبردستی مہمانوں کو نکال لینے کی کوشش کی۔اس مرحلہ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پر ان کی آنکھوں پر پھیر دیا جس سے وہ بالکل اندھے ہو گئے اور ٹٹولتے ہوئے وہاں سے واپس ہوئے۔ پھر فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہماری ظاہری صورتوں کو دیکھ کر گھبرائیں نہیں ہم ملائکہ ہیں اور بغرض عذاب آئے ہیں خدا کا فیصلہ ان کے حق میں ہو چکا ہے اور اب عذاب الٰہی ان کے سر سے ٹلنے والا نہیں۔ آپ اور آپ کے گھر والے رات ہوتے ہی اس بستی سے رخصت ہو جائیں کیونکہ صبح ہونے سے پہلے ہی ان پر عذاب نازل ہوگا۔آپ اور آپ کا خاندان عذاب سے محفوظ رہے گا مگر آپ کی بیوی ان ہی بدکرداروں کی رفاقت میں رہے گی۔ملائکہ کے اشارہ پر حضرت لوط علیہ السلام مع اپنے گھرانے کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔بیوی نے آپ کی رفاقت سے انکار کر دیا۔ اخیر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اس بستی والوں کو تہ و بالا کر دیا پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا۔

ان تمام نافرمان قوموں کے قصوں کو بیان کر کے منکرین و مکذبین کو مخاطب کر کے قرآن فہمی کی دعوت دی گئی ہے اور اس قرآن پر ایمان لانے اور اس کا اتباع کرنے کو بار بار کہا گیا ہے۔مگر اس میں اس قرآن پر ایمان رکھ کر پھر اس سے انحراف اور اس کی عدول حکمی اور نافرمانی اور سرکشی اور اس کے احکام سے بغاوت کرنے والوں کے لئے بھی تنبیہ ہے۔مسلمان خدارا اپنی حالتوں پر غور کریں اور ان قرآنی واقعات سے عبرت حاصل کریں۔اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچیں۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق عنایت فرمائیں۔آمین۔

اسی سلسلہ میں آگے فرعون اور اس کی قوم کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کے بعد کفار مکہ کو خطاب کر کے تنبیہ فرمائی گئی اور خاتمہ میں مجرمین و متقین کے انجام کو بیان کر کے سورۃ کو ختم فرمایا گیا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو اپنے فرمانبردار بندوں میں شامل فرماویں اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کی توفیق وہمت عطا کریں۔

یا اللہ! ہمیں سچی توبہ اور ندامت کے ساتھ اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما دے اور اپنی نصرت وحمایت کو ہمارے شامل حال فرما دے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ (۴۱) كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ (۴۲) اَكُفَّارُكُمْ

اور (فرعون اور) فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں۔ ان لوگوں نے ہماری (ان) تمام نشانیوں کو جھٹلایا، سو ہم نے اُن کو زبردست قدرت کا پکڑنا پکڑا۔ کیا تم میں جو کافر ہیں

خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ (۴۳) اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ (۴۴) سَيُهْزَمُ

اُن میں اُن (مذکور) لوگوں سے کچھ فضیلت ہے، یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں کوئی معافی ہے۔ یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہیں گے۔ عنقریب

الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (۴۵) بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ (۴۶) اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ

(ان کی) یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ قیامت ان کا (اصل) وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے۔ یہ مجرمین (یعنی کفار)

ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ (۴۷) يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ (۴۸) اِنَّا كُلَّ

بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں۔ جس روز یہ لوگ اپنے مونہوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو۔ ہم نے ہر چیز کو

شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (۴۹) وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (۵۰) وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ

اندازے سے پیدا کیا۔ اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہوجاوے گا جیسے آنکھوں کا جھپکانا۔ اور ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں،

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (۵۱) وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ (۵۲) وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ (۵۳)

سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں سب اعمالناموں میں (بھی مندرج) ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات (اس میں) لکھی ہوئی ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ (۵۴) فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۵)

پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے۔ ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

وَلَقَدْ جَآءَ اور تحقیق آئے	اٰلَ فِرْعَوْنَ فرعون والے	النُّذُرُ ڈرانیوالے (رسول)	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو	كُلِّهَا تمام			
فَاَخَذْنٰهُمْ پس ہم نے انہیں آ پکڑا	اَخْذَ پکڑ	عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ غالب صاحب قدرت	اَكُفَّارُكُمْ کیا تمہارے کافر	خَيْرٌ بہتر	مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ ان سے			
اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ یا تمہارے لئے نجات (معافی نامہ)	فِي الزُّبُرِ صحیفوں میں	اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	نَحْنُ ہم	جَمِيْعٌ جماعت	مُّنْتَصِرٌ بدلہ لینے والے		
سَيُهْزَمُ عنقریب شکست کھائے گی	الْجَمْعُ جماعت	وَيُوَلُّوْنَ اور وہ پھیر لینگے (بھاگیں گے)	الدُّبُرَ پیٹھ	بَلِ السَّاعَةُ بلکہ قیامت	مَوْعِدُهُمْ وعدہ گاہ انکی			
وَالسَّاعَةُ اور قیامت	اَدْهٰى وہ سخت	وَاَمَرُّ اور بڑی تلخ	اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ بیشک مجرم (جمع)	فِيْ ضَلٰلٍ گمراہی میں	وَسُعُرٍ اور جہالت	يَوْمَ جس دن		
يُسْحَبُوْنَ وہ گھسیٹے جائینگے	فِي النَّارِ جہنم میں	عَلٰى پر۔ بل	وُجُوْهِهِمْ اپنے منہ (جمع)	ذُوْقُوْا تم چکھو	مَسَّ لگنا	سَقَرَ جہنم	اِنَّا كُلَّ بیشک ہم ہر	شَيْءٍ شے
خَلَقْنٰهُ ہم نے اسے پیدا کیا	بِقَدَرٍ ایک اندازہ کے مطابق	وَمَآ اَمْرُنَآ اور نہیں ہمارا حکم	اِلَّا مگر۔ صرف	وَاحِدَةٌ ایک	كَلَمْحٍ جیسے جھپکنا	بِالْبَصَرِ آنکھ کا		
وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اور البتہ ہم ہلاک کر چکے ہیں	اَشْيَاعَكُمْ تمہارے ہم مشرب	فَهَلْ تو کیا ہے	مِنْ مُّدَّكِرٍ کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا	وَكُلُّ شَيْءٍ اور ہر بات				
فَعَلُوْهُ جو انہوں نے کی	فِي الزُّبُرِ صحیفوں میں	وَكُلُّ اور ہر	صَغِيْرٍ چھوٹی	وَّكَبِيْرٍ اور بڑی	مُّسْتَطَرٌ لکھی ہوئی	اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک متقی (جمع)		
فِيْ جَنّٰتٍ باغات میں	وَّنَهَرٍ اور نہریں	فِيْ میں	مَقْعَدِ صِدْقٍ مقام سچائی	عِنْدَ نزدیک	مَلِيْكٍ بادشاہ	مُّقْتَدِرٍ صاحب قدرت		

تفسیر وتشریح: یہ سورہ قمر کی خاتمہ کی آیات ہیں۔ گذشتہ آیات میں کفار مکہ اور مشرکین عرب کی عبرت وتنبیہ کے لئے چار اقوام یعنی قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط کا ذکر فرمایا گیا

اسی سلسلہ میں اب پانچواں قصہ قوم فرعون کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ گزشتہ امتوں کی طرح مصر کے فرعونیوں نے بھی سرکشی اختیار کی اور غلط راستہ پر چلے ان کے پاس ڈرانے والے بھی آئے یعنی حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما السلام اور ان کی یعنی قوم فرعون کی ہدایت کے لئے ان حضرات نے بہت سی نشانیاں اور معجزات بھی دکھلائے لیکن انہوں نے سب کو جھوٹا اور سحر کہہ کر ٹال دیا۔ آخر خدا کی پکڑ جو بڑے زبردست کی پکڑ تھی اس سے کوئی نکل کر بھاگ نہ سکا۔ دیکھ لو تمام فرعونیوں کا بیڑہ کس طرح بحر قلزم میں غرق ہوا کہ ایک بچ کر نہ نکل سکا۔ گذشتہ اقوام کے واقعات سنا کر کفار مکہ کو خطاب ہے کہ تم میں کے کافر کیا پہلے کافروں سے کچھ اچھے ہیں جو کفر و طغیان کی سزا میں تباہ نہیں کئے جاویں گے؟ یا خدا کے ہاں سے کوئی پروانہ لکھ دیا گیا ہے کہ تم جو چاہو شرارت کرتے رہو سزا نہیں ملے گی؟ یا یہ سمجھے ہوئے ہو کہ ہمارا مجمع اور جتھا بہت بڑا ہے اور سب مل کر جب ایک دوسرے کی مدد پر آ جائیں گے تو کسی کو اپنے مقابلہ میں کامیاب نہ ہونے دیں گے؟ اگر تم اپنی جمعیت میں پھولے ہوئے ہو تو سن لو عنقریب تمہاری یہ جمعیت شکست کھا کر بھاگتی نظر آئے گی۔ یہ قرآن پاک کی ایک صریح پیشین گوئی تھی جو ہجرت سے قریب ۵ سال پہلے کر دی گئی تھی کہ کفار مکہ جن کو اس سورۃ کے نزول کے وقت اپنی جمعیت وطاقت پر بڑا زعم تھا عنقریب یہ شکست کھائیں گے اور پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئیں گے۔ تو اس وقت یہ تصور بھی مشکل تھا کہ عنقریب یہ انقلاب کیسے ہوگا اس وقت مسلمانوں کی بے بسی کا یہ عالم تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کفار کے مظالم سے تنگ آ کر سرزمین عرب کو چھوڑ کر ملک حبش میں پناہ گزین ہو چکا تھا۔ مکہ میں رہنے والے اہل ایمان شعب ابی طالب میں محصور تھے جنہیں قریش کے بائیکاٹ اور محاصرہ نے کھانے پینے کا سامان تک بند کر رکھا تھا۔ اور یہ محاصرہ اور بائیکاٹ کی سختی دو چار دن یا دو چار ہفتہ یا دو چار ماہ کی نہیں تھی بلکہ مسلسل تین سال کا عرصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء نے اس حصار میں سخت تکالیف کے ساتھ گزارا۔ یہاں تک کہ بھوک سے بچوں کے بلبلانے کی آواز گھاٹی کے باہر سنائی دینے لگی جس کو سنگدل قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے۔ اس محاصرہ اور بائیکاٹ میں مسلمانوں نے کیکر کے پتے کھا کھا کر زندگی بسر کی اور شدت بھوک کے عالم میں جو کچھ بھی کسی کو مل گیا وہ کھا لینے کی نوبت آ گئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص جو عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں فرماتے ہیں کہ میں بھوکا تھا اور بھوک کی شدت کا یہ عالم تھا کہ اتفاق سے میرا پیر شب میں کسی تر چیز پر پڑا۔ فوراً زبان پر رکھ کر نگل گیا اب تک معلوم نہیں کہ وہ کیا شے تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنا ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ شب کو پیشاب کے لئے نکلا راستہ میں ایک اونٹ کی کھال کا سوکھا ہوا چمڑا ہاتھ لگا۔ پانی سے دھو کر اس کو جلایا اور کوٹ کر اس کا سفوف بنایا اور پانی سے اس کو پی لیا۔ اور تین راتیں اسی سہارے پر بسر کیں۔

الغرض ایسی سختیاں مسلمان جھیل رہے تھے ان حالات میں کون یہ سمجھ سکتا تھا کہ چند برس کے اندر ہی یہ نقشہ بدل جانے والا ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ جب سورہ قمر کی یہ آیت سیھزم الجمع ویولون الدبر یعنی عنقریب یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھر کر بھاگیں گے نازل ہوئی تو میں حیران تھا کہ آخر یہ کون سی جمعیت ہے جو

شکست کھائے گی مگر جب جنگ بدر میں کفار شکست کھا کر بھاگ رہے تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہنے ہوئے آگے کی طرف جھپٹ رہے ہیں اور آپ کی زبان مبارک پر یہی آیت جاری ہے **سیھزم الجمع ویولون الدبر** تب میری سمجھ میں آیا کہ یہ تھی وہ پیشین گوئی جس کی خبر اس آیت میں دی گئی تھی۔ آگے فرمایا جاتا ہے کہ یہی نہیں کہ ان منکرین و مکذبین کو دنیا میں شکست اور سزا ہو کر معاملہ ختم ہو جائے۔ ان کی اصل شکست اور سزا کا وقت تو وہ ہوگا جب قیامت سر پر آ کھڑی ہوگی وہ بہت سخت مصیبت کا وقت ہوگا۔ یہ منکرین تو اس وقت غفلت کے نشہ میں پاگل بن رہے ہیں لیکن یہ سودا دماغ سے اس وقت نکلے گا جب اوندھے منہ دوزخ کی آگ میں گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ لو اب ذرا اس کا مزہ چکھو۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہر چیز جو پیش آنے والی ہے اللہ کے علم میں پہلے سے ٹھہر چکی ہے۔ دنیا کی عمر اور قیامت کا وقت بھی اس کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے۔ جو وقت اس دنیا کے خاتمہ کا مقرر کر دیا گیا ہے نہ اس سے ایک گھڑی پہلے یہ ختم ہوگی نہ اس کے ایک گھڑی بعد یہ باقی رہے گی اور اللہ تعالیٰ چشم زدن میں جو چاہیں کر ڈالیں کسی چیز کے بنانے یا بگاڑنے میں ان کو دیر نہیں لگتی نہ کچھ مشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ بس ایک حکم صادر کرنے کی دیر ہے پھر کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اے کفار مکہ تمہاری طرح کے بہت سے کافروں کو پہلے تباہ کیا جا چکا ہے پھر تم میں کوئی اتنا سوچنے والا نہیں کہ گذشتہ کافروں کے حال سے عبرت حاصل کرے اور یہ لوگ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ ان کا کیا دھرا کہیں غائب ہو گیا ہے۔ نہیں ہر شخص۔ ہر گروہ۔ ہر قوم کی ہر ایک نیکی و بدی عمل کے بعد ان کے اعمال ناموں میں لکھی گئی ہے۔ وقت پر ساری مسل سامنے کر دی جائے گی۔ یہ نہیں کہ کچھ لکھ لیا گیا ہو اور کچھ رہ گیا ہو بلکہ ہر چھوٹی اور بڑی بات اس میں لکھی ہوئی ہے پس منکرین کے لئے وقوع عذاب میں کوئی شبہ نہ رہا۔ یہ تو کفار کا حال ہوا اور جو متقی پرہیزگار لوگ ہیں وہ اپنی سچائی کی بدولت اللہ و رسول کے سچے وعدوں کے موافق ایک پسندیدہ مقام میں ہوں گے جہاں اس شہنشاہ مطلق کا قرب حاصل ہوگا یعنی جنت کے ساتھ قرب الٰہی بھی حاصل ہوگا۔

اس سورہ قمر کو قرب قیامت کے ذکر سے شروع کیا گیا تھا تاکہ کفار و مشرکین جو دنیا کی ہوا اور ہوس میں مبتلا اور آخرت سے غافل ہیں وہ ہوش میں آئیں پھر آخرت میں میدان حشر میں جمع ہونے کا نقشہ دکھلا کر ڈرایا گیا۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی اور مخالفت کے انجام بد کو ذہن نشین کرنے کے لئے نزول قرآن سے پہلے کی پانچ مشہور اقوام عالم کے حالات اور انکار و تکذیب کی بدولت ان کا دنیا ہی میں طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہونا بیان کیا گیا۔ سب سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر فرمایا گیا کیونکہ یہی سب سے پہلے دنیا کی قوم ہے جو عذاب الٰہی میں پکڑی گئی۔ پھر عاد۔ ثمود۔ قوم لوط اور قوم فرعون کا اجمالی ذکر فرما کر ان پر نافرمانی انکار و تکذیب کی بدولت اللہ کا عذاب آنا بتلایا گیا۔ یہ پانچوں اقوام دنیا میں اپنے اپنے وقت کی قوی ترین قومیں تھیں جن کو کسی طاقت سے مغلوب کرنا کسی کے لئے آسان نہ تھا مگر جب ایسی قوی اور بھاری تعداد والی قوم پر اللہ کا عذاب آیا تو وہ کس طرح بے بسی اور بے کسی کی ذلت کی موت مارے گئے۔ ساتھ ہی ہر قوم کے ذکر کے بعد مومنین اور کفار کی عام نصیحت کے لئے اس جملے کو بار بار دھرایا گیا **ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر** ۔ یعنی اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب عظیم سے بچنے کا راستہ اب قرآن کریم ہے اور قرآن کو نصیحت و عبرت حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت آسان

کر دیا ہے۔ پس بڑا بدنصیب اور محروم ہے جو اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور دین و دنیا دونوں جہان میں نقصان و خسارہ سے نہ بچے۔ اب کفار و مشرکین اور منکرین و مکذبین قرآن کو تو کیا کہا جائے۔ ہمیں رونا تو یہی ہے کہ مدعیان اسلام اور قرآن پر ایمان کے دعوے داروں ہی نے قرآن کی کماحقہ اطاعت سے منہ موڑ رکھا ہے۔ الا ما شآء الله اور اطیعو االله اور اطیعوا الرسول کے سبق کو بھلا بیٹھے ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہ قرآن سے غفلت اور شریعت اسلامیہ سے بیزاری ہے بلکہ قرآن کی بتلائی ہوئی مغضوب اور ملعون اقوام یہود و نصاریٰ ہی کے اتباع و تقلید کو مایہ ناز اور قابل فخر سمجھنے لگے ہیں۔ اور افسوس صد افسوس کہ یہاں تک تو کہا گیا کہ اب یہ قرآن ۱۴۰۰ سال پرانی کتاب ہوگئی اس میں ہمارے مسائل کا حل اس زمانہ میں کہاں ہے انا لله وانا الیه راجعون۔

بہر حال اس سورہ قمر کی ان خاتمہ کی آیات میں حق تعالیٰ نے دنیا والوں کو فیصلہ کن انجام سنا دیا کہ ان المجرمین فی ضلل و سعر o یوم یسحبون فی النار علیٰ وجوههم ذوقوا مس سقر o بلاشبہ یہ مجرمین بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں۔ جس روز یہ لوگ اپنے مونہوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جاویں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ کے لگنے کا مزہ چکھو اور ان المتقین فی جنت و نهر o فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر بلاشبہ متقی پرہیز گار بہشت کے باغوں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس یعنی جنت کے ساتھ قرب الٰہی بھی نصیب ہوگا۔

مولائے کریم محض اپنے فضل و کرم سے ہم کو اپنے متقی بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیں اور انجام میں اپنی دائمی جنتوں میں اپنا قرب نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الحمدللہ سورہ قمر مکیہ کا بیان ختم ہوا۔ اس کے بعد ان شاء اللہ اگلی سورہ رحمٰن کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ القمر کے خواص

۱...... جو آدمی کسی مشکل میں مبتلا ہو وہ جمعہ کے دن سورۃ القمر لکھ کر اپنے سر پر لٹکائے تو اس کی مشکلات آسان ہو جائیں گی۔

۲...... جو آدمی سورۃ القمر جمعہ کے دن لکھ کر اپنے سر پر لٹکائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا مرتبہ پائے گا۔ (الدر النظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا فضل و کرم اور شکر و احسان ہے کہ ہم کو اسلام اور ایمان کی دولت سے نوازا اور کفر و شرک کی ضلالت سے بچایا۔ یا اللہ میدان حشر میں مجرمین کے گروہ میں شامل ہونے سے ہمیں بچا لیجئے اور اپنے متقی بندوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب فرما دیجئے۔ یا اللہ آخرت کی طرف سے ہماری غفلت اور بے فکری کو دور فرما دیجئے۔ اور ہمیں ہمہ تن اپنی رضا والی زندگی گزارنا اس دنیا میں نصیب فرما دیجئے اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔

اَلرَّحْمٰنُ رحمٰن (اللہ)	عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اس نے سکھایا قرآن	

تفسیر وتشریح: الحمدللہ اب سورۃ الرحمٰن کا بیان شروع ہو رہا ہے سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے عطیہ اور سب سے اونچی نعمت کے ذکر سے فرمائی گئی اور ان آیات میں فرمایا گیا کہ رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی یعنی قرآن نازل کیا جو اس کے عطایا میں سے سب سے بڑا عطیہ اور اس کی نعمتوں میں سے سب سے اونچی نعمت ورحمت ہے۔ بھلا انسان کی بساط اور اس کے ظرف پر خیال کرو اور علم قرآن کے اس بحر ذخار کو دیکھو۔ بلاشبہ ایسی ضعیف البنیان ہستی کو آسمانوں اور پہاڑوں سے زیادہ بھاری چیز کا حامل بنا دینا رحمٰن جل شانہ ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ کہاں۔ بشر اور کہاں خدائے ذوالجلال والاکرام کا کلام۔ تو معلوم ہوا کہ بندوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم کا نازل کیا جانا سراسر اللہ کی رحمت ہے اور وہ چونکہ اپنی مخلوق پر بے انتہا مہربان ہے اس لئے اس کی رحمت اس بات کو مقتضی ہوئی کہ یہ قرآن کریم بھیج کر وہ علم عطا فرمائے جس سے مخلوق کو ہدایت اور نجات کا راستہ ملے اور اس کے قرب ورضا کو حاصل کر سکے۔

اب غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ تو نزول قرآن اور اس کی تعلیم کو سب سے بڑا عطیہ اور سب سے اونچی رحمت ونعمت فرما دیں تاکہ بندے اس پر ایمان لا کر اس کا علم حاصل کریں اور اس پر عمل کر کے دنیا وآخرت کا نفع اٹھائیں۔ اور اس نعمت کی قدردانی کریں۔ مگر افسوس اس روشن دماغی کے زمانہ میں بچوں کو اس کی تعلیم دلانا ان کی عمر ضائع کرنا سمجھا جاتا ہے اور جب اس کا ناظرہ پڑھنا پڑھانا ہی روشن دماغوں کے خیال میں تضیع اوقات ہے تو اس کا حافظہ۔ اس کے مطالب معانی۔ اس کی تفسیر وتشریح۔ اس کی دعوت وتبلیغ اس کے احکام و ہدایات اس کے اوامر ونواہی کی اشاعت کا کیا سوال۔ اس قرآن پاک سے من حیث القوم انحراف۔ اس کے احکام سے لاپروائی۔ اس کی ہدایات سے غفلت۔ اللہ تبارک ذوالجلال والاکرام کی سب سے بڑی نعمت کی ناقدری اور ناشکری ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ اٹل قانون ہے کہ جس نعمت کی ناقدری اور ناشکری کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس نعمت کی برکتوں کو چھین لیتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری امت دینار و درہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی۔ اسلام کی وقعت وہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو برکت وحی یعنی فہم قرآن سے محروم ہو جاوے گی۔ آج اس حدیث کی صداقت کو آپ کھلی آنکھوں دیکھ لیجئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی اس نعمت عظمیٰ کی قدردانی کے لئے ہمارے دل کی آنکھیں کھول دیں۔ آمین۔

آگے اللہ تعالیٰ کی بعض دوسری اہم نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو اس قرآن پاک سے عشق ومحبت نصیب فرمائیں۔ اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝٣ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝٤ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝٥ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝٦

اُس نے انسان کو پیدا کیا (پھر) اُس کو گویائی سکھائی۔ سورج اور چاند حساب کے ساتھ (چلتے) ہیں۔ اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت (اللہ کے) مطیع ہیں۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝٧ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝٨ وَاَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ

اور اُسی نے آسمان کو اونچا کیا اور اُسی نے (دُنیا میں) ترازو رکھ دی۔ تا کہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو

وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝٩ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝١٠ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝١١

اور تول کو گھٹاؤ مت۔ اور اُسی نے خلقت کے واسطے زمین کو (اس کی جگہ) رکھ دیا۔ کہ اس میں میوے ہیں، اور کھجور کے درخت ہیں جن (کے پھل) پر غلاف ہوتا ہے۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝١٢ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝١٣

اور (اس میں) غلہ ہے جس میں بھوسا (بھی) ہوتا ہے اور (اس میں غذا کی چیز (بھی) ہے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان	عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اس نے سکھایا۔ بات کرنا	اَلشَّمْسُ سورج	وَالْقَمَرُ اور چاند	بِحُسْبَانٍ ایک حساب سے		
وَالنَّجْمُ اور جھاڑیاں۔ ستارے	وَالشَّجَرُ اور درخت	يَسْجُدٰنِ وہ سجدہ میں (سربسجود ہیں)	وَالسَّمَآءَ اور آسمان	رَفَعَهَا اس نے اسے بلند کیا		
وَوَضَعَ اور رکھی	الْمِيزَانَ ترازو	اَلَّا کہ نہ	تَطْغَوْا حد سے تجاوز کرو	فِي الْمِيزَانِ ترازو (تول) میں	وَاَقِيمُوا اور قائم کرو	الْوَزْنَ وزن (تول)
بِالْقِسْطِ انصاف سے	وَلَا تُخْسِرُوا اور نہ گھٹاؤ	الْمِيزَانَ تول	وَالْاَرْضَ اور زمین	وَضَعَهَا اس نے اسکو رکھا (بچھایا)	لِلْاَنَامِ مخلوق کیلئے	
فِيهَا اس میں	فَاكِهَةٌ میوے	وَالنَّخْلُ اور کھجوریں	ذَاتُ الْاَكْمَامِ غلاف والے	وَالْحَبُّ اور غلہ	ذُو الْعَصْفِ بھوسے والا	
وَالرَّيْحَانُ اور خوشبو کے پھول	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں مزید نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کی ذات کو پیدا کیا اور اس کو گویائی کی قوت عطا کی تا کہ یہ اپنے مافی الضمیر کو حسن خوبی سے ادا کر سکے اور دوسروں کی بات سمجھ سکے۔ اسی صفت کے ذریعہ انسان قرآن کو سمجھتا اور سمجھاتا ہے۔ یہاں علمہ البیان فرمایا گیا یعنی انسان کو گویائی کی طاقت دی اور بولنا سکھلایا۔ تو یہ قوت گویائی محض ایک اکیلا ہی انعام نہیں ہے بلکہ غور کیا جائے تو اس ایک قوت گویائی کے پیچھے متعدد دوسری قوتیں بھی کارفرما ہوتی ہیں۔ مثلاً عقل وشعور فہم وادراک۔ تمیز وارادہ وغیرہ کہ جن کے بغیر انسان کی قوت ناطقہ کام نہیں کر سکتی تو انسان کو یہ نعمت جتلائی جاتی ہے کہ انسان کو اللہ ہی نے پیدا کیا اور پھر اس کو گویائی سکھلائی جس سے ہزاروں کیا لاکھوں منافع مرتب ہوتے ہیں۔ آگے دوسری نعمتوں کا ذکر ہے۔ یعنی چاند وسورج اس کے حکم سے ایک مقررہ نظام اور حساب کے ساتھ چلتے ہیں۔ ان کے طلوع غروب اور گھٹنے بڑھنے سے دن رات مہینہ سال اور موسمی اثرات یعنی گرمی سردی مرتب ہوتے ہیں اور یہ سب کچھ ایک خاص حساب اور ضابطہ اور مضبوط نظام کے ماتحت ہے مجال نہیں کہ چاند سورج اپنے راستہ اور دائرہ کار سے ذرا باہر قدم رکھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو خدمات ان دونوں یعنی چاند و سورج کے ذمہ سپرد کر دی ہیں ان میں کوتاہی نہیں کر سکتے اور ہمہ وقت انسان کی خدمت میں مشغول ہیں۔ پھر دوسری نعمت کا ذکر ہے کہ بے تنہ کے درخت جیسے پودے۔ بیل بوٹے۔ ترکاریاں سبزیاں اور خربوزہ وتربوز وغیرہ کی بیلیں اور تنہ دار درخت دونوں

اللہ کے حکم کے مطیع ہیں۔ انسان ان کو اپنے کام میں لائیں تو وہ انکار نہیں کر سکتے۔ آگے ایک اور نعمت کا ذکر فرمایا **والسمآء رفعھا** اور آسمان کو اسی نے اونچا کیا اور کتنا اونچا کیا کہ انسانی عمارتیں۔ اونچے سے اونچے مینار گنبد اور اونچے سے اونچے پہاڑ اور بلند سے بلند تر ہوائی جہازوں کی پرواز اس میں بآسانی اور بفراغت سما جاتے ہیں۔ آگے ایک نعمت یہ بیان فرمائی کہ اسی نے دنیا میں ترازو رکھ دی یعنی ایسی کارآمد چیز ایجاد کر دی تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو۔ اب اگر غور کیا جائے کہ انسان کے پاس بڑی اور چھوٹی۔ بھاری اور ہلکی چیزوں کے وزن کرنے کا آلہ موجود نہ ہوتا تو تجارت۔ خرید۔ فروخت۔ لین دین۔ سارے کاروباری دھندے کیسے وجود میں آتے۔ چونکہ اس میزان یعنی ترازو کے ساتھ بہت سے معاملات کی درستی۔ اور حقوق کی حفاظت وابستہ تھی اس لئے آگے ہدایت فرما دی کہ وضع میزان کی یہ غرض جب ہی حاصل ہوسکتی ہے کہ نہ لیتے وقت زیادہ تولو۔ نہ دیتے وقت کم۔ اوزان باٹ وغیرہ میں کمی بیشی نہ ہو۔ نہ تو تولتے وقت ڈنڈی ماری جائے۔ بلکہ بدون کمی بیشی کے دیانتداری کے ساتھ بالکل ٹھیک ٹھیک تولا جائے۔ آگے ایک نعمت یہ ذکر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہی نے خلقت کے فائدہ کے واسطے زمین کو رکھ دیا کہ اس پر آرام سے چلیں پھریں اور کاروبار جاری رکھیں۔ اور زمین کی پیداوار یعنی ہر قسم کے نباتات' میوہ جات' پھل پھلار' سبزیاں۔ ترکاریاں اور کھجور کے درخت یہ سب نعمتیں انسان ہی کے کام آنے کے لئے ہیں۔ اور جس طرح غلہ انسان کے لئے ضروری ہے بھوسی بھوسا۔ گھاس وغیرہ جانوروں کی غذائیں ہیں۔ اور بعض چیزیں زمین سے وہ پیدا ہوتی ہیں جو کھانے کے کام میں نہیں آتیں لیکن ان کی خوشبو وغیرہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اب ان متعدد نعمتوں کو گنا کر جنات و انسان دونوں کو خطاب فرمایا۔ **فبای الاء ربکما تکذبٰن** یعنی اوپر کی آیات میں جو اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں تم ان میں سے کس کس کے جھٹلانے کی جرأت کرو گے۔ کیا یہ نعمتیں اور نشانیاں ایسی ہیں جن میں سے کسی کا انکار کیا جا سکے؟ علماء نے ایک حدیث صحیح کی بناء پر جس کا ذکر گزشتہ درس میں ہو چکا ہے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص یہ آیت **فبای الاء ربکما تکذبٰن** سنے تو جواب میں کہے اے ہمارے رب ہم آپ کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے اور سب حمد وثنا آپ ہی کیلئے سزاوار ہے۔

اب یہاں یہ سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے دنیا میں سب سے بڑی نعمت قرآن کریم ہے۔ جس کے ذکر سے سورۃ کی ابتدا کی گئی اور سب سے پہلے تعلیم قرآن کا ذکر فرمانے کے بعد انسان کی تخلیق اور پیدائش کا ذکر کیا گیا جس میں اس طرف اشارہ ہوگیا کہ تخلیق انسان کا اصل مقصد ہی تعلیم قرآن اور اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا ہے جیسا کہ ۲۷ویں پارہ سورہ الذریات میں فرمایا گیا **وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون** یعنی ہم نے جن وانس کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری عبادت کیا کریں اور ظاہر ہے کہ عبادت بغیر تعلیم قرآن کے نہیں ہوسکتی۔ الغرض معلوم ہوا کہ انسان کی پیدائش کا مقصد و مدعا اسلام وقرآن کے نزدیک اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت وعبدیت میں لگا رہے۔ اور عبادت صرف نماز روزہ ہی کا نام نہیں بلکہ عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے ہر لمحہ میں اور ہر گوشہ میں اور ہر وقت میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم کو اس طرح بجالانا جیسا کہ اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم فرمایا اور ہدایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے مقصد پیدائش کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آج کا ایسا انسان جس کا مقصد زندگی روٹی کپڑا اور مکان ہی ہو بننے سے بچائیں۔ اور زندگی کے ہر لمحہ میں اپنی عبادت اور بندگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔

تخلیق انسان کے بعد جو نعمتیں انسان کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں وہ بے حد وبیشمار ہیں جن میں سے چند کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا اور یہی سلسلہ مضامین ابھی جاری ہے اور مزید نعمتوں کا بیان اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

یا اللہ کفران نعمت سے ہم سب کو بچا لیجئے اور ہمیں جو زندگی آپ نے عطا فرمائی ہے اس میں حقیقی زندگی کو پورا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿١٤﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿١٥﴾ فَبِاَيِّ 13

اسی نے انسان (کی اصل یعنی آدمؑ) کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی پیدا کیا۔ اور جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا۔ سوائے جن وانس

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٨﴾

تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا مالک ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ

اُسی نے دو دریاؤں کو (صورۃً) ملایا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں (اور حقیقۃً) ان دونوں کے درمیان میں ایک حجاب (قدرتی) ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں سے

مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ

موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اسی کے (اختیار اور ملک میں) ہیں جہاز جو پہاڑوں کی طرح اُونچے کھڑے

النصف

كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾

(نظر آتے) ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ اس نے پیدا کیا انسان	مِنْ سے	صَلْصَالٍ کھنکھناتی مٹی	كَالْفَخَّارِ ٹھیکری جیسی	وَخَلَقَ اور اس نے پیدا کیا	الْجَآنَّ جنات	
مِنْ مَّارِجٍ شعلہ مارنے والی	مِّنْ نَّارٍ آگ سے	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	رَبُّ رب	
الْمَشْرِقَيْنِ دونوں مشرقوں	وَرَبُّ اور رب	الْمَغْرِبَيْنِ دونوں مغرب	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	
مَرَجَ اس نے بہائے	الْبَحْرَيْنِ دو دریا	يَلْتَقِيٰنِ ایکدوسرے سے ملے ہوئے	بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان	بَرْزَخٌ ایک آڑ		
لَا يَبْغِيٰنِ وہ زیادتی نہیں کرتے (نہیں ملتے)	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	يَخْرُجُ نکلتے ہیں	مِنْهُمَا ان دونوں کے	
اللُّؤْلُؤُ موتی	وَالْمَرْجَانُ اور مونگے	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	وَلَهُ اور اس کیلئے	الْجَوَارِ کشتیاں
الْمُنْشَئٰتُ چلنے والی	فِي الْبَحْرِ دریا میں	كَالْاَعْلَامِ پہاڑوں کی طرح	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی بعض عظیم الشان نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں بیان کی گئی تھیں

اب آگے ان آیات میں مزید نعمتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک نعمت اور یہ ہے کہ تمام انسانوں کی اصل اوّل آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور جنات کی اصل اوّل کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا اور پھر دونوں نوع میں پیدائش کے ذریعہ نسل چلی تو انسان وجنات کو جتلایا گیا کہ تمہاری خلقت یہ حق تعالیٰ کا تصرف عجیب اور کمال قدرت ہے اور انسان و جنات کے حق میں اس کا نعمت ہونا بھی ظاہر ہے۔ تو اس نعمت کی طرف اشارہ کر کے جن وانس سے پوچھا جاتا ہے کہ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے ایک دوسری نعمت کا ذکر فرمایا کہ وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہے۔ دو مشرقوں اور دو مغربوں سے مراد مفسرین نے جاڑے کے چھوٹے سے چھوٹے دن

اور گرمی کے بڑے سے بڑے دن کے مشرق ومغرب لئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی میں جس جس نقطہ سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ دومشرق اور جہاں جہاں غروب ہوتا ہے وہ دومغرب ہوئے۔ جاڑے کے سب سے چھوٹے دن میں سورج ایک نہایت تنگ زاویہ بنا کر طلوع وغروب ہوتا ہے اور اس کے برعکس گرمی کے سب سے بڑے دن میں وہ انتہائی وسیع زاویہ بناتے ہوئے نکلتا اور ڈوبتا ہے اور ان دونوں کے درمیان ہر روز سورج کا نکلنا اور ڈوبنا مختلف نقطہ سے ہوتا رہتا ہے اس طرح بہت سے مشارق و مغارب بھی ہوئے جس کے لئے ۲۹ویں پارہ سورہ معارج میں رب المشارق والمغرب فرمایا یعنی جمع کا صیغہ اور یہاں سورہ رحمٰن میں تثنیہ کا صیغہ رب المشرقین و رب المغربین فرمایا اور سورہ مزمل ۲۹ پارہ میں واحد کا صیغہ یعنی رب المشرق ورب المغرب فرمایا۔ تو مشرقین ومغربین کے تغیر وتبدل سے موسم اور فصلیں بدلتی ہیں اور گرمی۔ جاڑا۔ بہار۔ برسات کے طرح طرح کے انقلابات ہوتے ہیں۔ اور زمین والوں کے ہزار ہا فوائد ومصالح ان تغیرات سے وابستہ ہیں تو ان کا ادل بدل بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت اور اس کی قدرت عظیمہ کی نشانی ہوئی۔ اور اس کو یاد دلا کر تمام جن وانس سے پوچھا جاتا ہے کہ اے جن وانس باوجود اس کثرت نعمت کے تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے ایک اور نعمت ظاہر کی جاتی ہے کہ اسی نے دو دریاؤں کو صورۃً ملایا کہ ظاہر میں باہم ملے ہوئے ہیں اور حقیقتاً ان دونوں کے درمیان ایک قدرتی حجاب ہے کہ اس کی وجہ سے دونوں اپنے موقع سے بڑھ نہیں سکتے۔ دنیا میں پانی کے دو مستقل نظام جاری ہیں۔ ایک سلسلہ شور اور کھارا ہے جو عموماً سمندروں سے ظاہر ہوتا ہے دوسرا سلسلہ آب شیریں کا ہے جو عموماً کنویں چشمہ دریاؤں سے نکلتا ہے۔ کائنات انسانی کے لئے دونوں اپنی اپنی جگہ نہایت ضروری ہیں تا کہ دونوں سے مختلف قسم کے فائدہ حاصل ہوں۔ تو یہ اللہ کی حکمت وصنعت ہے کہ دونوں نظام پوری طرح قائم بھی ہیں اور ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے اور اس آیت کا مصداق کہ دو دریا آپس میں ملے ہوئے ہیں اور پھر بھی ان دونوں کے درمیان ایک قدرتی حجاب ہے۔ احقر مؤلف نے اپنی آنکھوں سے اپنی جائے پیدائش ہندوستان کے شہر الہ آباد میں دریائے جمنا اور گنگا کے سنگم کو دیکھا کہ دونوں دریا مل جاتے ہیں مگر ملنے کے باوجود فرق قائم رہتا ہے۔ گنگا کا پانی سفیدی مائل اور جمنا کا پانی نیلگوں صاف علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہے مل جانے کے بعد بھی۔ تو آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ میٹھے اور کھاری۔ پانی کے دونوں نظام قائم ہیں اور دونوں کے منافع بھی ظاہر ہیں۔ یہ بھی اللہ کی نعمت ہے اور اس نعمت کو یاد دلا کر پوچھا جاتا ہے کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے۔ اب پانی سے متعلق دو نعمتیں آگے یاد دلائی جاتی ہیں ایک یہ نعمت ہے کہ ان سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔ موتی اور مونگے دونوں کے تجارتی۔ تمدنی۔ معاشی اور طبی فوائد کے وجود کا نعمت میں سے ہونا بالکل ظاہر ہے۔ تو پانی سے نکلے ہوئے موتی اور مونگے کی نعمت کو یاد دلا کر پوچھا جاتا ہے کہ اے جن وانس باوجود اس کثرت نعمت کے تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے پانی کی ایک دوسری نعمت کا ذکر فرمایا گیا کہ بڑے بڑے جہاز جو سمندروں میں پہاڑوں کی طرح اونچے نظر آتے ہیں تو یہ اسی نے انسان کو صلاحیت بخشی کہ جو سمندروں کے پار کرنے کے لئے جہاز بنائے۔ اور جہازوں کے سیاسی۔ تجارتی۔ تمدنی ومعاشرتی منافع وفوائد انسانوں کے لئے بالکل ظاہر ہیں۔ یہاں آیت وله الجوار المنشئت فی البحر کالاعلام یعنی اسی کے ہیں جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں یہ ظاہر فرمادیا کہ جہاز گو بظاہر تمہارے بنائے ہوئے ہیں مگر خود تم کو اللہ نے بنایا اور اسی نے وہ قوتیں اور سامان عطا کئے جن سے جہاز تیار کرتے ہو۔ لہٰذا اے انسانو تم اور تمہاری مصنوعات سب کا مالک وخالق حقیقی وہی خدا ہے اور یہ سب انہی کی نعمتیں ہوئیں۔ اس لئے یہ بتلا کر پھر جن وانس سے پوچھا جاتا ہے کہ باوجود اس کثرت نعمتوں کے تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

اب جو مقصود ان نعمتوں کے جتلانے سے ہے یعنی توحید باری تعالیٰ اور اطاعت پروردگار اور اس کی نعمتوں کا شکر اس کو اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

جتنے (ذی روح) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے۔ اور (صرف) آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اُسی سے (اپنی اپنی حاجتیں) سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں، وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ سوائے جن وانس ہم عنقریب تمہارے (حساب وکتاب کے) لئے خالی ہوجاتے ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اے گروہ جن اور انسان کے

اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾

اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو مگر بدون زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

كُلُّ ہر کوئی	مَنْ عَلَيْهَا جو اس (زمین) پر	فَانٍ فنا ہونے والا	وَ اور	يَبْقٰى باقی رہے گا	وَجْهُ چہرہ (ذات)	رَبِّكَ تیرا رب
ذُو الْجَلٰلِ صاحب عظمت	وَالْاِكْرَامِ احسان کرنیوالا	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے		
يَسْئَلُهٗ اس سے مانگتا ہے اسے	مَنْ جو۔کوئی	فِى السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین میں	كُلَّ يَوْمٍ ہر روز	هُوَ وہ	فِىْ شَاْنٍ کسی نہ کسی کام میں
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	سَنَفْرُغُ ہم جلد فارغ (متوجہ ہوتے ہیں)	لَكُمْ تمہاری طرف		
اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ اے جن وانس	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	يٰمَعْشَرَ اے گروہ	الْجِنِّ جن	وَالْاِنْسِ اور انس
اِنِ اگر	اسْتَطَعْتُمْ تم سے ہو سکے	اَنْ کہ	تَنْفُذُوْا تم نکل بھاگو	مِنْ سے	اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کے کناروں	وَالْاَرْضِ اور زمین
فَانْفُذُوْا تو نکل بھاگو	لَا تَنْفُذُوْنَ تم نہیں نکل سکو گے	اِلَّا بِسُلْطٰنٍ زور کے سوا	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ روئے زمین کی کل مخلوق فنا ہونے والی ہے۔ ایک دن ہوگا کہ اس پر کچھ نہ ہوگا ساری مخلوق کو موت آ جائے گی اور فقط اللہ تعالیٰ کی ذات عالی جو عظمت اور بڑائی والی ہے باقی رہ جائے گی اور یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ صرف حق تعالیٰ ہی معبود ہونے کے لائق ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی بقا ایک نعمت ہے کیونکہ وہی منشا ہے تمام انعامات کا۔ اسی طرح اس عالم کا فنا ہونا بھی ایک نعمت ہے کیونکہ وہ مبنی ہے ظہور آخرت کا۔ اس عالم کے فنا ہونے کے بعد عالم باقی میں جانا میسر ہوگا جو بڑی نعمت ہے اس لئے اس پر بھی مثل دوسری نعمتوں کے جن وانس سے فرمایا جاتا ہے کہ تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ یہاں چونکہ حق تعالیٰ کے ذوالجلال والاکرام ہونے کا ذکر آ گیا تھا اس لئے آگے ایک خاص طور پر اس کی عظمت و

اکرام کے متعلق مضمون ہے یعنی وہ ایسا باعظمت ہے کہ زمین وآسمان کی تمام مخلوق زبان حال وقال سے اپنی حاجات اسی خدا سے طلب کرتی ہیں۔ کسی کو ایک لمحہ کے لئے اس سے استغنا نہیں۔ زمین والوں کی حاجتیں تو ظاہر ہیں اور آسمان والے گو کھانے پینے کے محتاج نہ ہوں لیکن رحمت وعنایت کے تو محتاج ہیں۔ اور حق تعالیٰ ہی سب کی حاجت روائی اپنی حکمت سے موافق کرتے ہیں اور ہر وقت اور ہر آن کائنات میں ان کے تصرفات جاری رہتے ہیں۔ کسی کو بڑھانا کسی کو گھٹانا۔ کسی کو دینا کسی سے لینا کسی کو عزت بخشنا کسی کو ذلت دینا۔ غرض کہ ہر آن اس کی ایک شان ہے اور باوجود عظمت کے ایسا احسان فرمانا یہ بھی ایک نعمت عظیمہ ہے اس لئے پھر فرمایا جاتا ہے کہ اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ دنیا کے یہ کام ودھندے عنقریب ختم ہونے والے ہیں اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوگا جبکہ اے جن و انس تمہارا حساب کتاب ہوگا۔ مجرموں کی پوری طرح خبر لی جائے گی اور وفاداروں کو پورا صلہ دیا جائے گا۔ تو اس حساب کتاب کی خبر دینا بھی ایک نعمت عظیمہ ہے تا کہ انسان اس کے لئے پہلے سے تیاری کی فکر وکوشش میں لگا رہے اور ایسے کام کرتا رہے جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو اور ایسے امور سے بچتا رہے جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو۔ اس لئے اس کے بعد پھر جن وانس سے خطاب کیا جاتا ہے کہ اے جن وانس باوجود اس کثرت نعمتوں کے تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے یا معشر الجن والانس فرما کر یعنی اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے دونوں کو براہ راست خطاب فرمایا جاتا ہے کہ خدا کی خدائی سے اور اللہ کی حکومت سے بچ نکلنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ وقت آنے پر خواہ تم کسی جگہ بھی ہو۔ بہرحال پکڑ کر لائے جاؤ گے۔ خدا سے بھاگ کر اور نکل کر کوئی جائے گا کہاں؟ دوسری قلمرو کونسی ہے جہاں وہ پناہ لے گا؟ اس طرح کھول کھول کر سمجھانا اور تمام نشیب و فراز پر متنبہ کر دینا کتنی بڑی نعمت ہے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

قرآن پاک کی یہی ایک ایسی سورت ہے کہ جس میں انسانوں کے ساتھ زمین کی دوسری مخلوق جنات کو بھی براہ راست خطاب کیا گیا ہے۔ اگرچہ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر ایسی تصریحات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی طرح جنات بھی ایک جواب دہ مخلوق ہیں اور ان میں بھی انسانوں کی طرح کافر و مومن۔ مطیع وسرکش ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سورۃ اس امر کی قطعی صراحت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کی دعوت روئے زمین کے جن وانس دونوں کے لئے ہے۔ اور ان دونوں گروہوں کو یہاں خبردار کیا گیا ہے کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب تم سے باز پرس کی جائے گی اور اس باز پرس سے بچ کر تم کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ خدا کی خدائی تمہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے نکل کر بھاگ جانا انسان اور جنات کسی کے بس میں نہیں۔ اب یہ باز پرس جس روز یعنی یوم قیامت میں ہونے والی ہے اس روز مجرم جنات وانسانوں کا کیا حال ہوگا اور کس انجام سے ان کو واسطہ پڑے گا یہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے ہم کو جو دین ودنیا کی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان کی حقیقی قدر دانی اور شکر گذاری کی توفیق بھی ہم کو عطا فرمائیں۔ اور یوم قیامت کی فکر اور وہاں کی تیاری اور نجات کے سامان ہمارے لئے مہیا فرمائیں۔

اے اللہ کریم رب ہمارا حساب کتاب آسان فرمائے گا۔ اور قیامت کی ذلت اور رسوائیوں اور وہاں کی سختیوں سے اپنی پناہ میں رکھے گا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۚ ۝۳۵ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۳۶

تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم (اس کو) ہٹا نہ سکو گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ ۝۳۷ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۳۸ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ

غرض جب (قیامت آئے گی جس میں) آسمان پھٹ جاوے گا اور ایسا سرخ ہو جاویگا جیسے سرخ نری (یعنی چمڑا) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ تو اس روز

عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۚ ۝۳۹ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۰ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ

(اللہ تعالیٰ کے معلوم کرنے کیلئے) کسی انسان اور جن سے اس کے جرم کے متعلق نہ پوچھا جائے گا۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ مجرم لوگ اپنے حلیہ سے پہچانے جاویں گے۔

فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۚ ۝۴۱ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۲ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ

سو (ان کے) سر کے بال اور پاؤں پکڑ لئے جائیں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم لوگ

بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۘ ۝۴۳ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۚ ۝۴۴ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۵

جھٹلاتے تھے۔ وہ لوگ دوزخ کے اور گرم کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

يُرْسَلُ بھیج دیا جائے گا	عَلَيْكُمَا تم پر	شُوَاظٌ ایک شعلہ	مِّنْ نَّارٍ آگ سے	وَّنُحَاسٌ اور دھواں	فَلَا تَنْتَصِرٰنِ تو مقابلہ نہ کرسکو گے		
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فَاِذَا پھر جب	انْشَقَّتِ پھٹ جائے گا	السَّمَآءُ آسمان	فَكَانَتْ تو وہ ہوگا	
وَرْدَةً گلابی	كَالدِّهَانِ جیسے سرخ چمڑا	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فَيَوْمَئِذٍ پس اس دن	لَا يُسْئَلُ نہ پوچھا جائیگا	
عَنْ ذَنْۢبِهٖ اس کے گناہوں کے متعلق	اِنْسٌ کسی انسان	وَّلَا جَآنٌّ اور نہ جن	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے		
يُعْرَفُ پہچانے جائیں گے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم (جمع)	بِسِيْمٰهُمْ اپنی پیشانی سے	فَيُؤْخَذُ پھر وہ پکڑے جائیں گے	بِالنَّوَاصِيْ پیشانیوں سے			
وَالْاَقْدَامِ اور قدموں	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ اور کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	هٰذِهٖ یہ	جَهَنَّمُ جہنم	الَّتِيْ وہ جسے	
يُكَذِّبُ بِهَا اسے جھٹلاتے ہیں	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم (جمع) گنہگار	يَطُوْفُوْنَ وہ پھریں گے	بَيْنَهَا اسکے درمیان	وَبَيْنَ اور درمیان	حَمِيْمٍ گرم پانی		
اٰنٍ کھولتے ہوئے	فَبِاَیِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے				

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں جنات و انسانوں دونوں گروہوں کو خبردار کیا گیا تھا کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب تم سے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔ اور یہ باز پرس قیامت کے دن ہونے والی ہے جس سے کہ بچ کر کوئی کہیں بھاگ کر نہیں جاسکتا۔ اب اس باز پرس کے نتیجہ میں کوئی تو اللہ کا مجرم ثابت ہوگا اور کوئی مومن متقی خدا سے ڈرنے والا ثابت ہوگا۔ اس لئے آگے دونوں کا انجام اور ان کے ساتھ کیا معاملہ قیامت میں کیا جائے گا وہ بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلے ان آیات میں مجرمین کے متعلق بیان ہے اور آئندہ آیات میں مومنین متقین کے متعلق احوال ہے۔ چنانچہ مجرمین جنت وانسان سے ان آیات میں خطاب فرمایا جاتا ہے کہ اے مجرمین جنات وانسان تم پر قیامت کے دن آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا اور کوئی اس کو دفع نہ کرسکے گا اور نہ کوئی اس

سزا کا کچھ بدلہ نہ ہو سکے گا۔ تو مجرموں کو اپنے جرائم کی پاداش سے قبل از وقت مطلع کر دینا اور آگاہ و خبردار کر دینا بھی ایک نعمت ہے کہ توبہ اور کفارہ کا موقع ابھی باقی ہے اور ان سزاؤں کی خبریں سن کر ان سے بچنے کا سامان ابھی دنیا میں کیا جا سکتا ہے اس لئے پھر جن و انس سے خطاب ہوتا ہے کہ اے جن و انس باوجود اس کثرت نعم کے تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے قیامت کا حال بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان پھٹے گا اور رنگ میں سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ شاید یہ سرخ رنگ اس لئے ہو کہ علامت غضب کی ہے جیسا کہ غضب میں چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ تو یہ خبر قبل از وقت دینا بھی ایک نعمت ہے اس لئے پھر فرمایا جاتا ہے کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن کسی جن و انس سے اس کے گناہوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم کرنے کے لئے سوال نہ کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے سے سب معلوم ہے۔ ہاں بطور الزام اور توبیخ ضابطہ کا سوال کیا جائے گا جیسا کہ سورہ حجر چودھویں پارہ میں فرمایا گیا فور بک لنسئلنهم اجمعین سو آپ کے پروردگار کی قسم کہ ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ تو خود مجرمین کو معلوم کرانے اور جتلانے کے لئے سوال اور حساب ہوگا۔ اور یہ خبر قبل از وقوع دے دینا بھی ایک نعمت ہے اس لئے پھر خطاب ہوتا ہے کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ مجرم لوگ قیامت میں اپنے حلیہ سے پہچانے جاویں گے کہ ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی اور فرشتے ان کے سر کے بال اور کسی کو ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں ڈال دیں گے اور یہ خبر دنیا میں پہلے سے دے دینا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے کہ جس کو ان احوال سے بچنا ہے وہ اسی دنیا میں ابھی بچنے کا انتظام کر لے اس لئے پھر خطاب فرمایا گیا کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ پھر جب مجرمون کو جہنم میں گھسیٹ کر ڈال دیا جائے گا تو اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو یہ وہی جہنم ہے جس کا تم دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان مجرمین کا جہنم میں پیاس کے مارے برا حال ہو گا۔ بھاگ کر پانی کے چشموں کی طرف جائیں گے۔ مگر کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جس کے پینے سے پیاس بجھنا تو درکنار آنتیں بھی کٹ کر باہر آ جائیں گی۔ اس طرح جہنم کے اور گرم کھولتے ہوئے پانی کے درمیان یہ مجرمین دورہ کرتے ہوں گے یعنی کبھی جہنم کا عذاب بھگتیں گے اور کبھی گرم کھولتے ہوئے پانی کا۔ اور یہ خبر دنیا میں دے دینا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے کہ ان سزاؤں کی خبر سن کر ان سے بچنے کا اہتمام اور فکر کرنا ابھی ممکن ہے۔ اس لئے پھر خطاب ہوتا ہے کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

یہاں ان آیات میں مجرمین کی بعض ایسی سخت سزاؤں کا ذکر ہے کہ جن سے ان کو آخرت میں بوجہ اللہ کا مجرم ہونے کا واسطہ پڑے گا۔ اب اللہ تعالیٰ کا مجرم ہونے میں کفر و شرک تو سب سے بڑا جرم ہے اور اگر اس جرم سے دنیا میں سچی توبہ نہ کی گئی تو عذاب جہنم سے کبھی نجات نصیب نہ ہو گی جیسا کہ قرآن و حدیث میں سیکڑوں صریح تصریحات موجود ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے جرائم میں کیا صرف کفر و شرک ہی باعث عذاب جہنم ہیں اور قیامت میں میدان حشر میں کیا صرف کفار و مشرکین ہی مجرموں کے کٹہرے میں ہوں گے؟ اور کیا مردم شماری میں مسلمان کہلانے والے اور مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو کر مسلمانوں کے سے نام رکھ لینے والے اور گائے کا گوشت کھانے والے۔ یا صرف کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر شریعت اور دین سے آزاد رہنے والے بلکہ دین کا مذاق اڑانے اور اس کا تمسخر کرنے والے کیا ایسے مسلمان آخرت میں اللہ کے مجرم نہ ٹھہرائے جائیں گے؟ اور کیا ان کو عذاب جہنم سے واسطہ نہ پڑے گا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح احادیث میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ جہنم کے سات طبقے ہیں جس میں اوّل طبقے گناہگار

مسلمانوں کیلئے اور ان کفار کے لئے مخصوص ہے جو باوجود شرک پیغمبروں کی حمایت کرتے تھے اور دیگر طبقات مشرکین ۔ آتش پرست ۔ دہریے یہود ونصاریٰ اور منافقین کیلئے مقرر ہیں ۔ کیا احادیث میں میدان حشر کے احوال میں یہ نہیں بتلایا گیا کہ مسلمانوں کی حالت حسب مراتب گونا گوں ہوگی ۔ اور یہ مختلف گروہوں پر تقسیم کردئے جائیں گے جہاں اللہ کے مطیع ۔ تابعدار ۔ نیک ۔ متقی پرہیزگار اور ایماندار بندوں کے گروہ حسب مراتب ہوں گے وہیں مجرمین کے گروہ بھی ہوں گے ۔ مثلاً ظالم حکام خونی قاتل زانی ۔ چور ۔ رہزن ۔ ڈاکو ۔ ماں باپ کو ستانے اور تکلیف دینے والے ۔ سودخور ۔ رشوت خوار ۔ حقوق العباد کے تلف کرنے والے ۔ شراب خوار ۔ یتیموں اور بے کسوں کے مال کھانے والے زکوٰۃ نہ دینے والے ۔ امانت میں خیانت کرنے والے ۔ عہد کے توڑنے والے وغیرہ وغیرہ مختلف گروہوں میں منقسم ہوکر اپنی جنس میں جا ملیں گے؟ کیا یہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتلایا کہ مویشیوں کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کو میدان حشر میں پشت کے بل لٹا کر جانوروں کو حکم ہوگا کہ ان پر سے گذر کر پامال کرو پس وہ جانور بار باران پر گذر کر ان کو روندتے رہیں گے؟ کیا سودخواروں کے پیٹوں کو پھلا کر ان میں سانپ اور بچھو بھر دئے جانے کی خبر حدیث میں نہیں دی گئی؟ کیا مصوروں کو یہ عذاب نہ دیا جائے گا کہ وہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں میں روح ڈالیں؟ کیا چغلخوروں کے کانوں میں سیسا پگلا کر نہ ڈالا جائے گا؟ کیا احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام اور حفاظت نہ کرے اس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا ۔ نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ اور اس کا حشر فرعون ۔ ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا ۔ العیاذ باللہ تعالیٰ العیاذ باللہ تعالیٰ ۔ میرے عزیزو اور دوستو! اللہ تعالیٰ کے مجرم ہونے کی فہرست تو بڑی طویل ہے ۔ بس دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو مجرموں میں شامل ہونے سے بچائیں ۔ اور ہم سے جو تقصیرات اور جرائم اب تک سرزد ہوچکے ہیں ان پر سچی توبہ و استغفار اور ان کا تدارک ابھی اسی دنیا اور اس زندگی میں نصیب فرما کر ہماری مغفرت کاملہ فرمادیں ۔ اور آخرت کے مواخذہ سے بری فرمادیں ۔ میدان حشر کی ذلت اور رسوائیوں سے بچالیں ۔ اور عذاب جہنم کے دھویں سے بھی دور رکھیں ۔

اب ان آیات میں تو مجرمین کے متعلق بیان تھا آگے خدا سے ڈرنے والے مومنین کا حال بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا ۔

دعا کیجئے

جب اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنے کرم سے اسلام اور ایمان سے نوازا ہے تم ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں اور ہم کو اس دنیا سے ایمان ویقین کے ساتھ کوچ کرنا نصیب فرمائیں ۔

یا اللہ اس زندگی میں ہم کو اپنی آخرت سنوارنے کی فکر عطا فرمادے ۔ اور اپنی رضا والے اعمال ہمارے لئے آسان فرمادے اور اپنی ناراضگی والے اعمال سے ہمیں بچالے ۔

یا اللہ جہنم اور اس کے آزار سے ہمیں دور رکھے گا اور قیامت کی ذلت ورسوائیوں سے اپنی پناہ بخشے گا ۔

یا اللہ میدان حشر میں ہم کو اپنے نیک اور صالح بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمائیے گا اور مجرموں میں شامل ہونے سے بچالیجئے گا ۔ آمین ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٧﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت) ڈرتا رہتا ہے اُس کیلئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ (اور وہ) دونوں باغ کثیر شاخوں والے ہوں گے۔ سوائے جن و انس تم اپنے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٩﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥١﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ

رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ بہتے چلے جاویں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی

فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٣﴾ مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۗ

دو دو قسمیں ہوں گی۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے،

وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٥﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ

اور ان دونوں باغوں کا پھل بہت نزدیک ہوگا۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان میں نیچی نگاہ والیاں (یعنی حوریں) ہوں گی

يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ

کہ ان (جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ گویا وہ یاقوت

وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٩﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿٦٠﴾ فَبِاَيِّ

اور مرجان ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ بھلا غایت اطاعت کا بدلہ بجز عنایت کے اور بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ سو

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦١﴾

اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

وَلِمَنْ اور اس کیلئے	خَافَ جو ڈرا	مَقَامَ رَبِّهٖ اپنے رب کے حضور کھڑا ہونا	جَنَّتٰنِ دو باغ	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	
تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ بہت سی شاخوں	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِيْهِمَا ان دونوں میں	
عَيْنٰنِ دو چشمے	تَجْرِيٰنِ جاری ہیں	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِيْهِمَا ان دونوں میں	مِنْ سے۔کی
كُلِّ ہر	فَاكِهَةٍ میوے	زَوْجٰنِ دو قسمیں	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتیں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	مُتَّكِئِيْنَ تکیہ لگائے ہوئے
عَلٰى فُرُشٍ فرشوں پر	بَطَآئِنُهَا ان کے استر	مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ریشم کے	وَجَنَا اور میوے	الْجَنَّتَيْنِ دونوں باغ	دَانٍ نزدیک	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں
رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِيْهِنَّ ان میں	قٰصِرٰتُ بند (نیچی) رکھنے والی	الطَّرْفِ نگاہیں	لَمْ يَطْمِثْهُنَّ نہیں ہاتھ لگایا کسی	
اِنْسٌ انسان نے	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	

كَاَنَّهُنَّ گویا کہ وہ	الْيَاقُوتُ یاقوت	وَالْمَرْجَانُ اور مونگے	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے

هَلْ جَزَآءُ نہیں بدلہ	الْاِحْسَانِ احسان	اِلَّا سوا	الْاِحْسَانُ احسان	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں مجرمین جنات وانسان کا انجام قیامت میں جو ہوگا بیان فرمایا گیا تھا کہ کسی کے پیشانی کے بال اور کسی کی ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ دیکھو یہ ہے وہ جہنم جسے دنیا میں تم جھٹلاتے تھے اور جسے ایک خیال اور فرضی چیز سمجھتے تھے پھر وہ کبھی جہنم کی آگ میں جلیں گے اور کبھی کھولتے ہوئے پانی میں ڈالے جائیں گے۔ اب آگے ان مجرمین کے مقابلہ میں ان اہل ایمان کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان کا انجام قیامت میں بتلایا جاتا ہے جو دنیا میں اللہ کے ڈر اور خوف سے برے کاموں سے بچتے رہے اور اللہ کی رضا کے لئے نیک کام کرتے رہے۔ یہ اہل ایمان دو قسم کے ہوں گے ایک تو خواص۔ دوسرے عوام۔ تو پہلے ان آیات میں خواص اہل جنت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ وہ اہل سعادت جنہیں دنیا میں ڈر لگا رہا کہ ایک روز اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے اور اسی ڈر کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہے۔ نفس کی بے جا خواہشات سے رکے رہے۔ دنیوی زندگی کے پیچھے پڑ کر آخرت سے غافل نہ ہوئے بلکہ آخرت کی فکر زیادہ رکھتے رہے اور پوری طرح تقوٰی و پرہیز گاری کے راستہ پر چلا کئے تو ان کے لئے جنت میں دو عالیشان باغ ہوں گے اور یہ بشارت جنات وانسان دونوں کے لئے ہے اس لئے آگے فرمایا کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اب جنت کے ان عالیشان باغات کی صفات بیان فرمائی جاتی ہیں۔ جنت کی یہ نعمتیں بتلا کر ارشاد ہوتا ہے کہ بھلا غایت اطاعت وفرمانبرداری کا بدلہ بجز عنایت ومہربانی کے کچھ اور ہو سکتا ہے؟ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر دنیا میں اپنے نفس پر پابندیاں لگائے ہوئے ہوں۔ حرام سے بچتے اور حلال پر اکتفا کرتے رہے ہوں۔ فرض کو فرض جان کر اپنے فرائض بجالاتے رہے ہوں۔ حق کو حق مان کر تمام حق داروں کے حقوق ادا کرتے رہے ہوں اور شر کے مقابلہ میں خیر کی ہر طرح حمایت وطرفداری کرتے رہے ہوں ہر طرح کی تکلیفیں اور مشقیں برداشت کر کے دین پر ثابت قدم رہنے والے ہوں تو ایسی نیک زندگی کا بدلہ نیک ثواب کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ ہر ہر مذکورہ نعمت جتلا کر ہر بار جن وانس سے خطاب کر کے پوچھا گیا کہ اے جن وانس تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

یہ تو خواص اہل جنت کے باغوں کی صفات مذکور ہوئیں آگے عام مومنین اہل جنت کے باغوں کا بیان ہے جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ ہی سے آپ کے انعامات واحسانات پر شکر کی توفیق کے طالب ہیں۔ یا اللہ! ہم آپ کی کسی ایک نعمت کے بھی منکر نہیں ہیں ہمیں اپنے شکر گذار بندوں میں شامل ہونا نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا

اوران دونوں باغوں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔وہ دونوں باغ گہرے سبز ہوں گے۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ

نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ جوش مارتے ہوں گے۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ان دونوں باغوں میں میوے

وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا

اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ان میں خوب سیرت خوبصورت عورتیں ہوں گی (یعنی حوریں) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ

نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔وہ عورتیں گوری رنگت کی ہوں گی (اور) خیموں میں محفوظ ہوں گی۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور) ان (جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا

قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ

اور نہ کسی جن نے۔سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔وہ لوگ سبز مشجر اور عجیب خوبصورت کپڑوں (کے فرشوں) پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے۔

وَمِنْ دُوْنِهِمَا اور ان دونوں کے علاوہ	جَنَّتٰنِ دو باغ	فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے		
مُدْهَآمَّتٰنِ نہایت گہرے سبز رنگ کے	فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِيْهِمَا ان دونوں میں		
عَيْنٰنِ دو چشمے	نَضَّاخَتٰنِ بشدت جوش مارنے والے	فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے		
فِيْهِمَا ان دونوں میں	فَاكِهَةٌ میوے	وَّنَخْلٌ کھجور کے درخت	وَّرُمَّانٌ اور انار	فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	
تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	فِيْهِنَّ ان میں	خَيْرٰتٌ خوب سیرت	حِسَانٌ خوبصورت	فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ تو کونسی نعمتیں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے
حُوْرٌ حوریں	مَّقْصُوْرٰتٌ رکی رہنے والی پردہ نشین	فِي الْخِيَامِ خیموں میں	فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ تو کونسی نعمتیں	رَبِّكُمَا اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	
لَمْ يَطْمِثْهُنَّ انہیں ہاتھ نہیں لگایا	اِنْسٌ کسی انسان	قَبْلَهُمْ ان سے قبل	وَلَا جَآنٌّ اور نہ کسی جن	فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ تو کون سی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	
تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	مُتَّكِـِٕيْنَ تکیہ لگائے ہوئے	عَلٰى رَفْرَفٍ مسندوں پر	خُضْرٍ سبز	وَّعَبْقَرِيٍّ اور خوبصورت	حِسَانٍ نفیس	
فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ تو کونسی نعمتوں	رَبِّكُمَا اپنے رب	تُكَذِّبٰنِ تم جھٹلاؤ گے	تَبٰرَكَ برکت والا	اسْمُ نام	رَبِّكَ تمہارا رب	
ذِي الْجَلٰلِ صاحب جلال	وَالْاِكْرَامِ اور احسان کرنے والا					

تفسیر وتشریح: یہ سورہ رحمٰن کی خاتمہ کی آیات ہیں۔گذشتہ آیات میں مقربین اور خواص اہل جنت کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ ان کو آخرت

میں بہشت کے عالی شان باغات عطا ہوں گے جن میں ہر طرح کی جسمانی و روحانی راحت و آرام کے سامان ہوں گے۔ اب آگے ان آیات میں عام مومنین اہل جنت کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور ان کو آخرت میں جو انعامات ملیں گے اس کو بیان فرمایا جاتا ہے۔

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ بہشت کے ان دو باغوں کا جس کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا اور جو مقربین اور خواص اہل جنت کے لئے ہوں گے۔ ان کے علاوہ ان باغوں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں جو ہر ہر مومن کی جنت میں ملیں گے۔ اہل جنت کی تقسیم دو قسموں میں اگلی سورہ واقعہ میں صاف صاف بیان فرمائی گئی ہے ایک تو سابقین جن کو مقربین بھی کہا گیا ہے جو جنت میں اعلیٰ درجہ کے اور خاص قرب رکھنے والے حضرات ہوں گے۔ جیسے انبیاء اولیاء۔ صدیقین۔ شہداء وغیرہ۔ دوسری قسم اصحاب الیمین جن کو اصحاب المیمنہ بھی کہا گیا ہے بتلائی گئی جو سابقین یعنی پہلی قسم سے کم درجہ کے ہوں گے جس میں عام مومنین و صالحین شامل ہوں گے چنانچہ بخاری شریف کی ایک صحیح حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو باغ ہیں جن کے برتن اور وہاں کی تمام چیزیں چاندی کی ہوں گی اور دو باغ ایسے ہیں کہ ان کے برتن اور وہاں کی تمام چیزیں سونے کی ہوں گی۔ تو گذشتہ آیات میں جنت کے جن دو باغوں کا ذکر ہوا وہ تو مقربین کے لئے تھے اور ان آیات میں جن دو باغوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے یہ اصحاب یمین یعنی عام مومنین صالحین کے لئے ہیں۔ آگے ان باغوں کی صفات بیان کی جاتی ہیں:۔

پہلی صفت فرمائی **مدھامتٰن** یعنی وہ باغ گہرے سبز ہوں گے۔

دوسری صفت فرمائی **فیھما عینٰن نضاختٰن** یعنی ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے جو جوش مارتے ہوں گے۔

تیسری صفت فرمائی **فیھما فاکھۃ و نخل و رمان** ۔ان دونوں باغوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے۔ مگر جنت کے میوے اور کھجور اور انار کو دنیا کے انار اور کھجوروں پر قیاس نہ کیا جائے۔ ان کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کیونکہ وہاں کی نعمتوں کو نہ کسی نے دیکھا ہے نہ کسی دماغ میں آسکتی ہیں۔

چوتھی صفت فرمائی **فیھن خیرٰت حسان** ان میں خوب سیرت اور خوبصورت عورتیں ہوں گی (مراد حوریں ہیں)۔

آگے حوروں کے متعلق بتلایا کہ وہ نہایت خوبصورت گوری رنگت کی ہوں گی۔ حدیث میں آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اہل جنت کی بیویوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان یعنی جنت سے لے کر زمین تک روشنی ہی روشنی ہو جائے اور مہک و خوشبو سے بھر جائے اور اس کے سر کی اوڑھنی بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ آگے دوسری صفت حوروں کی بتلائی گئی **لم یطمثھن انس قبلھم ولا جآن**. یعنی ان جنتیوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی انسان نے تصرف کیا ہوگا نہ کسی جن نے۔ آگے جنتیوں کی شاہانہ نشست کا ذکر ہے کہ یہ جنتی سبز رنگ کے اعلیٰ فرشوں اور غالیچوں پر تکیوں سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ہر ہر نعمت کے بعد پوچھا گیا کہ اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

سورۃ کے خاتمہ پر حق تعالیٰ کی ثنا و صفت بیان فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کا نام بڑا بابرکت ہے جو بڑی عظمت والا اور احسان والا ہے یعنی اسی کی ذات اس لائق ہے کہ اس کا جلال و بزرگی مانا جائے اور اس کی بڑائی اور عظمت کا پاس کر کے اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔

دیکھئے قرآن پاک میں اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مومنین کو جو جنت اور وہاں کی نعمتوں کی بشارت دی گئی ہے وہ دو چیزوں کے ساتھ دی گئی ہے ایک ایمان اور دوسرے اعمال صالحہ۔ مگر یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ کوئی یہ وسوسہ تک دل میں نہ لائے کہ کوئی اپنے اعمال پر ناز اور گھمنڈ کرنے لگے اور یہ سمجھنے لگے کہ ان نیک اعمال کی بدولت میں جنت کا اور اس کی نعمتوں کا حق دار بن جاؤں گا۔ مسلم شریف کی ایک صحیح حدیث ہے حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کو اس کا عمل جنت میں نہ لے جائے گا اور نہ اس کو دوزخ سے بچائے گا اور نہ میرا عمل مگر اللہ کی رحمت وکرم سے اور بخاری اور مسلم میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو جنت میں اس کا عمل داخل نہیں کرے گا تو اصحاب نے عرض کیا کہ آپ کو بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو بھی میرا عمل جنت میں نہ لے جائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے فضل ورحمت میں ڈھانپ لے۔ تو ان روایت حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت میں جانا اور جہنم سے بچ جانا صرف رحمت الٰہی اور فضل خداوندی کے باعث ہوگا۔ مگر اس سے یہ بھی نہ خیال کیا جائے کہ پھر اعمال صالحہ کچھ کام نہ آئے۔ تو یہ بات نہیں۔ مطلب ان احادیث کا یہ ہے کہ کوئی اپنے اعمال صالحہ پر ناز اور گھمنڈ نہ کرے اور اعمال صالحہ بھی خالص نیت سے بدون توفیق وتائید خداوندی کے نہیں ہوسکتا تو اعمال صالحہ میں بھی اصل خدا کی رحمت ہی ٹھہری یعنی اصل سبب جنت میں جانے اور جہنم سے بچ جانے کا خدا کی رحمت ہوئی اور نیک عمل اس کا اثر اور نشان ہوا جیسا کہ ۲۱ویں پارہ سورہ روم میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

ومن عمل صالحاً فلانفسهم يمهدون ليجزى الذين امنوا وعملوا الصلحت من فضله (اور جو نیک عمل کر رہا ہے سو یہ لوگ اپنے لئے سامان کر رہے ہیں تاکہ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح بھی کئے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے جزا دے گا) معلوم ہوا کہ باوجود ایمان اور عمل صالح کے جنت کی نعمتوں کی امید حق تعالیٰ کے فضل وکرم ہی سے رکھنا چاہئے اور اس کے فضل عظیم کو طلب کرنا چاہئے۔ **اللهم انا نسئلک من فضلک العظيم**۔ آمین۔

الحمد للہ اس درس پر سورہ رحمٰن کا بیان پورا ہوگیا جس میں تین رکوع تھے۔ اس کے بعد انشاء اللہ اگلی سورۃ کا بیان شروع ہوگا۔

سورۃ الرحمٰن کے خواص

۱- اگر کسی کو آشوب چشم ہو تو وہ سورۃ الرحمٰن لکھ کر گلے میں پہنے، تندرست ہو جائے گا۔ ۲- اگر کسی کو تلی کا مرض ہو تو سورۃ الرحمٰن لکھ کر پاک پانی سے دھولے اور وہ پانی پی لے۔

۳- اگر کسی مکان میں کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض تنگ کرتے ہوں تو جس دیوار کی طرف زیادہ ہوں اس پر سورۃ الرحمٰن لکھ دی جائے تو سب بھاگ جائیں گے۔

یامعشر الجن والانس ...... من نار ونحاس

جو آدمی مذکورہ آیات کو لکھ کر اپنے دائیں بازو پر باندھے وہ ہر خطرہ سے محفوظ رہے گا۔ (الدر النظیم)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اہل جنت میں شامل فرمالیں اور جنت کی دائمی اور ابدی نعمتیں میسر فرمائیں۔

یا اللہ اپنی ہر ایک نعمت کی ہم کو قدر دانی اور شکر گذاری کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور ہر حال میں اپنی حمد وثنا اور بڑائی وعظمت بیان کرنے اور اپنے ذکر وفکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ جنت جو آپ کی رضا کا مقام ہے اُس کا مل جانا اور جہنم جو آپ کے قہر وغضب کا مقام ہے اس سے بچ جانا یہ محض آپ کے فضل وکرم ورحم ہی سے ممکن ہے۔ جب اشرف الانبیاء والمرسلین آپ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ میرا عمل بھی مجھ کو جنت میں نہ لے جائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اپنے فضل ورحمت میں ڈھانپ لے تو اور کون ہے جو اپنے اعمال پر نظر کر کے جنت کی امید کر سکے۔ یا اللہ! اس دنیا میں ہم پر فضل فرما اور اپنی رضا کے اعمال کی توفیق نصیب فرما۔ اور آخرت میں بھی اپنے فضل وکرم ہی سے ہمارا بیڑہ پار لگا اور اپنی رضا کے مقام جنت میں ہمارا ابدی ٹھکانا ہونا نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتٌّ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّثَلٰثُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۙ﴿۴﴾

جب قیامت واقع ہوگی۔ جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے۔ تو وہ (بعض کو) پست کردے گی (اور بعض کو) بلند کردے گی۔ جب کہ زمین کو سخت زلزلہ آوے گا۔

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾

اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے۔

اِذَا جب	وَقَعَتِ واقع ہوجائیگی	اَلْوَاقِعَةُ واقع ہونے والی	لَيْسَ نہیں	لِوَقْعَتِهَا اسکے واقع ہونے میں	كَاذِبَةٌ کچھ جھوٹ
خَافِضَةٌ پست کرنیوالی	رَّافِعَةٌ بلند کرنیوالی	اِذَا جب	رُجَّتِ لرزنے لگے گی	الْاَرْضُ زمین	رَجًّا سخت زلزلہ
وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا اور ریزہ ریزہ ہوجائیں پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر	فَكَانَتْ پھر ہوجائیں گے	هَبَآءً غبار	مُّنْۢبَثًّا پراگندہ		

تفسیر وتشریح: یہ پوری سورۃ قیامت کے واقع ہونے کی خبر اور قیامت کے لرزہ خیز حالات و کیفیات پر مشتمل ہے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "یارسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا "ہاں" مجھے سورہ ہود نے اور سورہ واقعہ نے اور سورہ والمرسلت نے اور سورہ عم یتسآء لون نے اور سورہ اذالشمس کورت نے بوڑھا کر دیا"۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص سورہ واقعہ کو ہر رات پڑھ لیا کرے اسے ہرگز ہرگز فاقہ نہ پہنچے گا۔

سورہ واقعہ کے فضائل متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سورہ حدید اور سورہ واقعہ اور سورہ رحمٰن پڑھتا ہے وہ جنت الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے (یہ تینوں سورتیں یعنی سورہ رحمٰن، سورہ واقعہ، سورہ حدید لگاتار یکے بعد دیگرے ہیں) ایک روایت میں ہے کہ سورہ واقعہ سورہ الغنیٰ ہے۔ اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنی بیبیوں کو سکھلاؤ اور حضرت عائشہؓ سے بھی اس کے پڑھنے کی تاکید منقول ہے۔

اب ان تلاوت کردہ آیات کی تشریح ملاحظہ ہو سورۃ کی ابتدا قیامت اور اس کے اثرات کے بیان سے فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب قیامت واقع ہوگی اس وقت کھل جائے گا کہ یہ کوئی جھوٹی اور غلط بات نہ تھی۔ نہ اسے کوئی ٹلا سکے گا۔ نہ واپس کر سکے گا۔ یہ آغاز کلام دراصل ان باتوں کا جواب ہے جو اس وقت کفار مکہ قیامت وآخرت کے متعلق کہتے تھے اور اس کو ناقابل یقین قرار دیتے تھے۔ انہیں یہ بعید از عقل و امکان نظر آتا تھا کہ زمین وآسمان کا یہ سارا نظام کیا درہم برہم ہو جائے گا اور پھر ایک دوسرا عالم برپا ہوگا جس میں سب اگلے پچھلے مرے ہوئے انسان دوبارہ زندہ کئے جاویں گے اور ان کا رتی رتی حساب کتاب کیا جائے گا اور دنیا کے اعمال وعقائد کے مطابق جزا و سزا دی جائے گی۔ اور کچھ بہشت کے باغات میں رہیں گے اور کچھ جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ یہ سب کفار کے نزدیک خواب و خیال کی باتیں تھیں اور جن کو ماننے کے لئے وہ تیار نہ تھے۔ اس

لئے انہیں سنایا جاتا ہے کہ جب وہ ہونے والا واقعہ یعنی قیامت و آخرت پیش آجائے گی تو اس وقت کوئی اسے جھٹلانے والا نہ ہوگا اور نہ کوئی ٹال سکے گا۔ نہ ہٹا سکے گا وہ اپنے مقررہ وقت پر آ کر رہے گی اور جب وہ دن آجائے گا تو ایک گروہ کو پست کرنے والا ہوگا اور ایک گروہ کو اوپر اٹھانے والا ہوگا۔ بڑے بڑے متکبرین کو جو دنیا میں بہت معزز اور سر بلند سمجھے جاتے تھے۔ اسفل السافلین کی طرف دھکیل کر جہنم میں پہنچا دیا جائے گا اور بہت سے کمزور۔ ضعیف اور متواضع جو دنیا میں پست اور حقیر نظر آتے تھے جنت میں جائیں گے دشمنان خدا ذلیل ہو کر جہنمی بن جائیں گے اور مقبولین مومنین عزیز ہو کر اکرام کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور جب وہ دن یعنی یوم قیامت آئے گا تو یہ زمین ساری کی ساری لرزنے لگے گی۔ چپہ چپہ کپکپانے لگے گا۔ طول وعرض زمین میں زلزلہ پڑ جائے گا۔ پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔

دیکھئے بلا مبالغہ قرآن پاک کا ایک بڑا حصہ قیامت وآخرت ہی کے بیان پر مشتمل ہے اور قرآن پاک کی ابتدائی سورۃ یعنی سورہ بقرہ کے شروع ہی میں متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں ایک صفت و بالاٰخرۃ ھم یوقنون فرمائی گئی ہے یعنی وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ اور دوسری باتوں کے متعلق یؤمنون فرمایا کہ وہ ان پر ایمان رکھتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ایمان رکھنا کسی امر پر اور بات ہے اور یقین رکھنا کسی امر پر اور بات ہے۔ تو قیامت و آخرت کے متعلق یقین رکھنے کا حکم ہے اور کسی بات پر یقین رکھنے کا اثر جو طبیعت پر ہوتا ہے وہ دنیا ہی کی ایک عام مثال سے سمجھ لیجئے مثلاً آپ کو ریل یا ہوائی جہاز سے کہیں کا سفر کرنا ہے اور آپ کو یہ یقین ہوتا ہے کہ ریل یا جہاز کی روانگی کا جو وقت مقرر ہے وہ بالکل اٹل ہے۔ ریل یا جہاز ٹھیک اپنے مقرر کردہ وقت پر روانہ ہو جائے گا۔ تو اس یقین کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آپ ہفتوں اور کئی دنوں پہلے سے ہمہ وقت اس سفر کی تیاری میں لگے رہتے ہیں اور روانگی کے مقررہ وقت سے پہلے ریل یا جہاز پر پہنچ جاتے ہیں' اس میں غفلت۔ ٹال مٹول۔ سستی۔ کاہلی یا شک وشبہ کا گزر نہیں ہوتا۔ اسی طرح قیامت وآخرت کے متعلق اگر یقین پختہ ہوگا تو پھر وہاں کی تیاری میں بھی انسان لگا رہے گا۔ اب ہم ذرا غور کریں کہ آخرت پر ہمارا یقین کتنا پختہ ہے؟ کیا آخرت کا یقین ہم کو ہمہ وقت وہاں کی تیاری میں لگائے ہوئے ہے؟ اگر ہم کو یہ یقین ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ دربار خداوندی میں حاضر ہونا ہے اور ہم سے ہمارے اعمال کی باز پرس ہونے والی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی خداوند ذوالجلال والاکرام کے غصہ اور ناراضگی کا سبب بننے والی ہے تو پھر اس یقین کے ساتھ جرات اور دیدہ دلیری سے عمداً اور دانستہ اللہ کی معصیت اور گناہوں پر اصرار کیوں ہے؟ ہم میں سے اکثر کا مسلک یوں کیوں بنا ہوا ہے کہ

اب تو آرام سے گزرتی ہے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔ دیکھئے سورہ تکاثر ۳۰ ویں پارہ میں خود حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیوی سازوسامان پر فخر کرنا تم کو آخرت سے غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستان میں پہنچ جاتے ہو یعنی مر جاتے ہو۔ ہرگز نہیں یعنی نہ دنیوی سامان قابل فخر ہے اور نہ آخرت قابل غفلت۔ اگر تم یقینی طور پر جان لیتے (یعنی غور وتوجہ سے کام لیتے اور اس کا یقین آجاتا تو کبھی آخرت سے غفلت میں نہ پڑتے۔ (بیان القرآن) اللہ تعالیٰ قیامت و آخرت کی طرف سے غفلت ہمارے دلوں سے دور فرمائیں اور ہم کو آخرت کا ایسا یقین کامل نصیب فرمائیں کہ ہم ہمہ وقت وہاں کی تیاری میں لگے رہیں۔ چنانچہ آگے بتلایا گیا ہے کہ تمام انسان اگلے اور پچھلے قیامت وآخرت میں تین گروہوں میں تقسیم ہو جاویں گے اور ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاوے گا یہ ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝٧ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝٨ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ

اور تم تین قسم کے ہوجاؤ گے۔ سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں۔ اور جو بائیں والے ہیں،

مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝٩ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝١٠ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝١١ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝١٢

وہ بائیں والے کیسے برے ہیں۔ اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجہ کے ہیں۔ (اور) وہ (خدا تعالیٰ کے ساتھ) خاص قرب رکھنے والے ہیں۔ یہ مقرب لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝١٣ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝١٤

ان کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں ہوں گے۔

وَكُنْتُمْ اور تم ہوجاؤ گے	اَزْوَاجًا جوڑے (قسم)	ثَلٰثَةً تین	فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ تو دائیں ہاتھ والے	مَا کیا	اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ دائیں ہاتھ والے	
وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ اور بائیں ہاتھ والے	مَا کیا	اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ بائیں ہاتھ والے	وَالسّٰبِقُوْنَ اور سبقت لے جانے والے			
السّٰبِقُوْنَ سبقت لے جانیوالے ہیں	اُولٰٓئِكَ یہی ہیں	الْمُقَرَّبُوْنَ مقرب (جمع)	فِيْ میں	جَنّٰتِ باغات	النَّعِيْمِ نعمت	ثُلَّةٌ بڑی جماعت
مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ پہلوں سے۔میں	وَقَلِيْلٌ اور تھوڑے	مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ پچھلوں سے۔میں				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں وقوع قیامت کے بعد یعنی آخرت میں تمام نوع انسانی کا تین گروہوں میں تقسیم ہو جانے اور پھر ان تینوں گروہوں کے احوال کی تفصیل بیان فرمائی جاتی ہے۔ چنانچہ ان آیات میں تمام نوع انسانی کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے انسانو! بلحاظ اپنے انجام وثمرات عمل کے آخرت میں تمام نسل انسانی شروع دنیا سے جو قیامت تک پیدا ہوں گے تین طبقوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ ایک عام مومنین اہل جنت۔ دوسرے خواص مقربین جو جنت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہوں گے۔ تیسرے کفار ومنکرین جو اہل جہنم ہوں گے گذشتہ سورہ رحمٰن میں بھی یہی تین قسمیں ذکر فرمائی گئی تھیں۔ اس سورۃ میں خواص اہل جنت کو مقربین اور سابقین کہا گیا ہے اور عوام مومنین اہل جنت کو اصحاب الیمین یا اصحاب المیمنہ اور کفار ومنکرین کو اصحاب المشئمہ یا اصحاب الشمال کہا گیا ہے۔ آگے ان تینوں قسموں کا حال بیان فرمایا گیا ہے پہلے اجمالاً اور پھر تفصیلاً۔ اجمالاً پہلے اصحاب المیمنہ یعنی داہنے والوں کا ذکر فرمایا۔ مراد اس سے وہ مومنین ہیں جو عرش عظیم کے داہنی طرف ہوں گے اور جن کا اعمالنامہ بھی داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور جن کی ارواح کو عہد لینے کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کے داہنے پہلو سے نکالا گیا تھا اور فرشتے بھی ان کو داہنی طرف سے لیں گے۔ شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی کی نسبت دیکھا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی داہنی طرف نظر کر کے ہنستے اور خوش ہوتے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔ تو ایک قسم جو اصحاب المیمنہ یعنی داہنے والے ہیں ان کے متعلق اجمالاً فرمایا کہ یہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں۔ مراد اس سے عوام مومنین اہل جنت ہوں گے جن کے حال کی تفصیل آگے بیان فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم کو بھی اس داہنے والے گروہ میں شامل فرمالیں۔

دوسرا گروہ اصحاب المشئمۃ یعنی بائیں والوں کا ذکر فرمایا۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو آدم علیہ السلام کے بائیں پہلو سے نکالے گئے۔ عرش کے بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے اعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتہ بائیں طرف سے ان کو پکڑیں گے۔ تو یہ دوسری قسم جو اصحاب المشئمۃ یعنی بائیں والے ہیں ان کے متعلق اجمالاً فرمایا گیا کہ ان کی بدبختی اور نحوست کا کیا ٹھکانہ۔ یہ کیسے برے ہیں کہ سب اہل جہنم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم سب کو اس گروہ میں شامل ہونے سے بچالیں۔ آمین۔

تیسرا گروہ جو عرش کے سامنے ہوگا۔ یہ خاص الخاص جماعت ہوگی جو اصحاب یمین سے بھی زیادہ باوقعت اور خاص مقربین الٰہی میں سے ہوں گے۔ اور حق تعالیٰ کی رحمتوں ۔ قرب و وجاہت میں سب سے آگے ہوں گے اور یہ جماعت انبیاء کرام ۔صدیقین ۔ شہداء اور اولیاء اللہ متقین کاملین کی ہوگی۔ ان حضرات سابقین کے متعلق فرمایا گیا کہ یہ جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجہ کے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ خاص قرب رکھنے والے ہیں اور یہ مقربین آرام اور نعمتوں سے بھرے ہوئے باغات بہشت میں ہوں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان مقربین خاص کا ایک بڑا گروہ تو اولین یعنی اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے آخرین یعنی پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے۔ اب یہاں آیت میں اوّلین و آخرین سے کون مراد ہیں اس میں مفسرین کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ اوّلین یعنی اگلوں سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک جتنی امتیں گذری ہیں وہ اولین ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قیامت تک کے لوگ آخرین یعنی پچھلے لوگ ہیں۔ اس لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ بعثت محمدی سے پہلے ہزار ہا برس کے دوران جتنے انبیاء اور پیغمبر اور رسول گذرے ہیں ان میں سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے قیامت تک آنے والے انسانوں میں سابقین کی تعداد کم ہوگی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس کی وجہ کہ اوّلین میں سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی یہ فرمائی ہے کہ اوّلین یعنی آدم علیہ السلام سے زمانہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک کا زمانہ بہت طویل ہے بہ نسبت امت محمدیہ کے جو قرب قیامت میں پیدا ہوئی ہے تو باقتضاء عادت زمانہ اس طویل زمانہ کے خواص بہ نسبت امت محمدیہ کے مختصر زمانہ کے خواص کے تعداد میں ان سے کم ہوں گے کیونکہ اس طویل زمانہ میں ایک دو لاکھ کے درمیان تو انبیاء ہی ہیں اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی اور نبی نہیں اس لئے خواص مقربین کا بڑا گروہ اولین کا ہوگا اور آخرین یعنی امت محمدیہ میں ان کی تعداد کم ہوگی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں اولین و آخرین سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّلین و آخرین مراد ہیں یعنی آپ کی امت میں ابتدائی دور کے لوگ اوّلین ہیں۔ یعنی صحابہ تابعین ۔ تبع تابعین وغیرہ۔ جن میں سابقین مقربین کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اور بعد کے لوگ آخرین ہیں جن میں سابقین مقربین کی تعداد کم ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ تو ہوا اجمالاً بیان تینوں قسموں کا۔ اب آگے ان تینوں قسموں کا تفصیلی بیان ہے۔ پہلے سابقین یعنی مقربین خاص کی تفصیل بیان کی گئی ہے جس کا ذکر اگلی آیات میں ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ

(وہ لوگ) سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ان کے آس پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمدورفت کیا کریں گے۔

وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾

آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا نہ اس سے ان کو دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے۔

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ

اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا۔اور (ان کیلئے) گوری گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں ہونگی۔(مراد حوریں ہیں) جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿۲۶﴾

یہ اُن کے اعمال کے صلہ میں ملے گا۔(اور) وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ کوئی (اور) بیہودہ بات بس (ہر طرف سے) سلام ہی سلام کی آواز آئے گی۔

عَلٰی سُرُرٍ تختوں پر	مَّوْضُوْنَةٍ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے	مُّتَّكِـِٕيْنَ تکیہ لگائے ہوئے	عَلَيْهَا اس پر	مُتَقٰبِلِيْنَ آمنے سامنے	
يَطُوْفُ اردگرد پھریں گے	عَلَيْهِمْ ان کے	وِلْدَانٌ لڑکے	مُّخَلَّدُوْنَ ہمیشہ رہنے والے	بِاَكْوَابٍ آبخوروں کے ساتھ	وَّاَبَارِيْقَ اور آفتابے
وَكَاْسٍ اور پیالے	مِّنْ سے۔کے	مَّعِيْنٍ صاف شراب	لَّا يُصَدَّعُوْنَ نہ انہیں دردسر ہوگا	عَنْهَا اس سے	وَلَا يُنْزِفُوْنَ اور نہ ان کی عقل میں فتور آئیگا
وَفَاكِهَةٍ اور میوے	مِّمَّا اس سے جو	يَتَخَيَّرُوْنَ وہ پسند کریں گے	وَلَحْمِ طَيْرٍ اور پرندوں کا گوشت	مِّمَّا وہ جو	يَشْتَهُوْنَ وہ چاہیں گے
وَ اور	حُوْرٌ عِيْنٌ بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں	كَاَمْثَالِ جیسے	اللُّؤْلُؤِ موتی	الْمَكْنُوْنِ (سپی میں) چھپے ہوئے	جَزَآءًۢ جزا
بِمَا اس کی	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے ہیں	لَا يَسْمَعُوْنَ وہ نہ سنیں گے	فِيْهَا اس میں	لَغْوًا بے ہودہ بات	وَّلَا تَاْثِيْمًا اور نہ گناہ کی بات
اِلَّا مگر	قِيْلًا کلام	سَلٰمًا سَلٰمًا سلام سلام			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ آخرت میں تمام نسل انسانی جو دنیا میں پہلے گذر چکے یا جو اب موجود ہیں اور یا جو آئندہ قیامت تک پیدا ہوں گے بلحاظ اپنے انجام کے تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ایک تو سابقین یعنی اللہ تعالیٰ کے مخصوص مقبول بندے اور خاص قرب الٰہی رکھنے والے۔دوسرے اصحاب یمین یعنی داہنے والے اور تیسرے اصحاب الشمال یعنی بائیں والے۔ان تینوں قسموں کے لوگوں کا اجمالاً حال گذشتہ آیات میں بیان فرمایا گیا تھا۔اب قدرے تفصیلاً ان تینوں گروں کا حال جو آخرت میں ہوگا بیان فرمایا جاتا ہے۔پہلے ان آیات میں سابقون یعنی اللہ تعالیٰ کے مخصوص اور خاص قرب رکھنے والے بندے جیسے انبیاء۔صدیقین۔شہدا اور اولیاء اللہ۔ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں ان کے کیا درجات ہوں گے۔اس کے بعد اگلی آیات میں اصحاب یمین اور اصحاب الشمال کے متعلق بتلایا گیا ہے کہ ان کا آخرت میں کیا حال ہو گا۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ سابقین جو بہشت کے باغات میں ہوں گے ان کے بیٹھنے کے لئے سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تخت ہوں گے جن پر یہ تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔یعنی نشست ایسی ہوگی کہ کسی ایک کی پیٹھ

دوسرے کی طرف نہ رہے گی۔ ان کی خدمت کے لئے لڑکے ہوں گے جن کی عمر ہمیشہ ایک حالت میں رہے گی۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث ومفسر دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اہل جنت کے خدام تین قسم کے ہوں گے:۔

ایک ملائکہ جو خدائے قدوس اور اہل جنت کے مابین بطور قاصد ہوں گے۔

دوسرے غلمان جو حوروں کی طرح جنت میں ایک جدا مخلوق ہیں جو جنت ہی میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ اور وہ ہمیشہ ایک عمر کے رہیں گے اور مثل بکھرے ہوئے موتیوں کے چاروں طرف خدمت کرتے پھریں گے۔ روایات حدیث سے ثابت ہے کہ ایک ایک جنتی کے پاس ہزاروں خادم ہوں گے۔

تیسرے اولاد مشرکین جو بچپن میں قبل از بلوغ انتقال کر چکی ہوگی۔ یہ بچے اہل جنت کے خادم ہوں گے۔ مگر محدثین میں یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ غیر مسلموں کی اولاد صغیر یعنی نابالغ اولاد جنت میں جائے گی یا دوزخ میں۔ کیونکہ ایسے بچوں کے بارہ میں مختلف روایتیں منقول ہیں جو بالغ ہونے سے پہلے مر جاتے ہیں۔ اسی بنا پر بعض حضرات محدثین کے نزدیک ان کا حشر اپنے ماں باپ کے ساتھ ہوگا۔ یعنی کافروں اور مشرکوں کے بچے اپنے ماں باپ کے تابع ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ بعض محدثین و علمائے کرام کا قول ہے کہ وہ جنتی ہیں کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے گرد بچے ہی بچے جمع ہیں اور جب کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اولاد مشرکین کے بارہ میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی وہیں موجود ہیں۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ کچھ علماء کی رائے اس مسئلہ میں سکوت اختیار کرنے کی ہے کیونکہ بعض روایات کے پیش نظر اس مسئلہ میں توقف ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دیگر بعض علما نے اس بارے میں توقف اختیار کیا ہے۔ محدث امام نوویؒ نے نزدیک تمام احادیث میں تطبیق دینے کے بعد قول راجح یہی ہے کہ غیر مسلموں کے نابالغ بچے مرنے کے بعد آخرت میں جنت ہی میں جائیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض ذکر سابقین مقربین کا ہو رہا تھا۔ جن کے متعلق آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان کے پینے کے لئے صاف ستھری شراب ہوگی جس کے قدرتی چشمے جاری ہوں گے۔ قرآن پاک کی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت کے لئے مشروب یعنی پینے کی چیزیں چار قسم کی ہوں گی اور ان کی نہریں جاری ہوں گی:۔

ایک وہ نہری جن کا پانی نہایت شیریں وٹھنڈا ہے۔

دوسری وہ نہریں جو ایسے قدرتی دودھ سے لبریز ہیں جس کا مزہ کبھی نہیں بگڑتا۔

تیسری وہ نہریں جو ایسی شراب کی ہیں جو نہایت فرحت افزا اور خوش رنگ اور خوش مزہ ہے۔

چوتھی وہ نہریں جو نہایت صاف وشفاف شہد کی ہیں۔

علاوہ ان نہروں کے تین قسم کے چشمے ہیں:۔

ایک کا نام کافور ہے جس کی خاصیت خنکی ہے۔

دوسرے کا نام زنجبیل ہے جس کو سلسبیل بھی کہتے ہیں اس کی خاصیت گرم ہے مثل چاء وقہوہ۔

تیسرے کا نام تسنیم ہے جو نہایت لطافت کے ساتھ ہوا میں معلق جاری ہے۔ ان تینوں چشموں کا پانی مقربین کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن اصحاب یمین کو بھی جو مقربین سے کم درجہ کے جنتی ہیں ان چشموں میں سے سربمہر گلاس مرحمت ہوں گے جو پانی پینے کے وقت گلاب اور کیوڑہ کی طرح سے اس میں تھوڑا تھوڑا ملا کر پیا کریں گے۔

اب چونکہ یہاں آیت میں جنت کی شراب طہورہ کا ذکر آ گیا تھا اس لئے ہوسکتا تھا۔ کہ کوئی دنیا کی شراب پر جنت کی شراب کو قیاس کرے اس لئے آگے فرمایا لا یصدعون عنہا ولا ینزفون ۔ نہ اس کے پینے سے ان اہل جنت کو دردسر ہوگا ۔ اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا یعنی اس جنت کی پاک شراب میں سرور ہی سرور ہوگا باقی جتنے نقصانات اور خرابیاں اس دنیا کی شراب میں ہوتے ہیں وہ کوئی بھی اس میں نہ ہوں گے ۔ سبحان اللہ کیا قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے کہ چند لفظوں میں جنت کی شراب کی ساری ہی خرابیوں کی نفی کر دی ۔ آگے ارشاد ہے کہ ان مقربین کو جس وقت جو میوہ یا پھل پسند ہو اسی وقت وہ بدوں تعب یا مشقت کے پہنچے گا ۔ روایات میں ہے کہ جنت کے درخت باوجود نہایت بلند اور بزرگ ہونے کے اس قدر باشعور ہیں کہ جس وقت کوئی جنتی کسی میوہ یا پھل کو رغبت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اس کی شاخ اس قدر نیچے کو جھک جائے گی کہ بغیر کسی مشقت کے وہ اس کو توڑ لیا کرے گا اور جنت کے بعض بڑے بڑے میوے ایسے ہوں گے کہ جس وقت جنتی اس کو توڑے گا اس میں سے نہایت خوبصورت پاکیزہ عورت مع لباس فاخرہ و زیور برآمد ہوگی اور اپنے مالک کی ہمنشین و خدمت گذار ہوگی ۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے میوے بھی ہمیشگی والے ہیں نہ کبھی ختم ہوں نہ کبھی ان سے روکا جائے ۔ یہ نہیں کہ جاڑے میں ہیں تو گرمیوں میں نہیں ۔ یا گرمیوں میں ہیں تو جاڑے میں نہیں ۔ بلکہ یہ میوے ہمیشہ رہنے والے ہیں ۔ خدا کی قدرت سے ہر وقت وہ موجود رہیں گے اور ادھر پھل توڑا ادھر اس کے قائم مقام دوسرا پھل لگ گیا ۔ ایک حدیث میں ذکر ہے کہ انگور کا ایک دانہ جنت میں ایک بکرے کی کھال کے ڈول کے برابر ہے ۔ حضرت ابن عباسؓ کی ایک حدیث میں جس میں آپ نے سورج کے گہن ہونے کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج گہن کا نماز ادا کرنے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے یہ بھی ہے کہ بعد فراغت نماز آپ کے ساتھ کے نمازیوں نے آپ سے پوچھا ۔ یا رسول اللہ ہم نے آپ کو اس جگہ آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دیکھا کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی اور جنت کے میوے کا خوشہ لینا چاہا ۔ اگر میں لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے ۔ اور ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ ظہر کی فرض نماز پڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے پھر آپ نے کوئی چیز لینی چاہی پھر پیچھے ہٹ آئے ۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابی بن کعبؓ نے پوچھا یا رسول اللہ آج تو آپ نے ایسی بات کی جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی ۔ آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت لائی گئی اور جو اس میں تروتازگی اور سرسبزی ہے میں نے اس میں سے انگور کا خوشہ توڑنا چاہا تا کہ لاکر تمہیں دوں ۔ پس میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا اور اگر میں اسے تمہارے درمیان لے آتا تو زمین اور آسمان کے درمیان کی مخلوق اسے کھاتی رہتی تب بھی اس میں ذرا سی بھی کمی نہ آتی ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم اس دنیا میں رہ کر جنت و آخرت کی نعمتوں کا خواہ وہ میوے یا پھل پھلار ہوں یا دوسری نعمتیں اندازہ ہی نہیں لگا سکتے اور اصل حقیقت کو ہم یہاں دنیا میں پوری طرح سمجھ ہی نہیں سکتے ۔ بس ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہوگا ۔ مگر افسوس صد افسوس کہ اب جنت کے شوق و طلب کا تو کیا سوال اب تو اس کا ذکر اذکار بھی معیوب معلوم ہونے لگا ۔

سابقین کے لئے جنت کی جو نعمتیں بیان ہو رہی ہیں اس سلسلہ میں آگے ارشاد ہے ولحم طیر مما یشتھون اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہو ملے گا۔ ویسے تو پرند کا گوشت ہی مزیدار ہوتا ہے پھر ان میں سے بھی وہ کہ جو مرغوب ہو۔ احادیث کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنتی کا دل جس پرندے کے گوشت کو کھانے کا چاہے گا وہ اس کے سامنے آجائے گا۔ جو جتنا چاہے گا اور جس پہلو کا گوشت پسند کرے گا کھائے گا پھر وہ پرند اڑ جائے گا اور جیسا تھا ویسا ہی ہو جاوے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جنت کے جس پرند کو تو چاہے گا وہ بھنا بھنایا تیرے سامنے آجاوے گا۔ آگے فرمایا کہ ان سابقین کے لئے حوریں ہوں گی جو رنگت میں ایسی صاف شفاف ہوں گی جیسے حفاظت سے پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔ پھر فرمایا کہ یہ ساری نعمتیں ان اعمال کے جزا کے طور پر انہیں ملیں گی جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ اخیر میں فرمایا گیا کہ یہ مقربین جنت میں کوئی لغو اور واہیات باتیں نہیں سنیں گے۔ یعنی وہاں بیہودگی۔ جھوٹ۔ غیبت۔ بہتان۔ طنز و تمسخر۔ طعن و تشنیع کچھ نہ ہوگا۔ بس ہر طرف سے سلام۔ سلام کی آوازیں آئیں گی یعنی جنتی ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ اور فرشتے جنتیوں کو سلام کریں گے اور رب کریم کا سلام جنتیوں کو پہنچے گا اور سلام کی اس کثرت کا اس طرف اشارہ ہے کہ اب یہاں پہنچ کر تمام آفات و مصائب سے محفوظ و مامون ہو گئے۔ اب نہ کسی طرح کا آزار پہنچے گا۔ نہ موت آئے گی نہ فنا ہوگی۔

یہاں تک تو جزائے سابقین اور مقربین کا بیان ہوا۔ آگے اصحاب الیمین یعنی داہنے والوں کی جزا کی تفصیل کو ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے سابقین مقبولین و مقربین کے طفیل میں ہم کو بھی ان کا کفش بردار ہو کر جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں۔ اور جنت کی دائمی اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیجئے جن سے آپ راضی ہو جائیں اور آخرت کی کامیابی و کامرانی ہم کو نصیب فرما دیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿٢٧﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿٢٨﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿٢٩﴾

اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں۔ وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی۔ اور تہ بتہ کیلے ہوں گے۔

وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿٣٠﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿٣١﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَّفُرُشٍ

اور لمبا لمبا سایہ ہوگا۔ اور چلتا ہوا پانی ہوگا۔ اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ جو نہ ختم ہوں گے اور نہ اُن کی روک ٹوک ہوگی۔ اور اونچے اونچے

مَّرْفُوْعَةٍ ﴿٣٤﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّاَصْحٰبِ

فرش ہوں گے۔ ہم نے (وہاں کی) اُن عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے۔ یعنی ہم نے اُن کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔ محبوبہ ہیں ہم عمر ہیں۔ یہ سب چیزیں

الْيَمِيْنِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٠﴾

داہنے والوں کیلئے ہیں ان (اصحاب الیمین) کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا۔ اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں ہوگا۔

وَ اور	اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والے	مَا کیا	اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والے	فِيْ سِدْرٍ بیریوں میں	مَّخْضُوْدٍ بے خار والی	
وَّطَلْحٍ اور کیلے	مَّنْضُوْدٍ تہہ در تہہ	وَّظِلٍّ اور سایہ	مَّمْدُوْدٍ لمبا۔ دراز	وَّمَآءٍ اور پانی	مَّسْكُوْبٍ گرتا ہوا	وَّفَاكِهَةٍ اور میوے
كَثِيْرَةٍ کثیر	لَّا مَقْطُوْعَةٍ نہ ختم ہونے والا	وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ اور نہ کوئی روک ٹوک	وَّفُرُشٍ اور فرش (جمع)	مَّرْفُوْعَةٍ اونچے	اِنَّا بیشک ہم	
اَنْشَاْنٰهُنَّ انہیں اُٹھان دی	اِنْشَآءً خوب اُٹھان	فَجَعَلْنٰهُنَّ پس ہم نے انہیں بنایا	اَبْكَارًا کنواری (جمع)	عُرُبًا اَتْرَابًا محبوب ہم عمر		
لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والوں کیلئے	ثُلَّةٌ بہت سے	مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ اگلوں میں سے	وَ اور	ثُلَّةٌ بہت سے	مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ پچھلوں میں سے	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں اصحاب یمین کے جزا کی تفصیل ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ اصحاب بھی بہت ہی خوب لوگ ہیں۔ ان کی خوش قسمتی کا کیا کہنا۔ ان کے لئے بھی جنت میں خوب خوب نعمتیں ہیں۔ وہ بہشت کے ان باغات میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی یعنی ایسی بیریاں جن کے درختوں میں کانٹے نہ ہوں گے۔ اب کوئی اس پر تعجب نہ کرے کہ بیر کونسا نفیس اور اعلیٰ پھل ہے کہ جس کے جنت میں ہونے کی خوشخبری سنائی گئی۔ تو واقعہ یہ ہے کہ جنت کے بیروں کا تو کیا کہنا خود اس دنیا کے بعض علاقوں میں یہ پھل اتنا لذیذ۔ خوشبودار اور میٹھا ہوتا ہے کہ ایک دفعہ منہ کو لگنے کے بعد اس کا چھوڑنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اور بیر جتنے اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں ان کے درختوں میں کانٹے اتنے ہی کم ہوتے ہیں۔ اس لئے جنت کے بیروں کی یہ تعریف کی گئی کہ ان کے درخت جنت میں بالکل ہی کانٹوں سے خالی ہوں گے یعنی ایسی بہترین قسم کے ہوں گے کہ جو دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ احادیث میں ایک روایت ہے۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ اعرابیوں یعنی دیہاتیوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آنا اور آپ سے مسائل پوچھنا ہمیں بہت نفع دیتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آکر کہا۔ یا رسول اللہ میں سمجھتا ہوں کہ جنت میں کوئی تکلیف دینے والا درخت نہیں اور قرآن میں ایسے درخت کا ذکر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کونسا؟ اس نے کہا سدر یعنی بیری کا درخت۔ آپ نے فرمایا پھر تو نے اس کے ساتھ ہی لفظ مخضود نہیں پڑھا؟ اس کے کانٹے اللہ تعالیٰ نے دور کردیئے ہیں اور ان کے بدلہ پھل پیدا کردیئے۔ ہر

ہر بیری میں ۷۲ قسم کے ذائقہ ہوں گے جن کا رنگ ومزہ مختلف ہوگا۔ آگے فرمایا اور تہ بتہ کیلے ہوں گے یعنی قسم قسم کے مزیدار پھلوں سے لدے ہوں گے۔ اور بڑے بڑے سایہ دار درخت ہوں گے صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت کے درخت کے سایہ تلے تیز سوار سو(۱۰۰) سال تک چلتا رہے لیکن سایہ ختم نہ ہوگا اگر تم چاہو تو اس آیت کو پڑھو **وظل ممدود** اور لمبا لمبا سایہ ہوگا۔ اس آیت وظل ممدود کی تشریح علما نے اس طرح بھی کی ہے کہ نہ دھوپ ہوگی۔ نہ گرمی سردی۔ نہ اندھیرا ہوگا۔ صبح صادق کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے جیسا درمیانی وقت ہوتا ہے ایسا معتدل سایہ سمجھو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنت میں ہمیشہ وہ وقت رہے گا جو صبح صادق کے بعد سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے کے درمیان درمیان رہتا ہے۔ پھر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں روشنی چاند وسورج کی نہ ہوگی بلکہ عرش کے نور کی ہوگی۔ آگے فرمایا **وماء مسکوب** اور چلتا ہوا جاری پانی ہوگا مگر یہ نہریں کھدی ہوئی زمین میں نہ ہوں گی بلکہ ہوا میں معلق ہوں گی۔ آگے فرمایا کہ کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے جیسے دنیا کے میوے کہ فصل ختم ہونے سے پھل بھی ختم ہو جاتے ہیں اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی جیسے دنیا میں باغ والے اس کی روک تھام کرتے ہیں۔ یہ پھلوں کے توڑنے اور کھانے میں کوئی امر مانع ہوگا نہ درختوں کی بلندی کی وجہ سے کوئی زحمت پیش آئے گی۔ آگے فرمایا اور اونچے اونچے فرش ہوں گے۔ یعنی بلند تختوں پر نرم اور گدگدے راحت و آرام دینے والے شاندار فرش ہوں گے جن پر وہ بیٹھیں گے۔ تو چونکہ یہ مقام خوش عیشی کے ذکر کا ہے اور خوش عیشی بدون عورتوں کے کامل نہیں ہوتی اس لئے بہشتی عورتوں کا بھی ذکر فرمایا جاتا ہے اور آگے بتلایا جاتا ہے کہ خواہ جنت کی حوریں ہوں یا دنیا کی بیویاں جو اپنے ایمان اور عمل صالح کی بنا پر جنت میں جائیں گی وہاں خدا کی قدرت سے وہ ہمیشہ جوان اور خوبصورت ہی رہیں گی خواہ وہ دنیا میں کتنی ہی بوڑھی ہو کر مری ہوں۔ احادیث میں ایک روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتی ہیں یا رسول اللہ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا اے ام فلاں! جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی۔ وہ روتی ہوئی واپس ہوئیں تو آپ نے فرمایا۔ جاؤ انہیں سمجھا دو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں داخل جنت نہ ہوں گی یعنی جن جنت میں جائیں گی تو جوان ہوں گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **انا انشاء نھن انشاء فجعلنھن ابکارا** ہم نے ان بیبیوں کو خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے انہیں کنواریاں کر دی ہیں۔ یعنی دنیا کی نیک ایمان دار خواتیں خواہ دنیا میں کنواری مری ہوں یا بال بچوں والی ہو کر۔ ان بیبیوں کو جنت میں نو عمر کنواریاں کر کے جنت میں رکھا جائے گا اور وہ بوجہ اپنے حسن صورت کے اور جسامت کے اور خوش خلقی اور حلاوت کے اپنے جنتی شوہروں کو بڑی پیاری ہوں گی۔ ایک صفت جنت کی عورتوں کی اور بیان فرمائی گئی کہ وہ اہل جنت شوہروں کی ہم عمر ہوں گی۔ یعنی یہ عورتیں بھی جوان ہوں گی اور ان کے شوہر بھی جوان ہوں گے چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ اہل جنت کے قد وقامت مانند حضرت آدم علیہ السلام کے ساٹھ ساٹھ ہاتھ ہوں گے اور دیگر اعضا بھی انہی قد وقامت کے مناسب ہوں گے بلحاظ صورت نہایت حسین وجمیل ہوں گے اور ہر ایک عین شباب کی حالت میں ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے جسم بالوں سے صاف ہوں گے بے ریش گورے چٹے رنگ کے خوش خلق اور خوبصورت سرمگین آنکھوں والے ۳۳ برس کی عمر کے ۶۰ ہاتھ لمبے اور ۷ ہاتھ چوڑے چکلے مضبوط بدن والے ہوں گے۔ تو یہاں جنت کی عورتوں کے متعلق جس میں حوریں بھی داخل ہیں اور اس دنیا کی جنتی بیویاں بھی بتلایا گیا کہ جنت میں ان کی بناوٹ ایک خاص قسم کی ہوگی۔ ان کا شباب ان کا حسن وجمال۔ اہل جنت کے ساتھ ان کی ہم عمری یہ سب چیزیں مستقل۔ پائیدار۔ اور دائمی ہوں گی۔ اس دنیا کی نعمتوں کی طرح فنا

پذیر نہ ہوں گی اور یہ سب مذکورہ نعمتیں اصحاب یمین یعنی داہنے والوں کے لئے ہوں گی۔اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی۔ ہمارے والدین کو ہمارے اولادوں کو۔ ہماری بیویوں کو۔ ہمارے اعزاواقارب کو۔ ہمارے احباب کوسب کواصحاب یمین میں شامل فرمادیں۔آمین۔اخیر میں فرمایا گیاثلۃ من الا ولین وثلۃ من الأخرین یعنی ان اصحاب یمین کاایک بڑاگروہ اگلےلوگوں میں سےہوگااورایک بڑاگروہ پچھلےلوگوں میں سےہوگا۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس موقع پر ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے بیان فرمایا کہ میرے سامنے انبیاء مع اپنے تابعدار امتیوں کے پیش ہوئے۔ یہ نبی گذرتے تھے اور بعض نبی کے ساتھ ایک جماعت ہوتی تھی۔ اور بعض نبی کے ساتھ صرف تین آدمی ہوتے تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔یہاں تک کہ حضرت موسیٰ بن عمران گذرے جو بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت ساتھ لئے ہوئے تھے۔میں نے پوچھاپروردگار یہ کون ہیں؟جواب ملا یہ تمہارے بھائی موسیٰ بن عمران ہیں اوران کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والی امت ہے۔میں نے پوچھاخدایاپھرمیری امت کہاں ہے۔ارشاد ہوااپنی داہنی جانب نیچے کی طرف دیکھئے۔ میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت نظر آئی۔لوگوں کے بکثرت چہرے دمک رہے تھے۔پھرمجھ سے پوچھا کہواب تو خوش ہو؟میں نے کہاہاں خدایاخوش ہوں۔مجھ سے پھرفرمایااب اپنی بائیں جانب کناروں کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھاتو وہاں بھی بےشمارلوگ تھے۔پھرمجھ سے پوچھااب تو راضی ہو گئے۔ میں نے کہاہاں میرے رب میں راضی ہوں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایااورسنو۔ان کے ساتھ ستر ہزاراورلوگ ہیں جوبغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ سن کر حضرت عکاشہؓ جو بدری صحابی ہیں کھڑے ہوگئے اورعرض کی یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان ہی میں شامل فرمادے۔آپ نے دعاء کی۔پھرایک اورصحابی کھڑے ہوئے اورکہااے نبی اللہ میرے لئے بھی دعا کیجئے آپ نے فرمایاعکاشہ تم پر سبقت کرگئے پھرآپ نے فرمایالوگواگرتم سے ہوسکےتو تم ان ہزار میں سے بنو جو بے حساب جنت میں جائیں گے۔ورنہ کم ازکم داہنی جانب والوں میں سے ہو جاؤ۔اگر یہ بھی نہ ہوسکےتو کنارے والوں میں سے بن جاؤ پھرفرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام جنت کی تہائی والے ہوگے۔حضرت قتادہؓ راوی حدیث کہتے ہیں کہ ہم نے پھرتکبیر کہی۔فرمایااورسنوتم آدھوں آدھ اہل جنت کے ہوگے۔ہم نے پھرتکبیر کہی۔اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیات ثلۃ من الا ولین و ثلۃ من الأخرین تلاوت کیں۔اب ہم میں آپس میں مذاکرہ ہوا کہ یہ ستر ۷۰ ہزارکون لوگ ہیں پھرہم نے کہاوہ لوگ جواسلام ہی میں پیدا ہوئے اورشرک نہ کیا ہوگا۔پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جوداغ نہیں لگواتے اورجھاڑ پھونک نہیں کرواتے اور فال نہیں لیتے اوراپنے رب پربھروسہ رکھتے ہیں۔

اب اصحاب یمین کا ذکر فرمانے کے بعد تیسرے گروہ اصحاب الشمال یعنی بائیں والوں کاذکرفرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اصحاب یمین میں شامل ہونا نصیب فرمائیں۔اوران کے ساتھ جنت کی دائمی اورابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے والدین کواور ہماری نسلوں کواور ہماری بیویوں کواورتمام امت مسلمہ کے مومنین کو اہل جنت ہونا مقدرفرمائیں۔ اے اللہ اپنے کرم سے ہمیں اُن اعمال کی توفیق عطا فرمادے کہ آخرت میں ہمیں اصحاب یمین میں شامل فرمالیا جائے اوران کے ساتھ جنت میں جانا نصیب ہوجائے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ۬ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ؕ﴿۴۱﴾ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ

اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں۔ وہ لوگ آگ میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں۔ اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں۔ جو نہ ٹھنڈا ہوگا

وَّلَا كَرِیْمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ ﴿۴۶﴾

اور نہ فرحت بخش ہوگا۔ وہ لوگ اس کے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے۔ اور بڑے بھاری گناہ (یعنی شرک وکفر) پر اصرار کیا کرتے تھے۔

وَكَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ۙ۬ اَىِٕذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا

اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں (ہوکر) رہ گئے تو کیا (اس کے بعد) ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی

الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ

(زندہ کئے جاویں گے)۔ آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے۔ جمع کئے جاویں گے، ایک معین تاریخ کے وقت پر۔ پھر (جمع ہونے کے بعد) تم کو

اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَشٰرِبُوْنَ

اے گمراہو جھٹلانے والو۔ درختِ زقوم سے کھانا ہوگا۔ پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی ہوگا۔

عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ﴿۵۵﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۵۶﴾

پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کا سا۔ (غرض) اُن لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔

وَ اور	اَصْحٰبُ الشِّمَالِ بائیں ہاتھ والے	مَآ کیا	اَصْحٰبُ الشِّمَالِ بائیں ہاتھ والے	فِیْ میں	سَمُوْمٍ گرم ہوا	وَّحَمِیْمٍ اور کھولتا ہوا پانی	وَ اور
ظِلٍّ سایہ	مِّنْ سے۔کے	یَّحْمُوْمٍ دھواں	لَّا بَارِدٍ نہ کوئی ٹھنڈی	وَّلَا كَرِیْمٍ اور نہ فرحت	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَانُوْا تھے	قَبْلَ ذٰلِكَ اس سے قبل
مُتْرَفِیْنَ نعمت میں پلے ہوئے	وَكَانُوْا اور وہ تھے	یُصِرُّوْنَ اڑے ہوئے	عَلَى پر	الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ گناہ بھاری	وَكَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے تھے		
اَىِٕذَا کیا جب	مِتْنَا ہم مرگئے	وَكُنَّا اور ہوگئے	تُرَابًا مٹی	وَّعِظَامًا اور ہڈیاں	ءَاِنَّا کیا ہم	لَمَبْعُوْثُوْنَ ضرور دوبارہ اٹھائے جائیں گے	
اَوَ کیا	اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا	الْاَوَّلُوْنَ پہلے	قُلْ آپ کہدیں	اِنَّ بیشک	الْاَوَّلِیْنَ پہلے	وَالْاٰخِرِیْنَ اور پچھلے	لَمَجْمُوْعُوْنَ ضرور جمع کئے جائیں گے
اِلٰى طرف۔پر	مِیْقَاتِ وقت	یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مقررہ دن	ثُمَّ پھر	اِنَّكُمْ بیشک تم	اَیُّهَا اے	الضَّآلُّوْنَ گمراہ لوگو	الْمُكَذِّبُوْنَ جھٹلانے والے
لَاٰكِلُوْنَ البتہ کھانے والے	مِنْ سے	شَجَرٍ درخت	مِّنْ زَقُّوْمٍ تھوہر	فَمَالِـُٔوْنَ پس بھرنا ہوگا	مِنْهَا اس سے	الْبُطُوْنَ پیٹ (جمع)	
فَشٰرِبُوْنَ سو پینا ہوگا	عَلَیْهِ اس پر	مِنَ سے	الْحَمِیْمِ کھولتا ہوا پانی	فَشٰرِبُوْنَ سو پینا ہوگا	شُرْبَ الْهِیْمِ پیاسے اونٹ کی طرح پینا		
هٰذَا یہ	نُزُلُهُمْ ان کی مہمانی	یَوْمَ الدِّیْنِ روز جزا					

تفسیر وتشریح: اب ان آیات میں اصحاب والشمال کا جو حال آخرت میں ہوگا وہ بیان فرمایا جاتا ہے۔ یہ اصحاب والشمال یعنی بائیں طرف والے کفار ومشرکین کا گروہ ہوگا جو میدان حشر میں عرش کے بائیں جانب کھڑے کئے جائیں گے۔ اور اعمال نامے ان

کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور فرشتے بائیں طرف سے ان کو پکڑیں گے۔اس وجہ سے ان کا لقب اصحاب الشمال ہو گا یعنی بائیں طرف والے اور یہ گروہ اہل جہنم میں سے ہوگا۔ان کے متعلق ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں یہ بائیں طرف والے کیسے برے حال میں ہوں گے۔آگے ان کے حال کی تفصیل ہے کہ جہنم کی آگ سے کالا دھواں اٹھے گا اس کے سایہ میں یہ لوگ رکھے جائیں گے جس میں کوئی جسمانی یا روحانی آرام نہ ملے گا۔نہ اس سایہ سے ٹھنڈک پہنچے گی اور نہ وہ عزت کا سایہ ہوگا۔ذلیل وخوار ہو کر اس کی تپش میں بھنتے رہیں گے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ ان سزاؤں کے مستحق اس لئے ہوئے کہ دنیا میں جو خدا کی نعمتیں انہیں ملی تھیں ان میں یہ مست ہو گئے اور دنیوی خوشحالی کے غرور کے نشہ میں اللہ اور رسول سے ضد باندھی تھی۔ یہ اپنے سامنے کسی کو کچھ سمجھتے نہ تھے اور خوشحالی کے غرہ میں بڑے بھاری گناہ یعنی کفر و شرک اور تکذیب کرتے تھے اور عقلی دلیلیں پیش کرتے کہ مرنے کے بعد مٹی میں مل کر پھر بھی کہیں کوئی زندہ ہوسکتا ہے؟ جب ہڈیاں بھی گل سڑ گئیں تو ان میں دوبارہ جان کیسے پڑ جائے گی؟ ہمارے باپ دادا مدتوں سے مرے پڑے ہیں آج تک تو ان میں سے کوئی دوبارہ زندہ ہو کر نہیں آیا تو ہم کیسے زندہ ہو جائیں گے؟ تو یہ منکرین قیامت جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے انہیں جواب مل رہا ہے کہ اگلے اور پچھلے جتنے دنیا میں پیدا ہو کر مریں گے سب دوبارہ زندہ ہو کر قیامت کے مقررہ دن ٹھیک وقت پر سب ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور اس میں منکرین ومکذبین بھی شامل ہوں گے لیکن یہ اچھی طرح کان کھول کر سن لیں اور آگاہ ہو جائیں کہ قیامت کے دن جس کا وقت اللہ کے علم میں مقرر ہے جب یہ

بھوک سے مضطر اور پریشان ہوں گے تو انہیں زقوم کھانے کو ملے گا اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا۔ پھر اس کے اوپر سے جب پیاس سے تڑپیں گے تو کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور وہ اسے پیاسے اونٹوں کی طرح پئیں گے کیونکہ بھوک و پیاس دونوں شدت کی ہوں گی۔اخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ یہ منکرین ومکذبین کیا دنیا میں اکڑتے پھر رہے ہیں۔انہیں ایک دن آخر مرنا ہے اور مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونا ہے اور انصاف کا دن آنا ہے۔اس دن ان کی مہمانی یہی ہوگی کہ زقوم کھانے کو ملے گا اور حمیم پینے کو ملے گا۔ زقوم ایک درخت ہے جو عرب میں اپنی تلخی کے لئے مشہور تھا۔ فارسی میں اسے حنظل اور اردو میں تھوہر کہتے ہیں۔ یہ زہریلا اور تلخ ہونے کی وجہ سے انسانی غذا کے قابل نہیں ہوتا اور پھر جہنم کا زقوم جو جہنم کی آگ سے پیدا ہوگا۔الامان الحفیظ۔ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور فیصلہ کرلو کہ ہرگز نہ مرو گے مگر اس حال میں کہ تم مسلم یعنی اللہ کے فرمانبردار بندے ہو گے اور آپ نے فرمایا کہ زقوم جس کے متعلق قرآن کریم میں ہے کہ وہ جہنم میں پیدا ہونے والا ایک درخت ہے اور وہ دوزخیوں کی خوراک بنے گا۔اگر اس کا ایک قطرہ اس دنیا میں ٹپک جائے تو زمین پر بسنے والوں کے سارے سامان زندگی کو خراب کردے۔ پس کیا گذرے گی اس شخص پر جس کا کھانا وہی زقوم ہوگا۔تو اصحاب الشمال یعنی اہل جہنم کی غذا تو زقوم ہوگا اور پینے کو حمیم ملے گا۔جہنم میں ایک تالاب ہے جس کا نام حمیم ہے پانی اس کا اتنا گرم ہے کہ لبوں تک پہنچنے سے اوپر کا ہونٹ اس قدر سوج جائے

گا کہ ناک اور آنکھیں تک ڈھک جائیں گی اور نیچے کا ہونٹ سوج کر سینے وناف تک پہنچے گا۔حمیم حلق سے نیچے اترتے ہی پھیپھڑے۔معدے اور انتڑیوں کو پھاڑ دے گا قرآن پاک کی دوسری آیات اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جہنم کو علاوہ دیگر عذابوں کے بھوک کا عذاب اس قدر سخت کر دیا جائے گا جو تمام عذابوں کے مجموعہ کے برابر ہوگا۔

جہنمی بھوک سے بے قرار اور بے چین ہو کر غذا طلب کریں گے۔ارشاد باری ہوگا کہ درخت زقوم کے پھل جو نہایت تلخ۔خاردار اور سخت ہے اور جو جحیم کی تہ میں پیدا ہوتا ہے ان کو کھانے کو دو۔جب اس کو کھانا شروع کریں گے تو گلے میں پھنس جائے گا۔اس پر اہل جہنم کہیں گے کہ دنیا میں جب ہمارے گلوں میں لقمہ اٹک جاتا تھا تو پانی سے نگل لیا کرتے تھے لہٰذا طالب آب ہوں گے۔حکم ہوگا کہ حمیم میں سے پانی پلا دو۔پانی کے ہونٹ تک پہنچتے ہی ہونٹ جل کر اتنے سوج جائیں گے کہ پیشانی اور سینے تک پہنچ جائیں گے۔زبان سکڑ جائے گی۔حلق ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔انتڑیاں پھٹ کر پاخانہ کے راستہ سے نکل پڑیں گی۔(العیاذ باللہ تعالیٰ)

تو ان مجرموں یعنی اہل جہنم کی ضیافت اور مہمانی قیامت میں اس زقوم اور حمیم سے ہوگی۔

یہاں اس تلخ حقیقت کا ذکر کرنا بھی نا موزوں نہ ہوگا کہ اب تو اس زمانہ میں جنت اور دوزخ کا بھی مذاق اڑایا جاتا ہے۔اور بطور طعن اور تشنیع کے کہا جاتا ہے کہ ان ملانوں کو تو بس جنت اور جہنم کا سبق یاد ہے۔دنیا والے تو پرواز کر کے خلا میں پہنچ رہے ہیں چاند اور ستاروں میں اتر چکے ہیں یہ جنت اور جہنم ہی کے قصوں میں پڑے ہوئے ہیں۔تو ایسے بے دین کان کھول کر سن لیں کہ عالم آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ایک مومن کیلئے ضروری ہے اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مومن و مسلم نہیں ہوسکتا انہی میں سے جنت اور جہنم بھی ہیں اور یہی دونوں مقام انسانوں کا آخری اور پھر ابدی ٹھکانہ ہیں۔جس طرح قرآن کریم میں جنت اور اس کی نعمتوں کا اور جہنم کی تکلیفوں کا ذکر کثرت سے کیا گیا ہے اسی طرح رسول اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ میں بھی کثرت سے ان کا ذکر ہے اور مقصد اس سے یہ نہیں ہے کہ جنت وجہنم کا مکمل جغرافیہ اور وہاں کے احوال کا پورا نقشہ سامنے آجائے بلکہ اس کثرت ذکر کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسانوں میں جہنم اور اس کے عذابوں کا خوف پیدا ہو اور وہ اللہ کی نافرمانیوں اور ان برائیوں سے بچیں جو جہنم میں لے جانے والی ہیں اور جنت اور اس کی نعمتوں کا شوق ابھرے تاکہ وہ اچھے اعمال وعقائد اختیار کریں جو اللہ کی رضا کا باعث اور جنت میں پہنچانے والے ہوں۔اور ایسی قرآنی آیات اور احادیث کا حق یہی ہے کہ ان کے پڑھنے اور سننے سے شوق اور خوف کی یہ کیفیتیں پیدا ہوں۔

الغرض انسانوں کے انجام کو بیان فرما کر اب آگے اصل مضمون یعنی توحید و آخرت کی صداقت کو بیان کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارا آخری ٹھکانا اپنی رضا اور خوشنودی کے مقام جنت میں بنایئے اور جہنم اور وہاں کے آزاروں سے اپنی پناہ میں رکھیئے اور بچایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۵۷ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۵۸ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ

ہم نے تم کو (اول بار) پیدا کیا ہے (جس کو تم بھی تسلیم کرتے ہو) پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو (عورتوں کے رحم میں) منی پہنچاتے ہو۔ اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم

الْخٰلِقُوْنَ ۵۹ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۶۰ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ

بنانے والے ہیں۔ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو (معین وقت پر) ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں۔ کہ تمہاری جگہ تمہارے جیسے اور (آدمی)

اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۶۱ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۶۲

پیدا کردیں اور تم کو ایسی صورت میں بنادیں جن کو تم جانتے ہی نہیں۔ اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ ہم نے پیدا کیا تمہیں	فَلَوْ سو کیوں	لَا تُصَدِّقُوْنَ تم تصدیق نہیں کرتے	اَفَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو تو	مَا تُمْنُوْنَ جو تم ڈالتے ہو		
ءَاَنْتُمْ کیا تم	تَخْلُقُوْنَهٗ تم اسے پیدا کرتے ہو	اَمْ یا	نَحْنُ ہم	الْخٰلِقُوْنَ پیدا کرنیوالے	نَحْنُ ہم	قَدَّرْنَا ہم نے مقرر کیا
بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان	الْمَوْتَ موت	وَمَا نَحْنُ اور نہیں ہم	بِمَسْبُوْقِيْنَ اس سے عاجز	عَلٰى پر	اَنْ نُّبَدِّلَ کہ ہم بدل دیں	
اَمْثَالَكُمْ تم جیسے	وَ اور	نُنْشِئَكُمْ ہم پیدا کردیں تمہیں	فِيْ میں	مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ یقیناً تم جان چکے ہو
النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى پیدائش پہلی	فَلَوْ تو کیوں	لَا تَذَكَّرُوْنَ تم غور نہیں کرتے				

تفسیر وتشریح: ان آیات میں منکرین سے خطاب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اس بات کو تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اول بار پیدا کیا ہے تو پھر اس بات کو کیوں نہیں مانتے کہ جیسے اس نے پہلے پیدا کیا وہی دوبارہ بھی پیدا کردے گا۔ آگے ان منکرین کو اپنی پیدائش یاد دلا کر ایک سوال کیا جاتا ہے کہ رحم مادر میں نطفہ سے انسان کون بناتا ہے؟ کیا اس قطرہ ناچیز کو جیتا جاگتا انسان بنا کر پیدا کرنا ایک خدا کے سوا کسی اور کا بھی کام ہے؟ اور کیا کسی اور کا اس میں ذرہ برابر بھی کوئی دخل ہے؟ کیا یہ کام ماں باپ خود کرتے ہیں؟ یا کوئی حکیم ڈاکٹر اور دیوی دیوتا کرتا ہے؟ کیا یہ کسی مرد یا عورت یا دنیا کی کسی طاقت کے اختیار میں ہے کہ اس نطفہ ناچیز سے حمل قرار پائے اور پھر ماں کے پیٹ میں درجہ بدرجہ تخلیق و پرورش ہو اور جیتا جاگتا بچہ بنے۔ اس کے اندر مختلف ذہنی اور جسمانی قوتوں کا تناسب ہو؟ کیا یہ سب کچھ ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا کرسکتا ہے؟ پھر کیا یہ فیصلہ کرنا بھی خدا کے سوا کسی اور کے اختیار میں ہے کہ بچہ لڑکی ہو یا لڑکا؟ خوبصورت ہو یا بدصورت؟ کالا ہو یا گورا ہو؟ طاقتور ہو یا کمزور۔ صحیح سالم ہو یا ناقص ہو؟ اندھا۔ بہرا۔ لولا۔ لنگڑا ہو یا تمام اعضا کا صحیح سالم؟ کیا خدا کے سوا کوئی اور یہ طے کرتا ہے؟ مشرک یا دہریہ ان سوالات کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکتا۔ ان سب سوالوں کا معقول جواب ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ یہ انسان ہر لحاظ سے پورا کا پورا خدا ہی کا بنایا اور پیدا کیا ہوا ہے۔ تو جب یہ حقیقت سامنے آگئی کہ یہ انسان خدا ہی کا بنایا اور پیدا کیا ہوا ہے تو پھر اس انسان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ یہ اپنے خالق کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی پرستش کرے اور اسکی بندگی بجالائے۔ کیا خدا کے وجود اور اسکی توحید اور اس کے معبود ہونے کیلئے یہ دلیل فیصلہ کن نہیں۔

پھر تمام انسان اس دنیا میں شب وروز اپنے ہی جیسے انسانوں

کی پیدائش کا یہ منظر دیکھ رہے ہیں۔ جو خدا آج نیست سے ہست اور عدم سے وجود میں لاکر اور انسان بنا کر پیدا کر رہا ہے کیا وہ آئندہ اپنے ہی پیدا کیے ہوئے انسان کو دوبارہ پیدا نہ کر سکے گا؟ پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ خدا ہی نے تمہارے درمیان میں موت کو معین وقت پر ٹھیرا رکھا ہے۔ یعنی یہ خدا ہی کے اختیار میں ہے اور وہی یہ طے کرتا ہے کہ کس کو ماں کے پیٹ ہی میں مر جانا ہے اور کسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر مر جانا ہے۔ اور کسے کس عمر تک بچپن۔ یا جوانی یا بڑھاپے کو پہنچ کر مرنا ہے۔ جس کی موت کا جو وقت اس ایک خدا نے مقدر کر دیا ہے اس سے پہلے دنیا کی کوئی طاقت اسے مار کر ختم نہیں کر سکتی اور اس کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ نہیں رکھ سکتی پھر نہ کوئی موت کے وقت کو جان سکا ہے ۔نہ آئی ہوئی موت کو روک سکا ہے نہ یہ معلوم کر سکا ہے کہ کس کی موت کس ذریعہ سے کس مقام پر کس طرح واقع ہونے والی ہے۔ تو جس طرح انسان کو بنایا اور پیدا کرنا ایک خدائے ذوالجلال کا کام ہے اسی طرح اس انسان کو ایک خاص وقت تک دنیا میں باقی رکھنا یہ بھی اسی خدائے ذوالجلال کا کام ہے۔ تو گویا انسان کی تخلیق اس کی بقا اور اس کی فنا یہ سب خدا تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ بھی خدا کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ اس سے عاجز نہیں ہے کہ اے منکرین ومکذبین تمہاری جگہ تم جیسے اور آدمی پیدا فرمادے اور تم کو ایسی صورت میں بنادے کہ جس کو تم جانتے بھی نہیں مثلاً انسان سے جانور کی صورت میں مسخ کر دے جس کا گمان بھی نہ ہو۔ اخیر میں تنبیہ کے طور پر فرمایا گیا کہ اے انسانو تم جانتے ہو اور اب بتانے سے بھی تمہیں معلوم ہو گیا کہ خدا ہی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا اب اس سے تم یہ کیوں نہیں سمجھ لیتے کہ جیسے خدا نے پہلی بار بنایا ایسے ہی دوبارہ بھی بنا سکتا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر یعنی قیامت وآخرت پر تعجب ہو یا اس کا انکار کیا جائے۔ غرض یہ کہ اللہ کو اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر پہچانو اور یقین کرو کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور جزا وسزا قیامت میں دیئے جاؤ گے۔

اب یہاں قرآنی فصاحت و بلاغت اور دلائل کی خوبی قابل غور ہے کہ چند الفاظ میں حق تعالیٰ نے اس غفلت شعار انسان کو جس کی ظاہر بین نظریں سلسلہ اسباب میں الجھ کر رہ جاتی ہیں یہ سمجھایا کہ اس عالم کائنات میں اے انسان خود تیرا وجود یا جو کچھ موجود ہے یا وجود میں آرہا ہے یا آئندہ آنے والا ہے یہ سب درحقیقت حق تعالیٰ جل شانہٗ ہی کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے کرشمے ہیں۔ یہاں غافل انسان کو خود انسان کی اپنی پیدائش جس کو کہ وہ روزمرہ مشاہدہ کرتا رہتا ہے یاد دلا کر حق تعالیٰ کی قدرت اور توحید پر ایمان لانے کی طرف رہنمائی فرمائی گئی۔

ابھی مزید دلائل توحید وآخرت اگلی آیات میں پیش کیے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو انسان بنا کر پیدا کیا پھر اپنی ذات کی معرفت عطا فرمائی اور ایمان اور اسلام کی دولت سے نوازا۔ اے اللہ بے شک ہماری حیاۃ آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اور ہم کو مر کر پھر دوبارہ زندہ ہونا اور آپ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔

اے اللہ اب بھی آپ ہی ہماری دستگیری فرما رہے ہیں اور قیامت میں بھی آپ ہی دستگیری فرمائیں اور آخرت کی کامیابی و کامرانی اور سرخروئی نصیب فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَفَرَءَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿۶۳﴾ ءَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ ٱلزَّارِعُونَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا

اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ (تخم وغیرہ) بوتے ہو۔ اُس کو تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس (پیداوار) کو چُورا چُورا کر دیں

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿۶۵﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿۶۷﴾ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلْمَآءَ ٱلَّذِى

پھر تم متعجب ہوکر رہ جاؤ گے۔ کہ (اب کے تو) ہم پر تاوان ہی پڑ گیا۔ بلکہ ہم بالکل ہی محروم رہ گئے (یعنی سارا ہی سرمایہ گیا گذرا) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو

تَشْرَبُونَ ﴿۶۸﴾ ءَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ ٱلْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ ٱلْمُنزِلُونَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا

تم پیتے ہو۔ اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اُس کو کڑوا کر ڈالیں

فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿۷۰﴾ أَفَرَءَيْتُمُ ٱلنَّارَ ٱلَّتِى تُورُونَ ﴿۷۱﴾ ءَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ نَحْنُ

سو تم شکر کیوں نہیں کرتے۔ اچھا پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو۔ اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔

ٱلْمُنشِـُٔونَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِينَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِٱسْمِ رَبِّكَ ٱلْعَظِيمِ ﴿۷۴﴾

ہم نے اس کو یاددہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے۔ سو آپ عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

اَفَرَءَيْتُمْ بھلا تم دیکھو تو	مَا تَحْرُثُوْنَ جو تم بوتے ہو	ءَاَنْتُمْ کیا تم	تَزْرَعُوْنَهٗ اس کی کاشت کرتے ہو	اَمْ یا	نَحْنُ ہم	الزّٰرِعُوْنَ کاشت کرنیوالے	
لَوْ نَشَآءُ اگر ہم چاہیں	لَجَعَلْنٰهُ البتہ ہم اسے کردیں	حُطَامًا ریزہ ریزہ	فَظَلْتُمْ پھر تم ہوجاؤ	تَفَكَّهُوْنَ باتیں بناتے	اِنَّا بیشک ہم		
لَمُغْرَمُوْنَ تاوان پڑجانے والے	بَلْ بلکہ	نَحْنُ ہم	مَحْرُوْمُوْنَ محروم رہ جانیوالے	اَفَرَءَيْتُمُ بھلا تم دیکھو تو	الْمَآءَ پانی	الَّذِیْ جو	
تَشْرَبُوْنَ تم پیتے ہو	ءَاَنْتُمْ کیا تم	اَنْزَلْتُمُوْهُ تم نے اسے اتارا	مِنَ سے	الْمُزْنِ بادل	اَمْ نَحْنُ یا ہم	الْمُنْزِلُوْنَ اُتارنے والے	لَوْ اگر
نَشَآءُ ہم چاہیں	جَعَلْنٰهُ ہم کردیں اسے	اُجَاجًا کڑوا	فَلَوْ تو کیوں	لَا تَشْكُرُوْنَ تم شکر نہیں کرتے	اَفَرَءَيْتُمُ بھلا تم دیکھو تو	النَّارَ آگ	
الَّتِیْ جو	تُوْرُوْنَ تم سلگاتے ہو	ءَاَنْتُمْ کیا تم	اَنْشَاْتُمْ تم نے پیدا کیے	شَجَرَتَهَا اس کے درخت	اَمْ نَحْنُ یا ہم	الْمُنْشِئُوْنَ پیدا کرنے والے	
نَحْنُ ہم	جَعَلْنٰهَا ہم نے بنایا اسے	تَذْكِرَةً نصیحت	وَّمَتَاعًا اور منفعت	لِّلْمُقْوِيْنَ مسافروں کیلئے	فَسَبِّحْ پس تو پاکیزگی بیان کر		
بِاسْمِ نام سے۔کی	رَبِّكَ اپنے رب	الْعَظِيْمِ عظمت والے					

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں توحید وآخرت کی صداقت پر انسان کی پیدائش اور موت سے استدلال فرمایا گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں مزید دلائل ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں اور منکرین توحید وآخرت کو خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ رحم مادر کے اندر بچہ کو بنانے اور پیدا کرنے کی کیفیت تو اوپر کی دلیل میں تم نے سن لی اب دوسری دلیل توحید وآخرت کی صداقت میں تم اپنی کھیتی میں دیکھو کہ تم زمین میں بیج ڈالتے ہو لیکن زمین کے اندر اس کی پرورش کرنا پھر باہر نکال کر ایک لہلہاتی کھیتی بنا دینا کس کا کام ہے؟ منکرین سے یہ سوال کر کے ایک اہم حقیقت کی طرف ان کی توجہ دلائی جاتی ہے کہ جس رزق پر تم پلتے ہو وہ بھی اللہ ہی تمہارے لئے پیدا کرتا ہے۔ انسان کی ظاہری کوشش کا دخل اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کہ وہ کھیتی کے لئے زمین میں بیج ڈال دے آگے زمین جس میں کھیتی بوئی جاتی ہے یہ

تمہاری بنائی ہوئی نہیں۔اس زمین میں اگانے کی طاقت تم نے نہیں بخشی۔اس زمین میں جو بیج ڈالا جاتا ہے اس میں یہ صلاحیت کہ ہر بیج سے اسی نوع کا درخت پھوٹے جس کا وہ بیج ہے کسی انسان کی پیدا کی ہوئی نہیں۔ پھر اس بیج سے پودا اگانے میں ہوا۔ روشنی۔ گرمی۔ سردی اور موسمی کیفیت کی جو ضرورت ہے وہ سب قدرت کی عطا کردہ ہے۔ جب یہ سب اللہ کی قدرت اور اسی کی پروردگاری کا کرشمہ ہے اور تم اسی کے پیدا کئے ہوئے رزق سے پل رہے ہو تو اس کے سوا کسی اور کی بندگی کا حق تمہیں کہاں سے پہنچتا ہے۔ پھر ایک بیج جو مثل مردہ کے زمین میں ڈالا جاتا ہے اس سے زندگی کے آثار جس طرح ثابت ہوتے ہیں اور کونپل پھوٹ کر پودا اگتا ہے اسی طرح زمین میں دفن کئے ہوئے انسان ایک دن زندہ ہو کر زمین میں سے نکلیں گے جیسا کہ یہ قرآن خبر دے رہا ہے۔ پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ کھیتی پیدا کرنے کے بعد اس کا محفوظ اور باقی رکھنا یہ بھی خدا ہی کا کام ہے۔ اگر خدا چاہے تو کوئی آفت بھیج دے جس سے ساری کھیتی ایکدم میں تہس نہس ہو کر رہ جائے پھر تم سر پکڑ کر روؤ اور آپس میں بیٹھ کر باتیں بنانے لگو کہ میاں ہمارا تو بڑا بھاری نقصان ہو گیا اور سب کچھ کیا کرایا ختم ہو گیا اور ہم تو بالکل خالی ہاتھ رہ گئے۔

آگے توحید کی تیسری دلیل دی جاتی ہے کہ بارش کے پانی کو دیکھو کہ بارش بھی خدا کے حکم سے آتی ہے اور بادلوں سے پانی برستا ہے اور پھر وہ پانی زمین کے خزانوں میں جمع ہو کر چشموں اور کنوؤں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ پانی جو تمہاری زندگی کے لئے روٹی سے بھی زیادہ ضروری ہے تمہارا فراہم کیا ہوا نہیں بلکہ یہ بھی خدا ہی کا فراہم کیا ہوا ہے۔ تو تمہاری پرورش کے یہ سارے انتظامات جن کے بغیر تم دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے یہ ایک خدا ہی فرما رہے ہیں پھر اسی کا رزق کھا کر اور اسی کا پانی پی کر تمہیں یہ حق کہاں سے پہنچ گیا کہ اس کے سوا کسی اور کی بندگی بجا لاؤ۔ پھر اگر خدا چاہے تو میٹھے پانی کو بدل کر کھاری اور کڑوا بنادے جو نہ پینے کے کام آسکے۔ نہ کھیتی کے کام آسکے۔ یہ خدا ہی کا احسان ہے کہ اس نے میٹھے پانی کے خزانے تمہارے ہاتھ میں دے رکھے ہیں۔

آگے چوتھی دلیل دی جاتی ہے کہ اس آگ کو دیکھو جس کو سبز درختوں میں سے لے کر سفر میں سلگایا کرتے ہو۔ عرب میں ایک قسم کا درخت ہوتا تھا جب اس کی شاخوں کو باہم رگڑا جاتا یا از خود ہوا سے رگڑ کھاتیں تو آگ پیدا ہوتی۔ جیسا کہ سورہ یٰسین شریف ۲۳ ویں پارہ میں فرمایا گیا **الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارًا فاذآ انتم منہ توقدون**۔ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ بعض ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے پھر تم اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو۔ منکرین سے سوال کیا جاتا ہے کہ ان ہرے درختوں میں آگ کس نے رکھی ہے؟ یہ کسی انسان کا کام ہے یا خدا کا کام ہے؟ آگے تنبیہ فرمائی جاتی ہے کہ یہ آگ دیکھ کر دوزخ کی آگ کو یاد کرو کہ یہ بھی اسی کا ایک حصہ اور ادنیٰ نمونہ ہے اور سوچنے والے کو یہ بات بھی یاد آسکتی ہے کہ جو خدا سبز درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے وہ یقیناً مردہ کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہوگا۔ جنگل والوں اور مسافروں کو آگ سے بہت کام پڑتا ہے خصوصاً جاڑے کے موسم میں اور یوں تو اکثر کا کام اس آگ سے چلتا ہے کہ اس آگ ہی کی بدولت کچی غذائیں کھانے کے بجائے ان کو پکا کر کھایا جاتا ہے۔ جس خدا نے ایسی مختلف اور کارآمد چیزیں پیدا کیں۔ اور محض اپنے فضل و احسان سے انسانوں کو ان چیزوں سے نفع اٹھانا آسان کیا تو اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور بڑا شکر عقیدہ توحید کو اختیار کرنا اور کفر و شرک کو ترک کرنا ہے۔ آخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس خدا کی ایسی قدرت ہے اپنے اس عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس کا مبارک نام لے کر یہ اعلان کر دیجئے کہ وہ ان تمام عیوب نقائص اور کمزوریوں سے پاک ہے جو یہ کفار و مشرکین اور منکرین و مکذبین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اب یہاں تک جو توحید و آخرت کی صداقت کے دلائل بیان ہوئے یہ سب عقلیہ تھے۔ آگے قرآن کریم کی حقانیت بیان کر کے گویا دلیل نقلیہ بھی دی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ ﴿٧٦﴾ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ﴿٧٧﴾ فِىۡ كِتٰبٍ

سو میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی۔اور اگر غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے۔کہ یہ ایک مکرم قرآن ہے۔جو ایک محفوظ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں

مَّكۡنُوۡنٍ ﴿٧٨﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ﴿٧٩﴾ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿٨٠﴾ اَفَبِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ

درج ہے۔کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔سو کیا تم لوگ اس کلام کو

اَنۡتُمۡ مُّدۡهِنُوۡنَ ﴿٨١﴾ وَتَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَكُمۡ اَنَّكُمۡ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿٨٢﴾ فَلَوۡلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ ﴿٨٣﴾

سرسری بات سمجھتے ہو۔ اور تکذیب کو اپنی غذا بنا رہے ہو۔ سو جس وقت رُوح حلق تک آ پہنچتی ہے۔

وَاَنۡتُمۡ حِيۡنَئِذٍ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿٨٤﴾ وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَيۡهِ مِنۡكُمۡ وَلٰكِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿٨٥﴾ فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ

اور تم اس وقت تکا کرتے ہو۔اور ہم (اس وقت) اس (مرنے والے) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے لیکن تم سمجھتے نہیں ہو۔تو (فی الواقع) اگر تمہارا

غَيۡرَ مَدِيۡنِيۡنَ ﴿٨٦﴾ تَرۡجِعُوۡنَهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿٨٧﴾ فَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ ﴿٨٨﴾

حساب کتاب ہونے والا نہیں ہے۔تو تم اس رُوح کو (بدن کی طرف) پھر کیوں نہیں لوٹاتے اگر تم سچے ہو۔پھر (جب قیامت واقع ہوگی تو) جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کیلئے تو راحت ہے۔

فَرَوۡحٌ وَّرَيۡحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيۡمٍ ﴿٨٩﴾ وَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ﴿٩٠﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنۡ

اور (فراغت کی) غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے۔ اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا۔ تو اس سے کہا جاوے گا کہ تیرے لئے

اَصۡحٰبِ الۡيَمِيۡنِ ﴿٩١﴾ وَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُكَذِّبِيۡنَ الضَّآلِّيۡنَ ﴿٩٢﴾ فَنُزُلٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍ ﴿٩٣﴾

امن وامان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے۔اور جو شخص جھٹلانے والوں (اور) گمراہوں میں سے ہوگا۔تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی۔

وَّتَصۡلِيَةُ جَحِيۡمٍ ﴿٩٤﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِ ﴿٩٥﴾ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ﴿٩٦﴾

اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا۔بیشک یہ (جو کچھ مذکور ہوا) تحقیقی یقینی بات ہے۔سو اپنے (اُس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

فَلَآ اُقۡسِمُ سو میں قسم کھاتا ہوں	بِمَوٰقِعِ گرنے کی	النُّجُوۡمِ ستارے (جمع)	وَاِنَّهٗ اور بیشک یہ	لَقَسَمٌ ایک قسم ہے	لَوۡ اگر	تَعۡلَمُوۡنَ تم جانو غور کرو	
عَظِيۡمٌ بڑی	اِنَّهٗ بیشک یہ	لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ قرآن ہے گرامی قدر	فِىۡ میں	كِتٰبٍ ایک کتاب	مَّكۡنُوۡنٍ پوشیدہ	لَّا يَمَسُّهٗۤ اُسے ہاتھ نہیں لگاتے	
اِلَّا سوائے	الۡمُطَهَّرُوۡنَ پاک لوگ	تَنۡزِيۡلٌ اتارا ہوا	مِّنۡ سے	رَّبِّ رب	الۡعٰلَمِيۡنَ تمام جہانوں	اَفَبِهٰذَا تو کیا اس	الۡحَدِيۡثِ بات
اَنۡتُمۡ تم	مُّدۡهِنُوۡنَ سستی کرنیوالے (منکر)	وَتَجۡعَلُوۡنَ اور تم بناتے ہو	رِزۡقَكُمۡ اپنا رزق (وظیفہ)	اَنَّكُمۡ کہ تم	تُكَذِّبُوۡنَ جھٹلاتے ہو		
فَلَوۡلَا پھر کیوں نہیں	اِذَا جب	بَلَغَتِ پہنچی ہے	الۡحُلۡقُوۡمَ حلق کو	وَاَنۡتُمۡ اور تم	حِيۡنَئِذٍ اس وقت	تَنۡظُرُوۡنَ تکتے ہو	وَنَحۡنُ اور ہم
اَقۡرَبُ زیادہ قریب	اِلَيۡهِ اس کے	مِنۡكُمۡ تم سے	وَلٰكِنۡ اور لیکن	لَّا تُبۡصِرُوۡنَ تم نہیں دیکھتے	فَلَوۡلَا تو کیوں نہیں	اِنۡ كُنۡتُمۡ اگر تم	

غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ کسی کے قہر میں آنیوالے (خود مختار)	تَرْجِعُوْنَهَا تم اسے لوٹا لو	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم	صٰدِقِيْنَ سچے (جمع)	فَاَمَّا پس جو			
اِنْ كَانَ اگر ہو	مِنَ سے	الْمُقَرَّبِيْنَ مقرب لوگوں	فَرَوْحٌ تو راحت	وَرَيْحَانٌ اور خوشبودار پھول	وَجَنَّتُ اور باغ	نَعِيْمٍ نعمتوں کے	
وَاَمَّا اور البتہ	اِنْ كَانَ اگر وہ ہو	مِنْ سے	اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والے	فَسَلٰمٌ سو سلامتی	لَكَ تیرے لئے	مِنْ سے	
اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ دائیں ہاتھ والوں	وَاَمَّا اور البتہ	اِنْ كَانَ اگر وہ ہو	مِنَ سے	الْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں	الضَّآلِّيْنَ گمراہ (جمع)		
فَنُزُلٌ تو مہمانی	مِنْ سے	حَمِيْمٍ کھولتا ہوا پانی	وَتَصْلِيَةُ اور اسے ڈالدیا	جَحِيْمٍ دوزخ	اِنَّ بیشک	هٰذَا یہ	لَهُوَ البتہ یہ
حَقُّ الْيَقِيْنِ یقینی بات	فَسَبِّحْ پس آپ پاکیزگی بیان کریں	بِاسْمِ نام کی	رَبِّكَ اپنے رب	الْعَظِيْمِ عظمت والے			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں کلام کو پرزور بنانے کے لئے پہلے ستاروں کے چھپنے کی قسم کھائی جاتی ہے اور پھر قسم کے بعد تاکیداً فرمایا جاتا ہے کہ یہ بڑی مکرم اور بلند پایہ کتاب ہے جو لوح محفوظ میں پہلے سے درج ہے اور وہ لوح محفوظ ایسی کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی شیطان وغیرہ ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔ جس کو کہ رب العلمین نے عالم کی ہدایت وتربیت کے لئے نازل فرمایا ہے یعنی یہ کوئی جادو نہیں۔ نہ کاہنوں کی بے سروپا باتیں ہیں۔ نہ شاعرانہ تک بندی ہے جیسا کہ کفار الزام لگاتے تھے بلکہ بڑی مقدس ومعزز کتاب ہے جو تمام جہانوں کے پالنے والے نے نازل فرمائی ہے یہاں جو ستاروں کے غروب ہونے اور چھپنے کی قسم کھائی ہے تو حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ جو ستاروں کا نہایت محکم اور عجیب وغریب نظام قائم ہے اور یہ ستارے ایک اٹل قانون کے ماتحت اپنے روزانہ غروب سے اسی کی عظمت و وحدانیت اور تصرف واقتدار کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں اور زبان حال سے شہادت دیتے ہیں کہ جس اعلیٰ اور برتر ہستی کے ہاتھ میں ہماری باگ ہے وہی اکیلا اس کائنات کے ذرہ ذرہ کا مالک و خالق ہے اور کیا ایک عاقل اس عظیم الشان نظام فلکی پر نظر ڈال کر اتنا نہیں سمجھ سکتا کہ ایک دوسرا باطنی نظام شمسی بھی اسی پروردگار عالم کا قائم کیا ہوا ہے جس نے اپنی قدرت سے یہ ظاہری نظام قائم فرمایا۔ وہی پاک خدا ہے جس نے روحانی ستاروں کے غروب ہونے کے بعد آفتاب قرآن کو چمکایا اور اپنی مخلوق کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا۔ آج تک یہ آفتاب برابر چمک رہا ہے کسی کی مجال ہے جو اس کو بدل سکے یا اس کو غائب کردے۔

الغرض آگے اسی صداقت قرآن کے سلسلہ میں منکرین و مکذبین کو خطاب فرما کر کہا جاتا ہے کہ کیا یہ ایسی دولت ہے جس سے منتفع ہونے میں تم سستی اور کاہلی کرو اور اپنا حصہ اتنا ہی سمجھو کہ اس کو اور اس کے بتلائے ہوئے حقائق کو جھٹلاتے رہو جیسے بارش کو دیکھ کر کہہ دیا کرتے ہو کہ فلاں ستارہ فلاں برج میں آ گیا تھا اس سے بارش ہوگئی۔ گویا خدا سے کوئی مطلب ہی نہیں۔ اسی طرح اس باران رحمت کی قدر نہ کرنا جو قرآن کی صورت میں نازل ہوئی ہے اور یہ کہہ دینا کہ وہ اللہ کی اتاری ہوئی نہیں۔ سخت بدبختی اور حرمان نصیبی ہے۔ کیا اس نعمت کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کو جھٹلاتے رہو؟ تم اپنے بے خوفی اور بے فکری سے اللہ کی باتیں جھٹلاتے ہو گویا تم کسی دوسرے کے حکم اور اختیار ہی میں نہیں۔ یا کبھی مرنا اور خدا کے ہاں جانا ہی نہیں۔ آگے انہی منکرین ومکذبین سے پوچھا جاتا ہے کہ اچھا جس وقت تمہارے کسی عزیز اور محبوب کی جان نکلنے والی ہو۔ سانس حلق میں اٹک

15

جائے۔ موت کی سختیاں گزر رہی ہوں اور تم پاس بیٹھے اس کی بے بسی اور بے کسی کا تماشہ دیکھتے ہو اور دوسری طرف خدا یا اس کے فرشتے تم سے زیادہ سے زیادہ اس کے نزدیک ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے۔ اگر تم کسی دوسرے کے قابو میں نہیں تو اس وقت کیوں اپنے پیارے کی جان کو اپنی طرف نہیں پھیر لیتے اور کیوں باول ناخواستہ اپنے سے جدا ہونے دیتے ہو؟ دنیا کی طرف واپس لاکر اسے آنے والی سزا سے کیوں نہیں بچا لیتے؟ اے منکرین اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ایسا کر کے دکھاؤ لیکن یاد رکھو تم ایک منٹ کے لئے نہیں روک سکتے۔ اس کو اپنے ٹھکانے پر پہنچنا ضروری ہے۔ اگر وہ مردہ مقربین میں سے ہوگا تو اعلیٰ درجہ کی جسمانی و روحانی راحت و عیش و آرام کے سامانوں میں پہنچ جائے گا اور اصحاب یمین میں سے ہوا تب بھی کچھ کھٹکا نہیں اس کے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے اور اگر وہ جھٹلانے اور گمراہ رہنے والوں میں سے ہوا تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ جہنم کی آگ اور کھولتے ہوئے پانی سے اس کو سابقہ پڑے گا۔ اور اے منکرین ومکذبین اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہاری تکذیب سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ اس سورۃ میں یا اس قرآن میں مومنین و مجرمین کی خبر دی گئی ہے وہ بالکل یقینی ہے اور اسی طرح ہو کر رہیگا۔ تو خوامخواہ شبہ کر کے اپنے نفس کو دھوکہ مت دو بلکہ آنے والے وقت کی تیاری کرو۔ اور اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول ہو جاؤ کہ وہاں کی یہی بڑی تیاری ہے۔

احادیث میں روایت ہے کہ قرآن مجید کی آیت **فسبح باسم ربک العظیم** جب نازل ہوئی یعنی اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کیجئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع میں رکھو یعنی آیت کے حکم کی تعمیل میں **سبحان ربی العظیم** نماز میں رکوع میں کہا کرو پھر جب آیت **سبح اسم ربک الاعلیٰ** کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے سجدہ میں رکھو یعنی اس کی تعمیل میں **سبحان ربی الاعلیٰ** سجدے میں کہا کرو۔
(معارف الحدیث جلد سوم)

خلاصہ یہ کہ اس خاتمہ کے رکوع میں کئی باتیں ثابت کی گئیں:۔

اول یہ کہ قرآن اللہ تعالیٰ رب العزت کا کلام ہے اس میں کسی شیطان وجن وغیرہ کا کوئی تصرف نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ اس میں بتلایا گیا ہے وہ یقینی ہے اور بالکل حق ہے۔

دوسری بات جو قرآنی مسائل میں خاص اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ قیامت کا آنا اور سب مردوں کا زندہ ہونا اور اللہ جل شانہ کے سامنے حساب کے لئے پیش ہونا اور حساب کے بعد جزاوسزا ہونا یقینی ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

تیسرے یہ کہ جزاوسزا کے نتیجہ میں کل مخلوق کا تین گروہوں میں تقسیم ہو جانا لازمی ہے اگر یہ شخص مقربین یعنی سابقین کے گروہ میں سے ہے تو راحت ہی راحت' آرام ہی آرام۔ عزت ہی عزت ہے۔ اور اگر اصحاب الیمین یعنی عام مومنین صالحین میں سے ہے تو بھی جنت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز ہوگا اور اگر تیسرے گروہ یعنی اصحاب الشمال میں سے ہے تو جہنم کی آگ اور کھولتے ہوئے پانی سے سابقہ اس کو پڑنا ہے۔

چوتھے یہ کہ قیامت اور آخرت کے حساب کتاب اور جزا سزاء سے انکار گویا منکرین کی طرف سے اس بات کا دعویٰ ہے کہ ان کی جان اور روح خود ان کے قبضہ میں ہے۔ تو ان کے اس خیال باطل کی تردید میں ایک قریب المرگ انسان کی مثال سے بتلایا گیا کہ جب مرنے والے کی روح حلق میں پہنچتی ہے اور تم سب یعنی مرنے والے کے اعزا و اقارب' دوست احباب سب یہ چاہتے ہیں کہ اس کی روح نہ نکلے اور یہ زندہ رہے مگر اس وقت سب کو اپنی عاجزی اور بیچارگی کا احساس ہوتا ہے اور کوئی اس

مرنے والے کی جان بچا نہیں سکتا اور جس لمحہ اللہ تعالیٰ اس کی روح نکالنا طے فرما چکے ہیں اس کو کوئی روک نہیں سکتا تو اگر منکرین یہ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد قیامت میں ان کو دوبارہ زندہ نہیں کیا جا سکتا اور وہ اتنے بہادر ہیں کہ خدا تعالیٰ کی پکڑ اور سزا سے باہر رہیں گے تو اپنی قدرت اور قوت کا امتحان اسی مرنے والے انسان کے ساتھ کر دیکھو کہ اس مرنے والے کی روح کو نکلنے سے بچالو یا روح نکلنے کے بعد اس مردے میں لوٹا دو اور جب تم اس سے عاجز ہو اور یہ نہیں کر سکتے تو پھر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی گرفت سے باہر سمجھنا اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے سے انکار کرنا کس قدر جہل اور بے عقلی کی علامت ہے۔

اب اس قدر واضح اور اٹل دلائل قرآنی کے سامنے بھی کوئی اپنے جہل و تعصب وعناد و بے عقلی پر اصرار کرتا ہے اور کفر و شرک کی دلدل میں پھنسا رہنا چاہتا ہے تو رہے اور عذاب جہنم کے لئے اپنے کو تیار رکھے۔ سمجھانے بجھانے کا جو حق تھا وہ خداوند کریم نے بطریق احسن پورا فرما دیا۔

سورۃ الواقعہ کے خواص

۱- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو آدمی ہر رات کو سورۃ الواقعہ پڑھے اسے کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور جو ہر صبح کو سورۃ الواقعہ پڑھے اسے فقر و تنگدستی کا اندیشہ نہیں رہے گا۔

۲- اگر کسی میت پر سورۃ واقعہ پڑھی جائے تو اس پر آسانی ہو جاتی ہے۔

۳- اگر مریض بے چین ہو تو اس پر سورۃ واقعہ پڑھنے سے اسے راحت پہنچتی ہے۔

۴- جسے سکرات لگی ہوئی ہو اس پر اگر سورۃ الواقعہ پڑھی جائے تو موت آسان ہو جاتی ہے۔

۵- جو آدمی صبح شام باوضو ہو کر سورۃ واقعہ پڑھنے کا معمول رکھے وہ بھوکا پیاسا نہ رہے گا اور نہ اسے کوئی سختی و خطرہ پیش آئے گا نہ غربت ستائے گی۔ (الدر المنظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو قیامت و آخرت پر یقین صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں اور قیامت میں اپنے فضل و کرم سے ہم کو اہل جنت میں شامل فرمائیں اور آخرت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ اور جہنم کے عذاب اور قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھیں۔

اے اللہ اپنے ذکر فکر کی توفیق دائمی ہم کو نصیب فرما اور اس قرآن کریم پر جو آپ کا نازل کیا ہوا ہے ایمان کے ساتھ اس کا اتباع کامل بھی نصیب فرما۔

یا اللہ جو اس قرآن پر ایمان رکھ کر اس کے احکام اور اتباع سے گریز کر رہے ہیں ان کو ہدایت اور دین کی سمجھ عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُ رُكُوْعَاتٍ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

سَبَّحَ پاکیزگی سے یاد کرتا ہے	لِلّٰهِ اللہ کو	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَهُوَ اور وہ	الْعَزِيْزُ غالب	الْحَكِيْمُ حکمت والا		

تفسیر وتشریح: سورۃ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات کے بیان سے فرمائی گئی اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی کائنات کی ہر چیز بیان کرتی ہے خواہ قالاً خواہ حالاً۔ یہاں ابتدائی آیت میں لفظ سبح بصیغہ ماضی استعمال کیا گیا ہے جس کے لفظی معنے یہ ہوئے کہ اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اس چیز نے جو آسمانوں اور زمین میں ہے دوسری سورتوں میں یسبح بصیغہ مضارع فرمایا جس میں حال و مستقبل دونوں کا مفہوم شامل ہے اور کہیں بصیغہ امر سبح فرمایا تو مطلب یہ ہوئے کہ اس کی تسبیح وتقدیس' پاکی و بزرگی۔ کسی وقت اور کسی حال میں منقطع نہیں۔ ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے۔ ہوتی رہتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ پھر اس ابتدائی آیت سبح للہ مافی السموٰت والارض میں اشارہ ہے کہ اے بنی آدم کچھ تمہیں پر اس کی تسبیح وتقدیس موقوف نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز نے اس حقیقت کا اظہار اور اعلان کیا ہے کہ اس کا خالق و پروردگار۔ ہر عیب اور نقص اور کمزوری اور خطا سے پاک ہے آسمانوں کے فرشتے۔ زمین کے رہنے والے انسان۔ دریا اور سمندر کے جانور۔ جنگلوں اور بیابانوں کے چرند درند و پرند۔ نباتات۔ جمادات۔ غرضیکہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ غرض اس ارشاد سے کہ اسی کی ہر چیز تسبیح کرتی ہے خصوصاً شروع سورۃ میں یہ بھی ہے کہ اے مشرکو اور کافرو! تم نے جو اپنے اوہام باطلہ۔ اور قیاسات فاسدہ سے خدا تعالیٰ کی ذات پاک میں عیوب تجویز کر رکھے ہیں کہ کسی نے اس کے لئے (معاذ اللہ) بیٹیاں تجویز کیں۔ کسی نے بیٹا۔ کسی نے اس کے کارخانہ قضاوقدر میں شریک سمجھ رکھے ہیں۔ کسی نے نعوذ باللہ انسان کو خدا کا ہم شکل قرار دیا۔ کسی نے انسانوں یا حیوانات کی شکل میں اس کا متشکل ہو کر ظاہر ہونا مانا۔ کسی نے آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کے بعد اس کے لئے تکان ثابت کیا۔ کسی نے اس کو بعض امور کی نسبت عاجز تصور کیا۔ وہ ان سب باتوں سے بالکل پاک ہے اور اس کی پاکی زمین و آسمان کی ہر چیز بیان کر رہی ہے اس کے بعد اپنی قدرت اور کمال کے ثبوت میں جو تسبیح وتقدیس کے اسباب ہیں چند دلائل بیان فرمائے جاتے ہیں۔ پہلی دلیل فرمائی وھو العزیز الحکیم۔ عزیز کے معنیٰ ہیں ایسا زبردست اور قادر اور قاہر جس کے فیصلے کو نافذ ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ جس کی مزاحمت کوئی نہیں کر سکتا۔ جس کی اطاعت ہر ایک کو لازمی ہے خواہ کوئی چاہے یا نہ چاہے جس کی نافرمانی کرنے والا اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکتا۔ حکیم کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے حکمت اور دانائی کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کی تخلیق۔ اس کی تدبیر اس کی فرمانروائی۔ اس کے احکام۔ اس کی ہدایات سب حکمت پر مبنی ہیں اس کے کسی کام میں نادانی کا شائبہ تک نہیں۔

ابھی مزید دلائل اللہ تعالیٰ کی قدرت اور کمال کے ثبوت میں اگلی آیات میں ظاہر فرمائے گئے ہیں۔

جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ

اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی وہی حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے

وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ

اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے، اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا

اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

پھر عرش پر قائم ہوا، وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز

مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ لَهٗ مُلْكُ

اس میں چڑھتی ہے، اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو، اور وہ تمہارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ

اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی، اور اللہ ہی کی طرف سے امور لوٹ جاویں گے۔ وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور وہی دن کو رات میں

فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

داخل کرتا ہے، اور وہ دل کی باتوں کو جانتا ہے۔

لَهٗ اس کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	يُحْيٖ وہ زندگی دیتا ہے	وَيُمِيْتُ وہ موت دیتا ہے	وَهُوَ اور وہ	عَلٰى پر	
كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	هُوَ وہی	الْاَوَّلُ اول	وَالْاٰخِرُ اور آخر	وَ اور	الظَّاهِرُ ظاہر	وَالْبَاطِنُ اور باطن	وَهُوَ اور وہ
بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کو	عَلِيْمٌ خوب جاننے والا	هُوَ وہی	الَّذِيْ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَ اور	الْاَرْضَ زمین	فِيْ میں
سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دن	ثُمَّ پھر	اسْتَوٰى اس نے قرار پکڑا	عَلَى الْعَرْشِ عرش پر	يَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا يَلِجُ جو داخل ہوتا ہے	فِي الْاَرْضِ زمین میں		
وَ اور	مَا يَخْرُجُ جو نکلتا ہے	مِنْهَا اس سے	وَمَا يَنْزِلُ اور جو اترتا ہے	مِنَ السَّمَآءِ آسمانوں سے	وَمَا يَعْرُجُ اور جو چڑھتا ہے	فِيْهَا اس میں		
وَهُوَ اور وہ	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	اَيْنَ مَا جہاں کہیں	كُنْتُمْ تم ہو	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِمَا اسے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ دیکھنے والا ہے	
لَهٗ اسی کیلئے	مُلْكُ السَّمٰوٰتِ بادشاہت آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَاِلَى اللّٰهِ اور اللہ کی طرف	تُرْجَعُ بازگشت	الْاُمُوْرُ تمام کاموں			
يُوْلِجُ وہ داخل کرتا ہے	الَّيْلَ رات	فِي النَّهَارِ دن میں	وَيُوْلِجُ اور داخل کرتا ہے	النَّهَارَ دن	فِي الَّيْلِ رات میں	وَهُوَ اور وہ		
	عَلِيْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کی بات کو						

تفسیر وتشریح: گذشتہ ابتدائی آیت میں بتلایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی زمین وآسمانوں کی ہر چیز بیان کرتی ہے اس کے بعد اپنی توحید۔ قدرت اور کمال کے ثبوت میں جو تسبیح وتقدیس کے اسباب ہیں پہلی دلیل وھو العزیز الحکیم فرمائی گئی تھی یعنی وہ زبردست قدرت اور حکمت والا ہے۔ مزید دلائل اپنی قدرت وکمال کے ثبوت میں ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ آسمانوں وزمین

میں سب جگہ اسی کا حکم اور اختیار چلتا ہے۔ حقیقی بادشاہ جس کی ملکیت میں زمین وآسمان ہیں وہی ہے پھر خلق میں متصرف وہی ہے۔ زندگی اور موت اسی کے قبضہ میں ہیں۔ وہی پیدا کرتا ہے وہی فنا کرتا ہے گو اس عالم اسباب میں انسان وحیوان اور جملہ موجودات کا وجود وعدم جس کو حیات وموت سے تعبیر کیا جاتا ہے بظاہر اسباب کی طرف منسوب ہے مگر جب کوئی عقل کی گہرائی سے دیکھے گا تو ان جملہ اسباب کا سلسلہ اسی کی طرف جا کر منتہی ہوتا ہوا معلوم ہوگا اس لئے آخر میں یہی کہنا پڑے گا کہ وہی مارتا اور وہی جلاتا ہے۔ پھر ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے کوئی طاقت اس کے تصرف کو روک نہیں سکتی۔ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہ چاہے نہیں ہو سکتا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب کوئی نہ تھا وہ موجود تھا اور جب کوئی نہ رہے گا وہ موجود رہے گا۔ پھر ہر چیز کا وجود وظہور اس کے وجود سے ہے عرش سے فرش تک اور ذرہ سے آفتاب تک ہر چیز کی ہستی اس کی ہستی کی روشن دلیل ہے لیکن اسی کے ساتھ اس کی ذات اور حقائق صفات تک عقل وادراک کی رسائی نہیں اس ذات پاک کی کسی ایک صفت کا احاطہ بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ اپنی رائے اور قیاس سے کچھ اس کی کیفیت بیان کر سکتا ہے بایں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے زیادہ باطن اور پوشیدہ کوئی نہیں۔ تو جہاں اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی حقیقت کے اعتبار سے نہایت مخفی ہے کہ کسی عقل وخیال کی وہاں تک رسائی نہیں مگر اس عالم میں اس سے زیادہ کوئی چیز ظاہر بھی نہیں کہ اس کی حکمت وقدرت کے مظاہر دنیا کے ہر ہر ذرہ میں نمایاں ہیں۔ اس طرح وہ ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی ہے اور کھلے اور چھپے ہر قسم کے احوال کا جاننے والا ہے آگے اپنی قدرت وکمال کے ثبوت میں بتلایا جاتا ہے کہ وہ ایسا قادر ہے کہ اس نے آسمان وزمین کو چھ روز کی مقدار میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح قائم وجلوہ فرما ہوا جو کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ اس سورۃ میں اور قرآن پاک میں ۶ دوسری سورتوں میں یعنی سات مواقع میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا فرمایا اب چھ دن سے دنیا کے چھ دن مراد ہیں۔ یا عالم غیب کے چھ دن اس میں مفسرین کا اختلاف ہے اور واضح ہو کہ عالم غیب یا عالم آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے جیسا کہ سورہ حج سترھویں پارہ میں ارشاد ہے **وان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون** ٥ اور آپ کے پروردگار کے پاس کا ایک دن مثل ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے موافق۔ بہرحال مقصود ستہ ایام سے یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کو دفعتہً بنا کر نہیں کھڑا کر دیا گیا بلکہ بتدریج یہ موجودہ شکل میں مع تمام متعلقات کے مرتب ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آج تک اس دنیا میں بھی انسان وحیوان اور نباتات وغیرہ کی پیدائش کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ آسمانوں وزمین یعنی کل عالم کو پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر جلوہ فرما ہوا یا عرش پر ٹھہرا۔ یہ جملہ **ثم استویٰ علی العرش** ط پھر عرش پر قائم ہوا متشابہات میں سے ہے اور یہ جملہ بھی قرآن پاک میں سات جگہ آیا ہے چھ جگہ پہلے آ چکا ہے اور ساتویں بار اس سورہ حدید میں آیا ہے جس کے حقیقی مطلب تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں اور اسپر ایمان اسی طرح بغیر تفتیش کیفیت کے رکھنا چاہئے۔ اس جملہ **ثم استویٰ علی العرش** کی مکمل تشریح سورہ اعراف (درس نمبر ۴۶۷) جلد چہارم میں ہو چکی ہے اس لئے یہاں اس کا اعادہ نہیں کیا جاتا۔ مختصراً یہ سمجھ لیا جائے کہ عرش پر اس کے ٹھہرنے کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں وہ اسی طرح ہوگا جیسا اس کی شان کو سزاوار ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔

(۱) جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے مثلاً بارش کا پانی اور بیج زمین کے اندر جاتا ہے اور کھیتی و درخت باہر اس سے نکلتے ہیں۔ (۲) وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز اس زمین میں سے نکلتی

ہے مثلاً نباتات۔ (۳) وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیزیں آسمان سے اترتی ہیں۔ مثلاً فرشتے واحکام قضاوقدر کے فیصلہ اور بارش وغیرہ۔ (۴) وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز آسمان میں چڑھتی ہیں۔ مثلاً ملائکہ کا چڑھنا۔ بندوں کے اعمال کا چڑھنا۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ کسی وقت وہ تم سے غائب نہیں بلکہ جہاں کہیں تم ہو اور جس حال میں ہو وہ خوب جانتا ہے اور تمام کھلے چھپے اعمال کو دیکھتا ہے تم کسی جگہ اس سے مخفی نہیں رہ سکتے۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ اس کی قلمرو سے نکل کر کوئی کہیں جا نہیں سکتا۔ تمام آسمان وزمین میں اسی ایک اکیلے کی حکومت ہے وراآخر کار سب کاموں کا فیصلہ وہیں سے ہوگا۔ یہ اسی کی شان ہے کہ وہ کبھی دن کو گھٹا کر رات بڑی کر دیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس رات کو گھٹا کر دن بڑا کر دیتا ہے۔ اور قدرت کے ساتھ علم اس کا ایسا ہے کہ وہ دلوں میں جو نیتیں اور ارادے پیدا ہوں یا خطرات ووساوس آویں وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔

یہ سورہ حدید اور چار آگے آنے والی سورتیں یعنی سورہ حشر۔ سورہ صف۔ سورہ جمعہ اور سورہ تغابن یعنی یہ پانچ سورتیں جن کے شروع میں لفظ سبح یا یسبح آیا ہے ان کو حدیث میں مسبحات فرمایا گیا ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان مسبحات میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے یہ حدیث نقل کر کے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ افضل آیت سورہ حدید کی یہ آیت ہے **ھو الاوّل والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم**o جس کا اس درس میں بیان ہوا۔ اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر کبھی تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ اور دین حق کے معاملہ میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو یہ آیت آہستہ سے پڑھ لیا کرو یعنی **ھو الاوّل والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم**o اللہ تعالیٰ ہی ہمارے قلوب کو شیطانی وساوس سے محفوظ فرمائیں۔

ان آیات میں یہ جملہ جو فرمایا گیا **وھو معکم این ما کنتم** یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔ تو اس معیت کی حقیقت اور کیفیت کسی مخلوق کے احاطہ علم میں نہیں آسکتی مگر اس معیت کا وجود یقینی ہے اس کے بغیر نہ انسان کا وجود قائم رہ سکتا ہے۔ نہ کوئی کام اس سے ہوسکتا ہے اس کی مشیت اور قدرت ہی سے سب کچھ ہوتا ہے جو ہر حال اور ہر جگہ میں ہر انسان کے ساتھ ہے۔ (معارف القرآن جلد ہشتم)

اللہ تعالیٰ اپنی معیت کی ہمیں ایسی معرفت عطا فرمائیں کہ جو ہم کسی آن اور کسی حال میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت کی جرات نہ کرسکیں۔

اب جب گزشتہ اور ان آیات میں توحید الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت وکمال کو اچھی طرح ظاہر فرما دیا تو آگے اس توحید کے قبول کرنے کا حکم دیا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کی معرفت کاملہ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ یا اللہ اپنی بے انتہا اور لازوال قدرت کا ہم کو یقین کامل نصیب فرما کہ ہم آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں اور خوف کھائیں اور شب وروز یا اللہ آپ کے ذکر وفکر اور تسبیح تقدیس میں لگے رہیں۔

یا اللہ اپنے اس ارشاد وھو معکم این ما کنتم (یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو) ہم کو ایسا ایمان اور یقین کامل نصیب فرما کہ جو کسی آن اور کسی حال میں آپ کی نافرمانی کی جرات نہ کرسکیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا

تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آویں اور خرچ کریں

لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ

اُن کو بڑا ثواب ہوگا۔ اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور خود خدا نے

مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

تم سے عہد لیا تھا اگر تم کو ایمان لانا ہو۔

اٰمِنُوْا تم ایمان لاؤ	بِاللّٰہِ اللہ پر	وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول	وَاَنْفِقُوْا اور خرچ کرو	مِمَّا اس سے جو	جَعَلَكُمْ اس نے تمہیں بنایا	مُّسْتَخْلَفِيْنَ جانشین
فِيْهِ اس میں	فَالَّذِيْنَ پس جو لوگ	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے	مِنْكُمْ تم میں سے	وَاَنْفَقُوْا اور انہوں نے خرچ کیا	لَهُمْ ان کیلئے	اَجْرٌ كَبِيْرٌ بڑا اجر
وَمَا لَكُمْ اور کیا (ہوگیا ہے) تمہیں	لَا تُؤْمِنُوْنَ تم ایمان نہیں لاتے	بِاللّٰہِ اللہ پر	وَالرَّسُوْلُ اور رسول	يَدْعُوْكُمْ وہ تمہیں بلاتے ہیں		
لِتُؤْمِنُوْا کہ تم ایمان لاؤ	بِرَبِّكُمْ اپنے رب پر	وَقَدْ اَخَذَ اور یقیناً وہ لے چکا ہے	مِيْثَاقَكُمْ تم سے عہد	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	مُّؤْمِنِيْنَ ایمان والے	

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں شروع سورۃ سے توحید باری تعالیٰ۔ قدرت وصفات وکمالات الٰہیہ کا مضمون بیان فرمایا گیا تھا اب جب توحید الٰہی کو اچھی طرح ظاہر فرما دیا گیا تو اب آگے اس توحید کو قبول کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ کی صفات اور قدرت اور کمالات معلوم ہو چکے تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ جو نجات اور حیاۃ ابدی کا ذریعہ ہے اور دوسری زندگانی کی روح ہے۔ مگر صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں بلکہ ایمان کے بعد عمل صالح کی بھی ضرورت ہے اور اعمال میں خلق خدا کے ساتھ سلوک کرنا اور صدقات۔ خیرات وغیرہ سے ان کی اعانت کرنا بڑا عمدہ کام ہے۔ خصوصاً ابتدائے اسلام میں جبکہ اہل اسلام کے لئے سخت بے سروسامانی کا زمانہ تھا اور اس دور میں کفار اور اعدائے دین سے سخت کشمکش کا معرکہ جاری تھا تو اس وقت دین اور اہل اسلام کے لئے اپنا مال خرچ کرنا بڑی سعادت اور بڑا زبردست خیر اور ثواب کا عمل تھا اس لئے ایمان لانے کے حکم کے بعد مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے اس کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے تم صرف امین اور خزانچی کی حیثیت میں ہو۔ لہٰذا جہاں مالک حقیقی بتلائے وہاں اس کے نائب کی حیثیت سے خرچ کرو۔ اب چونکہ مال کا خرچ کرنا آسان کام نہیں۔ طبیعت کا بخل مانع آیا کرتا ہے اس لئے مختلف دلائل اور طریقوں سے انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین وتاکید فرمائی جاتی ہے پہلے بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو یہ مال پہلے دوسروں کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے جانشین تم بنے یعنی باپ دادا کی میراث میں۔ یا کسی کے عطیہ سے یا کسی اور سبب مثل تجارت' حرفت وصنعت وغیرہ سے مال تمہیں حاصل ہوا اور ظاہر ہے کہ تمہارا جانشین کوئی اور بنایا جائے گا یعنی تمہارے بعد کسی اور کے ہاتھ میں چلا جاوے گا۔ پھر جب معلوم ہے کہ یہ چیز نہ پہلوں کے پاس رہی۔ نہ تمہارے پاس رہے گی تو ایسی زائل اور فانی چیز

سے دل لگانا اور محبت کرنا اچھا نہیں اور اس کو اس طرح جوڑ جوڑ کر رکھنا کہ ضروری مصرف میں بھی خرچ نہ کیا جاوے محض حماقت اور کم عقلی ہے کہ ضروری اور مناسب مواقع میں بھی آدمی خرچ کرنے سے کترائے۔ آگے دوسری طرح پر انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں میں یہ خصلت اور صفت موجود نہیں۔ ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر پیدا کریں اور جن میں موجود ہے وہ اس پر ہمیشہ مستقیم رہیں اور ایمان و اسلام کے مقتضی پر عمل رکھیں اور سمجھ لیں کہ جو ایمان لا کر اللہ کے راستہ میں خرچ کریں گے ان کے لئے بڑا عمدہ بدلہ ملے گا اور ان کا اجر و ثواب ضائع نہ جائے گا۔ کبھی تو اس دنیا میں بھی مل جاتا ہے ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی ملے گا۔ اسی لئے اللہ کے نیک بندوں نے جو کچھ ملا اللہ کی راہ میں صرف کر دیا۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے گھر میں تمہارا کچھ مال و اسباب دکھائی نہیں دیتا۔ کیا کرتے ہو انہوں نے کہا کہ بھائی یہ میرا گھر نہیں ہے۔ مسافر خانہ ہے۔ چند روز مہمان ہوں مجھے جو ملتا ہے اس کو اپنے اصل گھر میں بھیج دیتا ہوں جس کو نہ کوئی چور لے سکے نہ ظالم چھین سکے۔ یہ جواب سن کر سائل پھوٹ پھوٹ کر اپنی غفلت اور حب مال پر رونے لگا۔ آگے کفار کو خطاب فرمایا جاتا ہے کہ تم کس لئے ایمان نہیں لاتے حالانکہ اللہ کے رسول تم کو ایمان لانے کے لئے برابر کہہ رہے ہیں۔ تو اے منکر و اللہ پر ایمان لانے یا یقین و معرفت کے راستوں پر چلنے سے تم کو کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟ اور اس معاملہ میں سستی اور انکار کیوں ہو جبکہ خدا کا رسول اے منکرو تم کو کسی اجنبی اور غیر معقول چیز کی طرف نہیں بلکہ تمہارے حقیقی پرورش کرنے والے کی طرف دعوت دے رہے ہیں جس کی ربوبیت و الٰہیت کا اقرار تم دنیا میں آنے سے پہلے عالم ارواح میں کر چکے ہو۔ پھر دلائل و براہین۔ اور رسولوں کے ذریعہ سے اس ازلی عہد و پیمان کی یاددہانی اور تجدید بھی کی گئی اور انبیائے سابقین نے اپنی اپنی امتوں سے یہ عہد بھی لیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے تو ان مبادی کے بعد کہاں گنجائش ہے کہ جو ماننے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ نہ مانیں اور جو مان چکا ہو وہ اس سے انحراف کرنے لگے۔

ابھی مزید ترغیبات اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کے لئے اگلی آیات میں دی گئی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہم کو ایمان کی دولت سے نوازا اور ہم کو اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننے والا بنایا۔

اے اللہ جو مال دولت آپ نے ہم کو دنیا میں عطا فرمایا ہے اس کو اپنی مرضیات میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ اس تمام مال کے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے حقیقی مالک آپ ہی ہیں آپ اپنے حکم کے موافق اس مال کو اپنے راستہ میں اپنی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیں۔ اور جو کچھ آپ کی توفیق سے آپ کے راستہ میں خرچ ہو جائے اسے اپنی رحمت سے قبول فرما لیجئے اور ہمارے لئے باعث اجر و ثواب آخرت بنا دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ

وہ ایسا ہے کہ اپنے بندہ پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تا کہ وہ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف لاوے، اور بے شک اللہ تعالیٰ

بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹﴾ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

تمہارے حال پر بڑا شفیق مہربان ہے۔ اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان اور زمین اللہ ہی کا رہ جاوے گا،

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا

جو لوگ فتح مکہ سے پہلے خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں خرچ کیا

مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْاؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰىؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۰﴾

اور لڑے اور اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

هُوَ الَّذِیْ وہی ہے جو	یُنَزِّلُ نازل فرماتا ہے	عَلٰی پر	عَبْدِهٖ اپنا بندہ	اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ واضح آیات	لِیُخْرِجَكُمْ تاکہ وہ تمہیں نکالے	مِّنَ سے	
الظُّلُمٰتِ اندھیروں سے	اِلَی النُّوْرِ روشنی کی طرف	وَاِنَّ اور بیشک	اللّٰهَ اللہ	بِكُمْ تم پر	لَرَءُوْفٌ شفقت کرنیوالا	رَّحِیْمٌ نہایت مہربان	
وَمَا لَكُمْ اور کیا (ہوگیا ہے) تمہیں	اَلَّا تُنْفِقُوْا تم خرچ نہیں کرتے	فِیْ سَبِیْلِ راستہ میں	اللّٰهِ اللہ	وَلِلّٰهِ اور اللہ کیلئے	مِیْرَاثُ میراث		
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	لَا یَسْتَوِیْ برابر نہیں	مِنْكُمْ تم میں سے	مَنْ اَنْفَقَ جس نے خرچ کیا	مِنْ قَبْلِ پہلے	الْفَتْحِ فتح	وَقٰتَلَ اور قتال
اُولٰٓىِٕكَ یہ لوگ	اَعْظَمُ بڑے	دَرَجَةً درجہ میں	مِّنَ سے	الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا جنہوں نے خرچ کیا	مِنْ بَعْدُ بعد میں	وَقٰتَلُوْا اور انہوں نے قتال کیا	
وَكُلًّا اور ہر ایک	وَعَدَ وعدہ کیا	اللّٰهُ اللہ نے	الْحُسْنٰی اچھا	وَاللّٰهُ اور اللہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اس سے جو تم کرتے ہو	خَبِیْرٌ باخبر	

تفسیر و تشریح: گذشتہ آیات میں توحید کے دلائل اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بیان فرما کر دو باتوں کا حکم دیا گیا تھا۔ ایک تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا۔

آگے ان آیات میں بھی انہی دو باتوں کے متعلق مزید مضمون ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور اللہ کے دیئے ہوئے مال سے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے اپنا رسول بھیج کر اور قرآن اتار کر صداقت و ہدایت کے نشان دیئے تا کہ ان کے ذریعہ سے انسانوں کو کفر و جہل کی اندھیریوں سے نکال کر ایمان اور عمل کے اجالے میں لے آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی انسانوں پر بہت بڑی شفقت اور مہربانی ہے۔ اگر وہ سختی کرتا تو انہی اندھیریوں میں پڑا ہوا چھوڑ کر ہلاک ہونے دیتا مگر نہیں اللہ تعالیٰ رؤف ہے اور ساتھ ہی رحیم ہے یہ اس کا سلوک اور کرم ہے کہ لوگوں کی رہنمائی کے لئے کتاب اتاری اور رسول بھیجا۔ اس طرح ایمان کی رغبت دلا کر پھر انفاق فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی رغبت دلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب آسمان و زمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جاوے گا (جب سب فنا ہو کر ختم ہو جاویں گے) اور وہی رہ جاوے گا پس جب سب مال ایک روز چھوڑنا ہے تو خوشی سے کیوں اللہ کے راستہ میں نہ خرچ کیا جائے۔ اس کے مال میں سے اس کے حکم کے موافق خرچ کرنا بھاری کیوں معلوم ہو؟ جب سب مال ایک روز چھوڑنا ہے تو خوشی سے کیوں نہ دیا جائے کہ ثواب بھی ہو۔ اگر خوشی اور اختیار سے مال تم

اللہ کے راستہ میں نہ دو گے تو بے اختیار اسی کے پاس پہنچے گا بندگی کا اقتضا تو یہ ہے کہ خوش دلی سے پیش کرے اور اس کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے فقر وافلاس سے نہ ڈرے کیونکہ اللہ تو زمین وآسمان کے خزانوں کا مالک ہے۔ کیا اس کے راستہ میں خوش دلی سے خرچ کرنے والا بھوکا رہے گا؟ اب آگے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے مراتب بیان فرمائے جاتے ہیں کہ انفاق فی سبیل اللہ اگرچہ ہر حال میں بہتر ہے مگر بعض اوقات کہ جہاں اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس کا ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ابتدائے اسلام میں فتح مکہ ہونے سے پہلے فقرائے اسلام پر بڑی تنگدستی اور سختی کا دور تھا اس لئے اس وقت کا مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا باعث زیادہ اجر وثواب تھا۔ یوں تو اللہ کے راستہ میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے۔ خدا اس کا بہترین بدلہ دنیا وآخرت میں دے گا لیکن جن خوش قسمت ہستیوں نے "فتح مکہ" سے پہلے اپنا مال خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے حاصل کرنے والے تھے۔ بعد والے مسلمان ان کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے والے اور اس پر لڑنے والے اقل قلیل تھے اور دنیائے عرب کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس وقت اسلام کو جانی ومالی قربانیوں کی ضرورت زیادہ تھی اور مجاہدین کو بظاہر اس وقت مال غنیمت وغیرہ کی توقعات بھی کم تھیں۔ ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستہ میں جان ومال لٹا دینا بڑے اولوالعزم اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام تھا فتح مکہ کے بعد تو اسلام کو کھلا غلبہ ملا اور مسلمانوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو گئی اور فتوحات کی وسعت ہوئی۔ ساتھ ہی مال بھی نظر آنے لگا۔ ابتدا کا دیا ہوا مال اور لگائی ہوئی جان بعد میں جان ومال لگانے سے بڑھ کر تھی گو جس نے بعد میں بھی ایسا کیا ثواب اور نیک وعدہ اس کے لئے بھی ہے۔ آگے بتلایا گیا کہ اللہ کو سب خبر ہے کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے اور اس میں اخلاص کا وزن کتنا ہے۔ اپنے اسی علم کے موافق اللہ تعالیٰ معاملہ فرمائے گا۔

ان آیات کے تحت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ:۔

"آیات مذکورہ میں حق تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے دو طبقے قرار دیئے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام لا کر اسلامی خدمات میں حصہ لیا۔ دوسرے وہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد یہ کام کیا۔ پہلے حضرات کا مقام بہ نسبت دوسرے کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند ہونے کا اعلان یہاں فرمایا گیا ہے۔ فتح مکہ سے پہلے جو ایمان لائے ان کے سامنے مسلمانوں کی قلت اور ضعف اور اس کی وجہ سے مشرکین کی ایذاؤں کا سلسلہ تھا۔ خصوصاً ابتدائے اسلام کے وقت اسلام اور ایمان کا اظہار کرنا اپنی جان کی بازی لگانے اور اپنے گھر بار کو ہلاکت کے لئے پیش کر دینے کے مرادف تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ان حالات میں جنہوں نے اسلام قبول کر کے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور دین کی خدمت میں اپنے جان ومال کو لگایا ان کی قوت ایمان اور اخلاص عمل کو دوسرے نہیں پہنچ سکتے۔ رفتہ رفتہ حالات بدلتے گئے۔ مسلمانوں کو قوت حاصل ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہو کر پورے عرب پر اسلام کی حکومت قائم ہوگئی۔ اس وقت جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے یدخلون فی دین اللہ افواجا یعنی لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج ہو کر داخل ہوں گے اس کا ظہور ہوا کیونکہ بہت سے لوگ اسلام کی حقانیت پر تو یقین رکھتے تھے مگر اپنے ضعف اور مخالفین اسلام کی قوت وشوکت اور ان کی ایذاؤں کے خوف سے اسلام اور ایمان کا اظہار کرتے ہوئے جھجکتے تھے۔ ان کی راہ سے یہ رکاوٹ دور ہوگئی تو فوج درفوج ہو کر اسلام میں داخل ہوگئے۔ قرآن کریم کے ارشاد وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے خوبی اور بھلائی کا (یعنی ثواب آخرت کا) سب سے ان کا بھی اکرام واحترام کیا ہے اور ان کے لئے بھی مغفرت ورحمت کا وعدہ دیا ہے لیکن یہ بتلا دیا کہ ان لوگوں کا درجہ اور مقام ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتا جن اولین سابقین نے اپنی ہمت اور اولوالعزمی اور قوت ایمان کے سبب مخالفوں اور ایذاؤں کے خوف وخطر سے بالاتر ہو کر اسلام کا اعلان کیا اور آڑے وقت میں اسلام کے کام آئے۔۔۔ اگرچہ صحابہ کرام

میں باہمی درجات کا تفاضل یہاں ذکر کیا گیا ہے لیکن آخر میں فرمایا وکلاً وعداللہ الحسنیٰ یعنی باوجود باہمی فرق مراتب کے اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ یعنی جنت اور مغفرت کا وعدہ سب ہی کے حق میں کرلیا ہے۔ یہ وعدہ صحابہ کرام کے ان دونوں طبقوں کے لئے ہے جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے یا بعد میں اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور مخالفین اسلام کا مقابلہ کیا۔ اس میں تقریباً صحابہ کرام کی پوری جماعت شامل ہو جاتی ہے۔ پھر صرف ان حضرات کی خطاؤں کی مغفرت کا عام اعلان ہی نہیں فرمایا بلکہ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ فرما کر اپنی رضا کی بھی سند دے دی۔ اس لئے صحابہ کرام کے آپس میں جو اختلافات اور مشاجرات پیش آئے ان کی وجہ سے ان میں سے کسی کو برا کہنا یا طعن وتشنیع کرنا قطعاً حرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق موجب لعنت اور اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ آج کل تاریخ کی جھوٹی سچی قوی ضعیف روایات کی بنا پر جو بعض لوگوں نے بعض حضرات صحابہ کو مورد طعن والزام بنایا ہے۔ اول تو اس کی بنیاد جو تاریخی روایات پر ہے وہ بنیاد ہی متزلزل ہے اور اگر کسی درجہ میں ان روایات کو قابل التفات مان بھی لیا جائے تو قرآن وحدیث کے کھلے ہوئے ارشادات کے خلاف ان کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔ صحابہ کرامؓ کے بارہ میں پوری امت کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کی تعظیم وتکریم۔ ان سے محبت رکھنا۔ ان کی مدح وثنا کرنا واجب ہے اور ان حضرات کے آپس میں جو اختلافات اور مشاجرات پیش آئے ان کے معاملہ میں سکوت کرنا۔ کسی کو مورد الزام نہ بنانا لازم ہے۔ عقائد اسلامیہ کی تمام کتابوں میں اس اجماعی عقیدہ کی تصریحات موجود ہیں"۔ (معارف القرآن جلد ہشتم با اختصار)

یہ تحقیق اور تفصیل حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں اس لئے نقل کی گئی کہ اس پرفتن دور میں ایک عظیم فتنہ یہ بھی پیدا کیا گیا اور پھیلایا گیا کہ تمام صحابہ کرام کے عادل وثقہ ہونے پر پوری امت کے اجماعی عقیدہ کو زخمی کیا گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو بھلا دیا۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے معاملہ میں میرے بعد ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ مت بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ کو ایذاء پہنچانے کا قصد کرے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے گا۔ (معارف القرآن جلد ہشتم صفحہ ۹۶ رواہ الترمذی از جمع الفوائد)

اور صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو (ان کی قوت ایمانی کی وجہ سے ان کا حال یہ ہے کہ) اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو وہ ان کے (یعنی صحابہؓ کے) خرچ کئے ہوئے کے ایک مد جو کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ نصف مد کے برابر (مد عرب کا ایک پیمانہ ہے جس میں تقریباً ہمارے حساب سے ایک سیر جو آتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی پوری پوری عظمت ومحبت ہم کو نصیب فرمائیں اور صحابہ کرام میں عیب چینی اور تنقیص وتنقید کے ایمان سوز فتنہ سے ہم کو محفوظ فرمائیں آمین۔

الغرض اللہ کے راستہ میں جان ومال خرچ کرنے والوں کی یہاں مدح فرمائی گئی اور ابھی یہی سلسلہ مضمون اگلی آیات میں جاری ہے اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی مزید ترغیب دلائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو قرآن پاک کی دولت عطا فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان نعمتوں کی قدر دانی اور انکی صحیح گذاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ وَلَہٗ اَجْرٌ کَرِیْمٌ یَوْمَ تَرَی

کوئی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر خدا تعالیٰ اس کو اس شخص کیلئے بڑھاتا چلا جاوے اور اس کیلئے اجر پسندیدہ ہے۔ جس دن آپ

الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ بُشْرٰکُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ

مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے سے

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝

نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ کون ہے جو	یُقْرِضُ اللّٰہَ قرض دے اللہ کو	قَرْضًا حَسَنًا قرض حسنا	فَیُضٰعِفَہٗ پھر وہ اس کا دو چند دے	لَہٗ اس کو		
وَلَہٗ اور اس کیلئے	اَجْرٌ کَرِیْمٌ اجر بڑا عمدہ	یَوْمَ جس دن	تَرَی تم دیکھو گے	الْمُؤْمِنِیْنَ مومن مردوں	وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں	
یَسْعٰی دوڑتا ہوگا	نُوْرُھُمْ ان کا نور	بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ ان کے سامنے	وَبِاَیْمَانِھِمْ اور ان کے دائیں	بُشْرٰکُمُ خوشخبری ہے تمہیں	الْیَوْمَ آج	
جَنّٰتٌ باغات	تَجْرِیْ بہتی ہیں	مِنْ تَحْتِھَا ان کے نیچے	الْاَنْھٰرُ نہریں	خٰلِدِیْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے	فِیْھَا اس میں	ذٰلِکَ یہ
ھُوَ وہ۔یہ	الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ کامیابی بڑی					

تفسیر و تشریح: ان آیات میں ایک اور طریقہ سے اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو کچھ تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہو وہ گویا اللہ کو قرض دیتے ہو جو بڑا غنی اور دگنا کر کے واپس کرنے والا ہے پھر اس کا اجر و ثواب بھی عطا کرنے والا ہے۔ یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ حق تعالیٰ کو کسی کے مال کی کوئی حاجت نہیں۔ معاذ اللہ نہ وہ محتاج ہے۔ نہ اس کو قرض لینے کی ضرورت ہے اور حق تعالیٰ کو قرض دے ہی کون سکتا ہے۔ لیکن یہ اس کی کریمی اور رحیمی ہے کہ جو کوئی اس کے راستہ میں اس کی خوشنودی کے لئے مال خرچ کرتا ہے یا کسی حاجتمند کو اللہ کی رضا کے لئے دیتا ہے تو اس پر حق تعالیٰ اپنی ضمانت دیتے ہیں کہ یہ مال خرچ کرنے والے نے گویا اللہ کو قرض دیا یعنی اس کا اجر اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ گویا وہ اللہ پر قرض ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے بندے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی۔ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ بندہ عرض کرے گا کہ الٰہی تو ان باتوں سے پاک تھا۔ باری تعالیٰ فرمادیں گے تیرے پاس میرا بندہ بیمار تھا تو اس کی عیادت کرتا گویا میری عیادت کرتا۔ اور میرا بندہ تیرے پاس بھوکا تھا اس کو کھانا کھلاتا گویا مجھ کو کھانا کھلاتا کیونکہ یہ سب کام میرے ہی واسطے ہوتے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسکین پر اس کے الطاف کی تجلی ہوتی ہے اور اسی طرح ہر دردمند پر۔ تو یہاں تک اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی کس قدر بلیغ تاکید فرمائی گئی۔ اول یہ کہ مسکین کو دینا گویا اللہ کو قرض دینا ہے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دگنا کر دیتے ہیں۔ سوم یہ کہ اس پر آخرت میں اجر بھی عنایت فرماتے ہیں۔ اب چونکہ آخرت میں اجر و ثواب کا ذکر آ گیا اس لئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں مومنین صالحین کا کیا حال ہوگا اور جس اجر و ثواب کا وعدہ کیا جا رہا ہے اس کے ایفاء کا کونسا وقت ہوگا۔ چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ اس دن ہوگا جس روز ایماندار مردوں اور عورتوں کے آگے نور دوڑتا ہوا چلے گا اور ان کو جنت کا مژدہ دیا جاوے گا۔ اب یہاں مومنین و مومنات کے آگے نور دوڑنے کا جو ذکر فرمایا گیا تو اس سے کیا مراد ہے؟ اور یہ کس موقع پر ہوگا؟ تو جمہور مفسرین اس کے قائل ہیں کہ یہ نور دوڑنے کا قصہ پل صراط کا واقعہ ہے جو جہنم کے اوپر قائم ہوگی اور جس پر سے گزر کر جنت میں

پہنچنا ہوگا۔ پل صراط اور اس کے اوپر سے گزرنے کے واقعہ کو حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث ومفسر دہلوی نے قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں اپنی کتاب قیامت نامہ میں اس طرح لکھا ہے۔

"قبل اس کے کہ میدان حشر سے پل صراط پر گزرنے کا حکم ہو تمام میدان محشر میں اندھیرا چھا جائے گا پس ہر امت کو اپنے اپنے پیغمبر کے ساتھ چلنے کا حکم ہوگا۔ اہل ایمان کو نور کی دو دو مشعلیں عنایت ہوں گی۔ ایک آگے چلے گی دوسری دائیں جانب اور جو ان سے کمتر ہوں گے ان کو ایک ایک مشعل دی جائے گی اور جو ان سے کمتر ہوں گے ان کے صرف پاؤں کے انگوٹھے کے پاس خفیف روشنی ہوگی۔ اور جو ان سے بھی گئے گزرے ہوں گے ان کو ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح روشنی دی جائے گی جو کبھی بجھے گی اور کبھی روشن ہوگی۔ اور جو منافق ہوں گے وہ ذاتی نور سے بالکل خالی ہوں گے۔ بلکہ دوسروں کے نور کی مدد سے چلیں گے یہاں تک کہ جس وقت یہ سب لوگ دوزخ کے کنارے کے قریب جا پہنچیں گے تو دیکھیں گے کہ دوزخ کے اوپر پل صراط ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ حکم ہوگا کہ اس پر سے ہو کر جنت میں چلو۔ وہ پل صراط ۱۵ ہزار سال کی مسافت میں ہے جن میں سے ۵ ہزار سال تو اوپر چڑھنے کے اور ۵ ہزار سال بیچ میں چلنے کے اور ۵ ہزار سال اترنے کے ہیں۔ الغرض جب میدان حشر سے پل صراط پر پہنچیں گے تو آواز ہوگی کہ اے لوگو اپنی آنکھوں کو بند کر لو تاکہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پل سے گزر جائیں۔ اس کے بعد بعض لوگ تو بجلی کی چمک کی طرح۔ بعض ہوا' بعض گھوڑے۔ بعض اونٹ' بعض معمولی رفتار کی مانند پل صراط سے گزر جائیں گے۔ بعض لوگ نہایت محنت ومشقت کے ساتھ پل پر چلیں گے۔ اس وقت دوزخ میں سے بڑے بڑے آنکس نکلیں گے جو ان میں سے بعض کو تو چھوڑ دیں گے۔ بعض کو کچھ کچھ کاٹیں گے اور بعض کو کھینچ کر دوزخ میں ڈال دیں گے۔ اس وقت اعمال صالحہ مثلاً نماز۔ روزہ۔ درود۔ وظائف وغیرہ لوگوں کے دستگیر ہوں گے۔ اور خیرات آگ کے اور ان کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ قربانی سواری کا کام دے گی اور اس مقام کے ہول کی وجہ سے کسی کی آواز تک نہ نکلے گی۔ مگر پیغمبر اپنی امتوں کے حق میں رب سلم سلم کہیں گے۔ وہ مسلمان جو بجلی وہوا کی رفتار کے موافق پل صراط پر سے گزریں گے وہ پل کو عبور کر کے کہیں گے کہ ہم نے تو سنا تھا کہ راستہ میں دوزخ آئے گی لیکن ہم نے تو دیکھا بھی نہیں اور وہ لوگ جو سلامتی کے ساتھ گزریں گے وہ بھی پل صراط سے اتر کر میدان میں ان سے جا ملیں گے دنیا میں جو ایک دوسرے سے شکایت رکھتے تھے وہ سب ایک ہو جائیں گے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے جنت کا قفل کھول کر لوگوں کو داخل فرمائیں گے"۔

الغرض یہاں تو اہل ایمان کا ذکر ہوا اب آگے منافقین کا کہ جو حقیقی ایمان سے محروم ہوں گے ان کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان کو پل صراط پر چلنے میں کیا گزرے گی جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے یہ جان اور مال ہم کو دنیا میں جو عطا فرمایا ہے اس کو اپنے راستہ میں لگانے اور خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ آپ کے راستہ میں آپ ہی کی توفیق سے ہم سے جو جان و مال لگ جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ہمارے لئے باعث اجر آخرت بنا دیجئے۔

یا اللہ پل صراط پر سے گزرنے کے لئے ہم کو بھی نور عطا فرمائیے اور پل صراط سے بآسانی گزار کر اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا

جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں، ان کو جواب دیا جاوے گا

وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ

کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان میں ایک دیوار قائم کردی جاوے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی

مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۭ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ

اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا۔ یہ اُن کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے، وہ کہیں گے کہ تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا

وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾

اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور تم شک کیا کرتے تھے اور تم کو تمہاری بے ہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ تم پر خدا کا حکم آپہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ

غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے، وہی تمہاری رفیق ہے،

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

يَوْمَ يَقُوْلُ جس دن کہیں گے	الْمُنٰفِقُوْنَ منافق مرد (جمع)	وَ اور	الْمُنٰفِقٰتُ منافق عورتیں	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے		
انْظُرُوْنَا ہماری طرف نگاہ کرو	نَقْتَبِسْ ہم حاصل کرلیں	مِنْ سے	نُوْرِكُمْ تمہارا نور	قِيْلَ کہا جائے گا	ارْجِعُوْا لوٹ جاؤ تم	وَرَآءَكُمْ اپنے پیچھے	
فَالْتَمِسُوْا پھر تم تلاش کرو	نُوْرًا نور	فَضُرِبَ پھر ماری (کھڑی کردی) جائیگی	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	بِسُوْرٍ ایک دیوار	لَّهٗ اس کا	بَابٌ ایک دروازہ	
بَاطِنُهٗ اسکے اندر	فِيْهِ اس میں	الرَّحْمَةُ رحمت	وَ اور	ظَاهِرُهٗ اس کے باہر	مِنْ قِبَلِهِ اس کی طرف سے	الْعَذَابُ عذاب	
يُنَادُوْنَهُمْ وہ انہیں پکاریں گے	اَلَمْ نَكُنْ کیا ہم نہ تھے	مَّعَكُمْ تمہارے ساتھ	قَالُوْا وہ کہیں گے	بَلٰى ہاں	وَلٰكِنَّكُمْ اور لیکن تم		
فَتَنْتُمْ تم نے فتنہ میں ڈالا	اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں کو	وَتَرَبَّصْتُمْ اور تم انتظار کرتے	وَارْتَبْتُمْ اور تم شک کرتے تھے	وَغَرَّتْكُمُ اور تمہیں دھوکے میں ڈالا			
الْاَمَانِيُّ تمہاری جھوٹی آرزوئیں حَتّٰى یہاںتک کہ جَآءَ آگیا اَمْرُ اللّٰهِ اللہ کا حکم وَغَرَّكُمْ اور تمہیں دھوکے میں ڈالا بِاللّٰهِ اللہ کے بارے میں							
الْغَرُوْرُ دھوکہ دینے والے	فَالْيَوْمَ سو آج	لَا يُؤْخَذُ نہ لیا جائے گا	مِنْكُمْ تم سے	فِدْيَةٌ کوئی فدیہ	وَّلَا اور نہ	مِنَ سے	
الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے	كَفَرُوْا کفر کیا	مَاْوٰىكُمُ تمہارا ٹھکانہ	النَّارُ جہنم	هِيَ یہ	مَوْلٰىكُمْ تمہارا رفیق	وَبِئْسَ اور بری	الْمَصِيْرُ جائے بازگشت

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جولوگ دنیا میں منافق تھے یعنی ظاہر میں مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے مگر دل میں ان کے خلاف دکھلانے کو اسلام کے دعوے مگر محض زبانی خرچ۔ دل میں اسلام کی طرف سے شک شبہ اور شریعت کے احکام کے خلاف نفرت اور

بغض وعناد تو ایسے منافق مرد ہوں یا عورتیں ان کو بھی پل صراط پر سے گذرنے کا حکم ہوگا اس وقت ایمان والوں کے پاس تو اپنے اعمال اور ایمان کی برکت سے روشنی ساتھ ہوگی جیسا کہ گذشتہ آیات میں بیان فرمایا گیا اور وہ اس سخت اندھیرے میں اپنے نور کی روشنی میں پل صراط سے گذرنا شروع ہو جائیں گے تو اس وقت یہ منافقین بھی جن کے ساتھ اپنی کوئی روشنی نہ ہوگی مسلمانوں کے ساتھ ان کی روشنی میں پیچھے چلنا چاہیں گے لیکن مومن تو جلدا آگے بڑھ جائیں گے اس لئے ان کی روشنی منافقین سے دور ہوتی جائے گی تب وہ مسلمانوں سے ٹھہرنے کو کہیں گے اور پکاریں گے کہ میاں ذرا ٹھہرو۔ ہم کو اندھیرے میں پیچھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ تھوڑا انتظار کرو کہ ہم بھی تم سے مل جائیں اور تمہاری روشنی سے استفادہ کریں۔ آخر ہم دنیا میں تمہارے ساتھ ہی رہتے تھے اور ہمارا شمار بھی بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ اب اس مصیبت کے وقت ہم کو اندھیرے میں پڑے چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ کیا رفاقت کا حق یہی ہے تو ان کو جواب دیا جائے گا کہ پیچھے لوٹ کر روشنی تلاش کرو۔ اگر مل سکے تو وہاں سے لے آؤ۔ پیچھے سے وہ جگہ مراد ہے جہاں پل صراط پر چڑھنے سے پہلے نور تقسیم کیا گیا تھا۔ یہ سن کر منافق مرد اور عورتیں پیچھے ہٹیں گے اتنے میں ایک دیوار دونوں فریق کے درمیان حائل ہو جائے گی جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا اور اس دیوار کی کیفیت یہ ہوگی کہ اس کے اندرونی جانب تو رحمت ہوگی یعنی مومنین کی طرف والی جانب میں اور بیرونی جانب کی طرف یعنی منافقین کی طرف سخت عذاب ہوگا غرض جب ان منافقین میں اور اہل ایمان میں دیوار حائل ہو جائے گی اور یہ خود تاریکی میں رہ جاویں گے اور جب یہ منافقین مسلمانوں کو پکاریں گے اور دنیا میں اپنا ساتھ ہونا یاد دلائیں گے تو ان منافقین کو جواب دیا جائے گا وہ مسلمان کہیں گے کہ بے شک دنیا میں بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے اور زبان سے دعویٰ اسلام کا کرتے تھے لیکن اندرونی حال یہ تھا کہ لذات اور شہوات میں پڑ کر تم نے نفاق کا راستہ اختیار کیا اور اپنے نفس کو دھوکہ دے کر ہلاکت میں ڈالا۔ پھر توبہ نہ کی بلکہ راہ دیکھتے رہے کہ کب اسلام اور مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑتی ہے اور دین کے متعلق شکوک اور شبہات کی دلدل میں پھنسے رہے۔ یہی دھوکہ رہا کہ آگے ان منافقانہ چالوں کا کچھ خمیازہ بھگتنا نہیں بلکہ یہ خیالات اور امیدیں پکالیں کہ چند روز میں اسلام اور مسلمانوں کا قصہ ختم ہو جائے گا آخر ہم ہی غالب ہوں گے۔ رہا آخرت کا قصہ سو وہاں بھی کسی نہ کسی طرح چھوٹ ہی جائیں گے۔ انہی خیالات میں مست تھے کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور موت نے آدبایا اور اس بڑے دغاباز شیطان نے تم کو دھوکہ میں رکھ کر ایسا بہکایا کہ اب تمہارے لئے چھٹکارے کی سبیل نہ رہی۔ اس لئے آج ہماری روشنی تمہارے کچھ کام نہ آئے گی اور نہ تم کچھ دے دلا کر جان چھڑا سکو گے۔ کافروں کا اور تمہارا اس بارہ میں ایک سا حال ہے اور تم سب کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہی ہمیشہ کے لئے تمہاری رفیق ہے اور وہ واقعی برا ٹھکانہ ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ جواب یا مومنین کا ہو یا حق تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔

میدان حشر میں پل صراط پار کرنے کے معاملے میں جس نور کا ذکر یہاں اور گذشتہ آیات میں ہوا اس میں کفار و مشرکین کا ذکر نہیں فرمایا گیا کیونکہ ان میں کفر و شرک کی وجہ سے نور کا کوئی احتمال ہی نہیں صرف مومنین اور منافقین کا ذکر فرمایا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ پل صراط کے ذریعہ جہنم کو پار کرنا یہ صرف مومنین کے لئے ہوگا۔ کفار و مشرکین پل صراط پر نہیں چڑھیں گے۔ وہ جہنم کے دروازوں کے راستہ جہنم میں پہنچا دیئے جائیں گے اور مومنین چڑھیں گے۔ مومنین پل صراط کے راستہ سے گذریں گے۔ پھر گناہ گار مسلم جن کے لئے ان کے بداعمالی کی سزا میں کچھ وقت تک جہنم میں رہنا ہے وہ اس پل پر سے گر کر جہنم میں جا پہنچیں گے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ امن و سلامتی کے ساتھ تیز رفتاری سے پل صراط پار کرنا ہمیں نصیب فرمائیں۔ رہے منافقین جو ابتداء حشر میں مومنین کے ساتھ ہوں گے مگر جب مومنین پل صراط پر چڑھ جائیں گے تو منافقین اندھیرے میں گرفتار ہو کر

مومنین سے فریاد کریں گے مگر پل صراط کے سرے پر ایک دیوار قائم کر دی جائے گی اور اسی اثناء میں آگ کے شعلے ان کو گھیر کر جہنم کے سب سے نیچے کے درجہ میں پہنچا دیں گے (العیاذ باللہ)

ان آیات کے تحت حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ اصل منافقین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے ان کو تو شروع ہی سے کفار کی طرح کوئی نور نہ ملے گا (جن کے متعلق سورہ توبہ دسویں پارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی تھی **ولا تصل علیٰ احد منهم مات ابدا ولا تقم علیٰ قبره انهم كفروا بالله ورسوله وما توا وهم فاسقون** ان میں کوئی مر جائے تو آپ کبھی اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور فسق کی حالت میں مرے ہیں۔ مگر وہ منافقین جو اس امت میں بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں گے جن کو منافقین کا نام تو اس لئے نہیں دیا جا سکے گا کہ وحی کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا اور کسی کے بارہ میں بغیر وحی قطعی کے یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ دل سے مومن نہیں صرف زبان کا ظاہری اقرار ہے اس لئے امت میں اب کسی کو یہ حق نہیں کہ کسی کو قطعی منافق ٹھہرائے لیکن اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ کس کے دل میں ایمان ہے کس کے دل میں نہیں تو ان میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں منافق ہیں گو ظاہر میں ان کی منافقت نہیں کھلی ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا کہ شروع میں ان کو بھی کچھ نور دے دیا جائے گا مگر بعد میں سلب کر لیا جائے گا۔ اس قسم کے منافقین امت کے وہ لوگ ہیں جو قرآن و حدیث میں تحریف کر کے ان کے معانی کو بگاڑتے اور اپنے مطلب کے موافق بناتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے نفاق سے اور منافقین کی خصلتوں سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔ آمین۔

الغرض پہلے گذشتہ آیات میں اہل ایمان کا ذکر ہوا تھا۔ یہاں ان آیات میں منافقین کا ذکر ہوا۔ اب آگے ان مسلمانوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو طاعات ضروریہ میں نہیں لگتے اور باوجود اسلام کے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں ان کو نصیحت فرمائی جاتی ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی اسلام اور سچا ایمان نصیب فرماویں۔ اور ہر طرح کی منافقانہ خصلت و عادت سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیں اور شیطان کے دھوکہ سے ہمیں بچاویں۔

یا اللہ ہمیں آخرت کی فکر اس دنیا میں نصیب فرما اور وہاں کا سامان آج اس زندگی میں جمع کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ مومنین مخلصین کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرمائے اور ان کے ساتھ ہمیں اپنی جنت کی نعمتیں عطا فرمائے اور ہر طرح کے عذاب آخرت سے محفوظ رکھیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

16 اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا

کیاایمان والوں کیلئے اس بات کاوقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے سامنے اور جودین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جاویں، اوراُن لوگوں کی طرح

كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ

نہ ہوجاویں جن کو ان سے قبل کتاب ملی تھی پھر اُن پر ایک زمانہ دراز گذر گیا پھر ان کے دل سخت ہوگئے، اور بہت سے آدمی ان میں کافر ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

یہ بات جان لوکہ اللہ تعالیٰ زمین کواس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ کردیتا ہے، ہم نے تم سے نظائر بیان کردیئے ہیں تاکہ تم سمجھو۔

اَلَمْ يَاْنِ کیانزدیک (وقت) نہیں آیا	لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اُن لوگوں کیلئے جوایمان لائے (مومن)	اَنْ کہ	تَخْشَعَ جھک جائیں	قُلُوْبُهُمْ ان کے دل		
لِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ کی یاد کیلئے	وَمَا نَزَلَ اور جو نازل ہوا	مِنَ سے	الْحَقِّ حق	وَلَا يَكُوْنُوْا اور وہ نہ ہوجائیں	كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرح	
اُوْتُوا الْكِتٰبَ جنہیں کتاب دی گئی	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	فَطَالَ تو دراز ہوگئی	عَلَيْهِمُ ان پر	الْاَمَدُ مدت	فَقَسَتْ پھر سخت ہوگئے	قُلُوْبُهُمْ ان کے دل
وَكَثِيْرٌ اور اکثر	مِّنْهُمْ ان میں سے	فٰسِقُوْنَ (جمع) فاسق (نافرمان)	اِعْلَمُوْٓا تم جان لو	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ	يُحْيِ زندہ کرتا ہے	الْاَرْضَ زمین
بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مرنے کے بعد	قَدْ بَيَّنَّا تحقیق ہم نے بیان کردی	لَكُمُ تمہارے لئے	الْاٰيٰتِ نشانیاں	لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَعْقِلُوْنَ سمجھو	

تفسیر وتشریح: آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیا مومنوں کے لئے اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر خدا' وعظ ونصیحت' آیات قرآنی' اور احادیث نبوی سن کران کے دل موم ہوجائیں دین کی باتیں سنیں احکام بجالائیں اورممنوعات سے پرہیز کریں۔ یعنی مسلمان کودل سے عزم کر لینا چاہئے۔ کہ طاعات ضروریہ کا پابند ہو اور معاصی کو ترک کردے اللہ کے سامنے عاجزی سے جھکے اوردین حق کی سچی باتوں کودل سے مانے۔ آگے نصیحت فرمائی جاتی ہے کہ اے مسلمانو! تم کو ان پہلے لوگوں یعنی یہودونصاریٰ کی طرح نہ ہونا چاہیئے کہ جن کے پاس اللہ کے رسول کتاب لے کرآئے اوران کواچھی اچھی باتیں تعلیم کیں لیکن انہوں نے کتاب اللہ کو بدل دیا۔ تھوڑے تھوڑے مول پراسے فروخت کردیا۔ یہ کتاب اللہ کوپس پشت ڈال کررائے اور قیاس کے پیچھے پڑگئے اوراز خودایجاد کردہ اقوال کو ماننے لگے۔ اپنے علما کی بے سند باتیں دین میں داخل کردیں تو پھران بداعمالیوں کی سزامیں خدانے انکے دل سخت کردیئے۔ کوئی وعظ و نصیحت ان پراثر نہیں کرتا۔ کوئی وعدہ ووعید ان کے دل خدا کی طرف رجوع نہیں کرتے بلکہ ان میں کے اکثر وبیشتر فاسق اور کھلے بدکار بن گئے۔ اے مسلمانو دیکھوتم ایسانہ کرنا۔ معصیت احیاناً ہوجائے تو جلدی توبہ کرلینا چاہئے کیونکہ بعض اوقات توبہ میں دیر کرنے سے پھرتوبہ کی توفیق نہیں رہتی اور بعض وقت کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ آگے مزید نصیحت کی جاتی ہے کہ اگر تم لوگوں کے دلوں میں معاصی سے کوئی خرابی کم وبیش پیدا ہوگئی ہوتو یہ وہم دل میں نہ لاؤ کہ اب توبہ سے کیا اصلاح ہوگی بلکہ یہ یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی شان ہے کہ جس طرح وہ مردہ زمین کو دوبارہ تروتازہ اور جاندار کردیتا ہے۔ اسی طرح توبہ کرنے پراپنی رحمت سے قلب مردہ کوزندہ اوردرست کردیتا ہے پس مسلمان کیلئے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں سچی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ پھراسکے قلب میں روح حیاۃ پھونک دے گا بس شرط یہی ہے کہ ہو سچی توبہ۔

اب ان آیات میں کئی باتیں قابل غور ہیں:۔

(۱) معلوم ہوا کہ ایمان وہ اللہ تعالیٰ کومطلوب ہے جوکامل ہو یعنی اس میں اقرار کے ساتھ تصدیق بھی ہواوراعمال صالحہ بھی ہوں۔ اور جو بشارات آخرت قرآن وحدیث میں دی گئی ہیں وہ مومنین کاملین ہی کے لئے دی گئی ہیں۔ (۲) ایمان ناقص رکھنے والے مومنین کو

ہدایت اور نصیحت کی جا رہی ہے اور ترغیب دی جا رہی ہے کہ ترک معاصی اور طاعت ضروریہ کی پابندی کا عزم دل سے کرلیں اور اس توبہ اور رجوع میں جلدی کریں ورنہ بعض اوقات رفتہ رفتہ توفیق ہی جاتی رہتی ہے اور بعض حالات میں العیاذ باللہ نوبت کفر تک پہنچتی ہے۔ (۳) یہود و نصاریٰ کا اتباع نہ ہو کہ ان میں بے دینی اور کفر اپنی آسمانی کتاب کی ہدایات سے غفلت اور معاصی کے انہماک ہی کی وجہ سے آیا۔ (۴) غفلت پر قائم رہنے سے دل سخت ہو جاتا ہے کہ پھر نصیحت اثر نہیں کرتی اور پھر نوبت کفر تک پہنچ سکتی ہے۔ (۵) کثرت معاصی سے قلوب مردہ ہو جاتے ہیں۔ پھر خیر و شر۔ نیکی و بدی۔ ہدایت وضلالت کی حس باقی نہیں رہتی۔ (۶) مسلمان کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے سچی توبہ کرنے میں مومن کو دیر نہ کرنی چاہئے۔ توبہ میں ٹال مٹول اور غفلت میں پڑا رہنا مسلمان کے لئے ہرگز مناسب نہیں۔ (۷) سچی توبہ سے قلب درست اور پھر زندہ ہو جاتا ہے۔

اب غور کیجئے کہ کیسے دلکش عنوان سے حق تعالیٰ نصیحت فرما رہے ہیں مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ نہ معلوم غفلت کی کیسی کائی ہمارے دلوں پر جمی ہوئی ہے۔ کہ بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جن کے متعلق ہم اکثر قرآن وحدیث کے احکام سنتے رہتے ہیں اور علمائے کرام بھی ان سے آگاہ کرتے رہتے ہیں مگر ہم ان گناہوں کو چھوڑنے اور ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اور ان سے توبہ کرنے میں غفلت اور لاپرواہی سے کام لیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب ہمارے غفلت زدہ دلوں پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتوں کا اثر نہ ہو تو غریب علماء تو کس شمار میں ہیں کہ ان کے وعظ ونصیحت سے ہم گناہوں سے کنارہ کش ہو جائیں۔

بہر حال اس تنبیہ کا ماحصل جو ان آیات میں فرمایا گیا یہی ہے کہ مومنین کو مکمل اطاعت اور عمل صالح کے لئے مستعد رہنا چاہئے۔ اب ان آیات میں ارشاد خداوندی کے جواب میں کہ کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے سامنے جھک جائیں۔ ہم دل سے اقرار کریں کہ اے خداوند قدوس ہم نے آپ کی نصیحت سن لی اور ہمارے دل آپ کی نصیحت کے سامنے جھک گئے اب اپنے کرم سے آپ ہی ہم کو اپنا مطیع بندہ بننے اور دین پر مستقیم رہنے کی سعادت اور توفیق عطا فرمائیں۔

الغرض شروع سورۃ میں توحید اور کمالات وصفات الٰہیہ بیان کرنے کے بعد دو باتوں کا حکم دیا گیا تھا ایک تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا اور دوسرے انفاق فی سبیل اللہ کا یعنی اللہ کے رستہ میں مال خرچ کرنے کا۔ اور ایسے ہی مومنین کو آخرت میں نور اور روشنی حاصل ہونے اور جنت ملنے کی بشارت دی گئی تھی اور ان دونوں امور کی کئی طرح سے ترغیب دی گئی تھی۔ ان میں جو کمی اور نقص ہو سکتا تھا اس کی خرابی بھی منافقین اور غافل مسلمین کی حالت بیان کر کے ترغیب ونصیحت کی گئی۔ اور تکمیل ایمان کی ہدایت فرمائی گئی۔ اب آگے پھر انہی دو امور یعنی کمال ایمان اور انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور انجام اور اس کے خلاف پر وعید سنائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارے قلوب کو غفلت وقساوت سے محفوظ فرمایئے اور ہمارے مُردہ قلوب کو اپنے نور ہدایت سے زندہ رکھیئے۔

یا اللہ گذشتہ میں جو ہم سے تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ندامت اور توبہ کی توفیق عطا فرما کر ہماری توبہ کو قبول فرما لیجئے۔ اور آئندہ ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ہر طرح کے ظاہری اور باطنی فتنوں سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ اور ہمیں ایمان کامل اور اسلام صادق کے ساتھ اس جہان سے کوچ کرنا نصیب فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾

بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور یہ اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں وہ صدقہ ان کیلئے بڑھادیا جاوے گا اور ان کیلئے اجر پسندیدہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کیلئے

اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾

ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہمارا آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔

اِنَّ بیشک	اَلْمُصَّدِّقِيْنَ خیرات کرنے والے مرد	وَالْمُصَّدِّقٰتِ اور خیرات کرنے والی عورتیں	وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ اور جنہوں نے قرض دیا اللہ				
قَرْضًا قرض	حَسَنًا حسن (اچھا)	يُّضٰعَفُ وہ دو چند کر دیا جائے گا	لَهُمْ ان کیلئے	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	اَجْرٌ اجر	كَرِيْمٌ بڑا عمدہ	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ
اٰمَنُوْا ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسول (جمع)	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	هُمْ وہی	الصِّدِّيْقُوْنَ (جمع) صدیق		
وَالشُّهَدَآءُ اور (جمع) شہید	عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے نزدیک	لَهُمْ ان کیلئے	اَجْرُهُمْ ان کا اجر	وَ اور	نُوْرُهُمْ ان کا نور	وَالَّذِيْنَ اور جنہوں نے	
كَفَرُوْا کفر کیا	وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَآ ہماری آیتوں کو	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ دوزخ والے			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اہل ایمان میں سے صدقہ دینے والے مرد ہوں یا عورتیں ہوں وہ حقیقت میں اللہ جل شانہ کو قرض دیتے ہیں اس لئے کہ یہ بھی قرض کی طرح ہے کہ صدقہ دینے والوں کو واپس ملتا ہے اور یہ بہت زیادہ معاوضہ اور بدلہ لے کر ایسے وقت میں واپس ہوگا جو وقت صدقہ کرنے والے کی سخت حاجت اور سخت ضرورت اور سخت مجبوری کا ہوگا۔ دنیاوی ضرورتوں کے واسطے تھوڑا تھوڑا آدمی جمع کر کے رکھتا ہے کہ فلاں ضرورت کا وقت آ رہا ہے۔ اولاد کی شادی کرنی ہے یا فلاں سفر اختیار کرنا ہے۔ اس کے لئے ہر وقت فکر میں لگا رہتا ہے کہ جو گنجائش ملے جمع کر کے رکھے تاکہ ضرورت کے وقت دقت نہ ہو۔ آخرت کا وقت تو ایسی سخت حاجت اور ضرورت کا ہے کہ اس وقت نہ کسی سے کچھ خریدا جا سکتا ہے۔ نہ قرض لیا جا سکتا ہے۔ نہ بھیک مانگی جا سکتی ہے ایسے اہم اور کٹھن وقت کے واسطے تو جتنا بھی زیادہ سے زیادہ ممکن ہو جمع کرتے رہنا نہایت ہی دور اندیشی اور کارآمد بات ہے۔ تھوڑا تھوڑا جمع کرتے رہنا تو یہاں دنیا میں معلوم بھی نہ ہوگا اور آخرت میں پہاڑوں کے برابر ملے گا۔ ایک بات یہاں یہ بھی سمجھ لی جائے کہ صدقہ کے لئے مال ہی دینا ضروری نہیں ہے اور صدقہ اسی میں منحصر نہیں بلکہ جو بھلائی کسی کے ساتھ کی جائے یا جو نیکی اللہ کو خوش کرنے کے لئے کی جائے وہ ثواب کے اعتبار سے صدقہ ہے جیسا کہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت فرمائی ہے ایک روایت میں ہے کہ آدمی کے اندر ۳۶۰ جوڑ ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے روزانہ ایک صدقہ کیا کرے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی طاقت کس کو ہے؟ کہ ۳۶۰ صدقہ روزانہ کیا کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں تھوک پڑا ہو اس کو ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز پڑی ہو اس کو ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے اور کچھ نہ ملے تو چاشت کی دو رکعت نفل سب کے قائم مقام ہو جاتی ہے اس لئے

کہ نماز میں ہر جوڑ کو اللہ کی عبادت میں حرکت کرنا پڑتی ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو آدمی پر ہر جوڑ کے بدلے میں ایک صدقہ ہے دو آدمیوں کے درمیان انصاف کر دو یہ بھی صدقہ ہے کسی شخص کی سواری پر سوار ہونے میں مدد کر دو یہ بھی صدقہ ہے۔اس کا سامان اٹھا کر دیدو یہ بھی صدقہ ہے۔کلمہ طیبہ یعنی لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی صدقہ ہے۔ ہر وہ قدم جو نماز کے لئے چلے صدقہ ہے کسی کو راستہ بتا دو یہ بھی صدقہ ہے راستہ سے تکلیف دینے والی چیز ہٹا دو یہ بھی صدقہ ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ روزانہ آدمی کے ہر جوڑ کے بدلہ میں اس پر صدقہ ضروری ہے۔ ہر نماز صدقہ ہے ہر روزہ صدقہ ہے۔ حج صدقہ ہے۔سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے۔الحمد للہ کہنا صدقہ ہے۔ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی راستہ میں مل جائے اس کو سلام کرنا بھی صدقہ ہے۔نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے۔برائی سے منع کرنا صدقہ ہے اور بھی اس قسم کی متعدد روایات وارد ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بھلائی ۔ ہر نیکی ۔ ہر احسان صدقہ ہے بشرطیکہ اللہ کے واسطے ہو یعنی مقصد اس بھلائی اور نیکی کے عمل سے اللہ پاک کو خوش اور راضی کرنا مقصود ہو۔تو یہاں مصدقین اور مصدقات یعنی صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتوں کی فضیلت بیان کی گئی کہ اللہ کو خوش کرنے اور خدا کی مرضی کی جستجو میں جو لوگ اپنے حلال مال نیک نیتی سے راہ خدا میں صدقہ دیتے ہیں ان کے بدلہ بہت کچھ بڑھا چڑھا کر خدا تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا۔ آگے ایمان کامل کی فضیلت میں بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں جس کا مطلوب ہونا اوپر ظاہر کیا جا چکا ہے تو ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں یعنی یہ مراتب کمال۔ ایمان کامل ہی کی بدولت نصیب ہوتے ہیں۔ آخرت میں ان سچے ایمانداروں کو اپنے اپنے عمل اور درجہ ایمان کے موافق اجر و ثواب اور نور عطا ہوگا۔ یہاں آیت میں لفظ صدیق اس معنیٰ میں ہے جس معنیٰ میں اردو میں ''ولی'' بولتے ہیں لفظی معنیٰ صدیق کے اس شخص کے ہیں جو بڑی کثرت سے صدق سے کام لیتا ہو یا جو اپنی زبان سے ۔قلب سے۔عمل سے سب سے تصدیق کرتا ہو۔شہدا۔شہید کی جمع یہاں لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے یعنی حق کے گواہ۔ باقی اگر شہید سے یہاں مراد اصطلاحی شہید یا قتیل فی سبیل اللہ ہو جیسا کہ بعض اکابر مفسرین کا قول ہے تو پھر یہ معنیٰ کئے جائیں گے کہ مومن کامل اپنی جان اور مال دونوں کو اپنی جگہ پر اللہ کی راہ میں وقف اور خدمت دین کے نذر کر ہی دیتا ہے رہا یہ کہ اس کے بعد بھی جان گئی یا رہی تو یہ تو اس کے اختیار کی چیز نہیں۔ آگے ان کامل الایمان لوگوں کے مقابلہ اور ضد میں کفر و انکار و تکذیب کرنے والوں کا حال بتلایا جاتا ہے کہ یہ لوگ اصحاب الجحیم یعنی جہنمی اور دوزخی ہیں۔

اب آخرت کے ثواب و عقاب کے ذکر کے بعد آگے آخرت کا واجب الاہتمام اور باقی ہونا اور دنیا کہ جو مانع ہوتی ہے اہتمام آخرت سے اس کا ناقابل التفات اور فانی ہونا ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے مصدقین بندوں میں شامل فرما دیں اور اس زندگی میں صدقہ ۔ بھلائی۔ نیکی اور احسان کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جو صدقہ اور نیکی و بھلائی اللہ کی توفیق سے ہو جائے اس کو اپنے کرم سے قبول فرمالیں آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ

تم خوب جان لو کہ دنیوی حیات محض لہو ولعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے

وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ

جیسے مینہ ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاری کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے،

وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ

اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضا مندی ہے اور دنیوی زندگانی محض دھوکہ کا اسباب ہے۔

الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ

تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کے وسعت کی برابر ہے

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہیں عنایت کریں، اور اللہ بڑے فضل والا ہے

اِعْلَمُوْٓا تم جان لو	اَنَّمَا اس کے سوا نہیں	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	لَعِبٌ کھیل	وَّلَهْوٌ اور کود	وَّزِيْنَةٌ اور زینت	وَّتَفَاخُرٌ اور فخر کرنا
بَيْنَكُمْ باہم	وَتَكَاثُرٌ اور کثرت کی خواہش	فِي الْاَمْوَالِ مالوں میں	وَالْاَوْلَادِ اور اولاد	كَمَثَلِ غَيْثٍ بارش کی طرح	اَعْجَبَ بھلی لگی	
الْكُفَّارَ کاشتکار	نَبَاتُهٗ اسکی پیداوار	ثُمَّ يَهِيْجُ پھر وہ زور پکڑتی ہے	فَتَرٰىهُ سو تو اس کو دیکھتا ہے	مُصْفَرًّا زرد	ثُمَّ پھر	يَكُوْنُ وہ ہو جاتی ہے
حُطَامًا چورا چورا	وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں	عَذَابٌ شَدِيْدٌ سخت عذاب	وَّمَغْفِرَةٌ اور مغفرت	مِّنَ سے	اللّٰهِ اللہ	وَرِضْوَانٌ اور رضا مندی
وَمَا اور نہیں	الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ دنیا کی زندگی	اِلَّا مگر۔صرف	مَتَاعُ الْغُرُوْرِ دھوکے کا سامان	سَابِقُوْٓا تم دوڑو	اِلٰى طرف	مَغْفِرَةٍ مغفرت
مِّنْ رَّبِّكُمْ اپنے رب کی طرف سے	وَجَنَّةٍ اور جنت	عَرْضُهَا اسکی چوڑائی (وسعت)	كَعَرْضِ السَّمَآءِ جیسی آسمان کی چوڑائی وسعت			
وَالْاَرْضِ اور زمین	اُعِدَّتْ وہ تیار کی گئی	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں	ذٰلِكَ یہ
فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل	يُؤْتِيْهِ وہ اسکو دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہے	وَاللّٰهُ اور اللہ	ذُو الْفَضْلِ فضل والا	الْعَظِيْمِ بڑے	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں دنیا اور اس کی زندگی کا نقشہ پیش کر کے آخرت کے مقابلہ میں اس دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کو ظاہر فرمایا گیا اور سمجھایا گیا کہ دنیا کی زندگی محض چند روز کی بہار اور ایک متاع غرور ہے۔ یہاں کا کھیل کود یہاں کی آرائش وزیبائش۔ یہاں کی بڑائیوں پر فخر' یہاں کے مال ودولت کے کثرت کی فکر یہ سب کچھ فانی اور ناپائیدار ہے۔ اس دنیا کی مثال اس کھیتی کی سی ہے جو پہلے سرسبز ہوتی ہے۔ پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آخر کار کاٹ کر چورا چورا ہو جاتی ہے تو دنیا کی زندگی بھی ایسی ہی ناپائیدار ہے اور اس کے مقابلہ میں آخرت کی زندگی دائمی اور ابدی ہے اور اس کے لئے سعی وکوشش کرنی چاہئے۔ چنانچہ ان آیات میں یہی بتلایا جاتا ہے کہ دنیا کی زندگی کی حقیقت سن لو۔ کھیل کود۔ تماشا۔ بناؤ سنگھار۔ آپس

میں ایک دوسرے پر فوقیت جتانا۔ ہر ایک کا اس کوشش میں لگے رہنا کہ کس طرح میرے پاس سب سے زیادہ مال و دولت جمع ہو جائے اور اولاد کی بھی کثرت ہو تا کہ میں اوروں سے ہر بات میں زیادہ رہوں یعنی اہل دنیا عمر کے ہر دور میں انہی کے الٹ پھیر میں رہتے ہیں۔ بچپن کا زمانہ کھیل کود کی نظر ہو جاتا ہے جوانی آئی تو حسن و عشق کے جھمیلے میں پڑ گئے یا تجارت و ملازمت وغیرہ زرکشی کے پیشوں میں لگ گئے۔ بڑھاپا آیا تو مال و اولاد کی فکر کہ میرے پیچھے گھر بنا رہے اور اولاد آسودگی سے بسر کرے۔ بس یہ اہل دنیا کی زندگی کی کائنات ہے اب آپ اس قرآنی بیان کو سامنے رکھئے اور دنیا داروں کی زندگی کو دیکھ لیجئے خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں۔ یا روسی و امریکی ہوں۔ یا چینی و جاپانی ہوں۔ ان ساری آخرت فراموش دنیا پرست قوموں اور حکومتوں کا مقصد زندگی سوائے لہو لعب و زینت تفاخر اور تکاثر فی المال والاولاد کے سوا اور کیا ہے؟ مگر آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب ٹھاٹھ سامان فانی زوال پذیر ہیں جیسے کھیتی کی رونق اور بہار چندروزہ ہوتی ہے۔ پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آدمی اور جانور اس کو روند کر چورا چورا کر دیتے ہیں۔ اس کی شادابی اور خوبصورتی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ یہی حال دنیا کی زندگانی اور اس کے ساز و سامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور دھوکے کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا یعنی ایمان اور عمل صالح۔ جو شخص دنیا سے یہ کما کر لے گیا۔ سمجھو بیڑا پار ہے۔ آخرت میں اس کے لئے خدائے ذوالجلال کی خوشنودی و رضا مندی ہے اور جو دولت ایمان سے تہی دست رہا اور کفر و عصیان کا بوجھ لے کر پہنچا اس کے لئے سخت عذاب ہے اور جس نے ایمان کے باوجود اعمال صالحہ میں کوتاہی کی اور گناہوں میں جری رہا تو اس کے لئے جلد یا بدیر۔ چھوٹی یا موٹی سزا اٹھا کر معافی ہے پھر آگے حکم ہوتا ہے کہ موت سے پہلے زندگی میں وہ سامان کر لو جس سے آخرت میں کوتاہیاں معاف ہوں۔ اللہ کی مغفرت نصیب ہو اور جنت کی لازوال نعمتیں حاصل ہوں۔

یہاں جو سابقوآ الیٰ مغفرة من ربکم فرمایا یعنی مسابقت کرو اپنے رب کی مغفرت کی طرف۔ تو مسابقت کرنے سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ صحت و تندرستی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ نیک اعمال میں سستی اور ٹال مٹول نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بیماری یا عذر آ کر تمہیں کسی کام کے لائق نہ چھوڑے۔ یا موت ہی آ جائے تو حاصل مسابقت کا یہی ہوا کہ کمزوری' بیماری وغیرہ آنے سے پہلے پہلے ایسے اعمال کا ذخیرہ کرو جو جنت تک پہنچانے کا ذریعہ بن سکیں۔ اور مسابقت کے معنیٰ یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ نیک اعمال میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو جیسا کہ حضرت علیؓ نے اپنی نصائح میں فرمایا کہ تم مسجد میں سب سے پہلے جانے والے اور سب سے اخیر میں نکلنے والے بنو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جہاد کی صفوف میں سے پہلی صف میں رہنے کے لئے بڑھو۔ اور حضرت انسؓ نے فرمایا کہ جماعت نماز میں پہلی تکبیر میں حاضر رہنے کی کوشش کرو۔ (معارف القرآن)

آگے جنت کی وسعت کا حال بتلایا جاتا ہے کہ آسمان اور زمین دونوں کو اگر ملا کر رکھا جائے تو اس کے برابر جنت کا عرض ہو گا۔

سورہ آل عمران چوتھے پارہ میں بھی جنت کی وسعت کے مضمون کی یہ آیت آ چکی ہے۔ وسارعوآ الیٰ مغفرة من ربکم وجنة عرضها السمٰوٰت والارض اعدت

للمتقین o یعنی اپنے پروردگار کی بخشش اور جنت کی طرف دوڑو اور وہ جنت ایسی وسیع ہے جیسے سب آسمان اور زمین اور وہ تیار کی گئی ہے متقین یعنی خدا سے ڈرنے والوں کے لئے اس آیت سے معلوم ہوا کہ ساتوں آسمان اور زمین کی وسعت کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو وہ جنت کا عرض یعنی چوڑائی ہوگی اور جب اتنا عرض ہوگا تو طول کتنا ہوگا؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانے۔ ایسی وسیع جنت ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ آگے یہ بھی بتلا دیا کہ بے شک ایمان وعمل صالحہ حصول جنت کے اسباب ہیں لیکن حقیقت میں جنت ملتی ہے اللہ کے فضل سے۔ اس کا فضل نہ ہو تو سزا سے چھوٹنا ہی مشکل ہے جنت ملنے کا تو کیا ذکر۔ گویا اس میں یہ اشارہ ہے کہ اپنے اعمال پر کوئی نازاں اور مغرور نہ ہو اور اپنے اعمال پر استحقاق جنت کا مدعی نہ ہو۔ بزرگان دین نے لکھا ہے کہ انسان کے عمر بھر کے اعمال تو ان نعمتوں کا بدلہ بھی نہیں ہو سکتے جو دنیا میں اس کو مل چکی ہیں تو ہمارے یہ اعمال جنت کی دائمی ابدی اور لازوال نعمتوں کی قیمت کیا بن سکتے ہیں۔ جنت میں جو بھی داخل ہوگا وہ اللہ کے فضل واحسان ہی سے داخل ہوگا۔

اب یہاں غور کیجئے اللہ تعالیٰ تو فرماویں کہ تم اپنے پروردگار کی جنت کی طرف دوڑو یعنی اس کے حصول کی حد درجہ کوشش کرو۔

اب دنیا کی دو حالتیں ہیں ایک مسرت اور ایک مضرت اور یہ دونوں حالتیں مختلف صورتوں سے حصول آخرت میں مانع اور رکاوٹ بنتی ہیں۔ یہاں ان آیات میں مسرت یعنی لہو ولعب' زینت وتفاخر وتکاثر کا ذکر فرمایا گیا۔ آگے مصیبت ومضرت کا ذکر ہے کہ اس کو بھی تقدیر الٰہی سمجھ کر مانع آخرت نہ بنانا چاہئے جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور جس دنیا کی قرآن اور حدیث نے مذمت فرمائی ہے اس دنیا سے اللہ تعالیٰ ہمیں بچائیں۔ اس دنیوی زندگی میں یا اللہ ہمیں ان عقائد اور اعمال کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جو آخرت میں آپ کی مغفرت اور رضا مندی ہمیں نصیب ہو اور آپ کی رضا کے مقام جنت میں ہمارا دائمی اور ابدی ٹھکانہ ہو جائے۔

اے اللہ اے مولائے کریم آپ اپنے فضل عظیم کو ہمارے لئے مقدر فرما دیں اور دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں آپ کا فضل عظیم ہمارے شامل حال ہو اور اس فانی دنیا میں باقی اور دائمی آخرت سنوارنے اور بنانے کی توفیق ہم کو نصیب ہو جائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہیں قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں،

نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے۔ تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج نہ کرو اور تاکہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں، اور اللہ تعالیٰ

لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔ جو ایسے ہیں کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں، اور جو شخص اعراض کرے گا

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾

تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں سزاوار حمد ہیں۔

مَآ اَصَابَ نہیں پہنچتی	مِنْ مُّصِيْبَةٍ کوئی مصیبت	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں میں	اِلَّا مگر	
فِيْ كِتٰبٍ کتاب میں	مِّنْ قَبْلِ اس سے قبل	اَنْ نَّبْرَاَهَا کہ ہم پیدا کریں اس کو	اِنَّ بیشک	ذٰلِكَ یہ	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	يَسِيْرٌ آسان
لِّكَيْلَا تَاْسَوْا تاکہ تم غم نہ کھاؤ	عَلٰي پر	مَا فَاتَكُمْ جو تم سے جاتی رہے	وَلَا تَفْرَحُوْا اور نہ تم خوش ہو	بِمَآ اٰتٰىكُمْ اس پر جو اس نے تمہیں دیا	وَاللّٰهُ اور اللہ	
لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتا	كُلَّ ہر ایک (کسی)	مُخْتَالٍ اترانے والا	فَخُوْرِ فخر کرنے والا	الَّذِيْنَ جو لوگ	يَبْخَلُوْنَ بخل کرتے ہیں	وَيَاْمُرُوْنَ اور حکم (ترغیب) دیتے ہیں
النَّاسَ لوگ	بِالْبُخْلِ بخل کا	وَمَنْ اور جو	يَّتَوَلَّ منہ پھیر	فَاِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ	هُوَ الْغَنِيُّ وہ بے نیاز	الْحَمِيْدُ سزاوار حمد

تفسیر و تشریح: ان آیات میں سمجھایا جاتا ہے کہ دنیا میں راحت و مصیبت جو بھی آتی ہے وہ تقدیر الٰہی اور اللہ کے پہلے سے لکھے ہوئے فیصلے کے مطابق آتی ہے۔ لہٰذا مومن کی حالت یہ ہونا چاہئے کہ مصیبت یا تکلیف آئے تو بھی گھبرا کر ہمت نہ ہار بیٹھے اور احکام الٰہیہ کے خلاف کوئی کام یا کوئی بات کر کے اپنی آخرت کا نقصان نہ کر لے اور اگر حکم الٰہی سے راحت آئے تو اترا نہ جائے اور فخر و غرور نہ کرنے لگے بلکہ اُس نعمت و راحت کو اللہ کا عطیہ سمجھے اور اللہ کی طرف سے جانے۔ بڑائی اور شیخی نہ مارے اور نہ اُس نعمت کو نعمت دینے والے خدا کے کام میں خرچ کرنے سے تنگدل ہو یا بخیلی برتے اور اس طرح اپنی آخرت کا نقصان کرے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو کوئی مصیبت زمین پر آتی ہے جیسا کہ قحط۔ وبا۔ طوفان۔ زلزلہ۔ بدامنی۔ خونریزی وغیرہ وغیرہ یا خود کوئی مصیبت انسانوں کی ذات پر پڑتی ہے جیسے مرض۔ تنگدستی۔ اولاد و احباب کا مرنا۔ بے عزتی۔ ذلت و ناکامی وغیرہ کا ہونا تو یہ مصیبت تم پر یا زمین پر آنے سے پہلے اللہ کے دفتر قضا و قدر میں لکھی ہوئی ہوتی ہے چنانچہ مسلم شریف کی ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوقات کی تقدیریں لکھ دی ہیں۔ یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ اس آیت میں اور حدیث شریف میں جو اللہ تعالیٰ کے تقدیر لکھنے کا ذکر فرمایا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ تو ہے نہیں کہ جس طرح ہم انسان ہاتھ میں قلم لے کر کاغذ یا تختی پر کچھ لکھ لیتے ہیں ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے لکھا ہو۔ ایسا خیال کرنا اللہ تعالیٰ کی شان اقدس سے ناواقفی ہے دراصل اللہ تعالیٰ کے افعال و صفات کی حقیقت اور کیفیت کے ادراک سے ہم قاصر ہیں اور چونکہ اس کے لئے الگ کوئی زبان یا لغت نہیں ہے اس لئے ہم مجبوراً انہیں الفاظ سے اللہ تعالیٰ کے افعال و صفات کی تعبیر کرتے ہیں جو دراصل ہمارے افعال و صفات کے لئے وضع کئے گئے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے اور ہمارے افعال و صفات

کی حقیقت اور کیفیت میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ اس کی عالی ذات اور ہماری مجبور ذات میں فرق ہے۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں جس کتاب تقدیر کا ذکر کیا گیا ہے اس کی حقیقت اور نوعیت کیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی واقعہ ہے کہ عربی زبان میں کسی چیز کے طے کر دینے اور معین و مقرر کر دینے کو بھی کتابت سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں اسی معنیٰ کے اعتبار سے روزہ کی فرضیت کو کتب علیکم الصیام سے اور قصاص کے حکم کو کتب علیکم القصاص سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پس یہاں بھی اگر کتابت سے یہی مراد ہو تو مطلب حدیث شریف کا یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے تمام مخلوقات کی تقدیریں معین کیں اور جو کچھ ہونا ہے اس کو مقرر فرمایا۔ مسئلہ قضاء و قدر یعنی تقدیر پر ایمان لانا بھی ضروریات دین اور شرط ایمان میں سے ہے مگر قضا و قدر کا مسئلہ بلاشبہ مشکل اور نازک مسئلہ ہے لہذا مومن کو چاہئے کہ اگر یہ مسئلہ اس کی سمجھ میں نہ آئے تو بحث اور حجت نہ کرے بلکہ اپنے دل دماغ کو اس پر مطمئن کر لے کہ اللہ کے صادق و مصدوق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کو جس طرح بیان کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے۔ تقدیر کا مسئلہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کو نازک اور مشکل ہونا ہی چاہئے۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ اسی دنیا کے بہت سے معاملات اور بہت سے رازوں کو ہم میں سے بہت سے نہیں سمجھ سکتے پس جب اللہ کے سچے پیغمبر نے ایک حقیقت بیان فرمادی تو جن لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے ان کے لئے بھی ایمان لانے کے بعد صحیح طریق کار یہی ہے کہ وہ اس کے بارہ میں کوئی بحث اور کٹ حجتی نہ کریں بلکہ اپنی عقل و ذہن کی نارسائی کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر ایمان لائیں۔ مسئلہ تقدیر کی اہمیت کی بنا پر یہاں یہ ضروری باتیں عرض کر دی گئی ہیں۔ الغرض یہاں فرمایا گیا کہ کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص انسانوں کی جانوں میں مگر وہ سب ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں اُسی کے موافق دنیا میں ظہور ہو کر رہے گا۔ ایک ذرہ بھر کم و بیش یا پس و پیش نہیں ہوسکتا۔ اور ایسا کرنا کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے اس لئے اپنے علم محیط کے موافق تمام واقعات و حوادث کو قبل از وقوع کتاب یعنی لوح محفوظ میں درج کر دینا اس کے لئے کیا مشکل ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ اس حقیقت پر اس لئے مطلع کر دیا کہ تم خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ جو بھلائی تمہارے لئے مقدر ہے ضرور پہنچ کر رہے گی اور جو مقدر نہیں وہ کبھی ہاتھ نہیں آسکتی۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ٹھہر چکا ہے ویسا ہی ہو کر رہے گا لہٰذا جو فائدہ کی چیز ہاتھ نہ لگے اس پر غمگین اور مضطرب ہو کر پریشان نہ ہو اور جو قسمت سے ہاتھ لگ جائے اس پر اکڑ و اور اتراؤ نہیں بلکہ مصیبت اور ناکامی کے وقت صبر و تسلیم اور راحت و کامیابی کے وقت شکر اور تحمید سے کام ہو۔ یہاں آیت میں کسی چیز کے جاتے رہنے پر جو رنج نہ کرنے کا حکم ہے تو اس سے طبعی رنج مراد نہیں بلکہ وہ رنج و غم مراد ہے کہ جو حد سے زیادہ ہو جو طاعات الٰہیہ میں حائل ہو جائے اور اشتغال آخرت سے مانع ہو جائے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت یا مال و دولت عطا فرمادے تو اس پر اپنی بڑائی مارنا اور اترانا کہ میں بڑا مالدار ہوں۔ پیسہ والا ہوں یہ نہ چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسا شخص پسند نہیں جو اپنے مال و دولت پر اتراتا ہو اور لوگوں کے سامنے اپنی بڑائیاں مارتا ہو۔ ایسے ہی متکبر مالدار ہوتے ہیں جو خود بھی بخیل اور کنجوس ہوتے ہیں اور دوسروں سے بھی کہتے رہتے ہیں کہ پیسہ لٹانے کی چیز نہیں۔ اسے جوڑ کر جمع کر کے رکھو۔ آگے ارشاد ہے کہ ہم نے تو حکم دے دیا کہ پیسہ مال و دولت ہو۔ تو اللہ کی راہ میں جیسے اس نے بتایا خرچ کرو۔ اب اگر کوئی ہمارے حکم سے منہ موڑے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اللہ کو تو کسی چیز کی حاجت نہیں وہ تو بے نیاز اور بے پرواذات ہے اور تمام خوبیاں علی وجہ الکمال اس کی ذات میں جمع ہیں۔ تمہارے کسی فعل سے اس کی کسی خوبی میں اضافہ نہیں ہوتا جو کچھ نفع نقصان ہے تمہارا اپنا ہے۔ خرچ کرو گے فائدہ اٹھاؤ گے نہ کرو گے گھاٹے میں رہو گے نقصان اٹھاؤ گے۔

اب یہاں تک دنیا کا غیر مہتم بالشان ہونا اور آخرت کا مہتم بالشان ہونا ارشاد فرمایا گیا۔ آگے اسی آخرت کی درستگی اور اصلاح کے متعلق انبیاء اور رسولوں کو دنیا میں بھیجنا ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے کو نازل کیا تاکہ لوگ اعتدال پر قائم رہیں،

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ

اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے،

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾

اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا تحقیق ہم نے بھیجا	رُسُلَنَا اپنے رسولوں	بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ	وَاَنْزَلْنَا اور ہم نے اتاری	مَعَهُمُ ان کے ساتھ		
الْكِتٰبَ کتاب	وَالْمِيْزَانَ اور میزان (عدل)	لِيَقُوْمَ النَّاسُ تاکہ لوگ قائم رہیں	بِالْقِسْطِ انصاف پر	وَ اور	اَنْزَلْنَا ہم نے اتارا	الْحَدِيْدَ لوہا
فِيْهِ اس میں	بَاْسٌ شَدِيْدٌ لڑائی (خطرہ) سخت	وَمَنَافِعُ اور منافع	لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے	وَلِيَعْلَمَ اور تاکہ معلوم کرے	اللّٰهُ اللہ	
مَنْ يَّنْصُرُهٗ کون مدد کرتا ہے اسکی	وَ اور	رُسُلَهٗ اور اس کے رسول	بِالْغَيْبِ بن دیکھے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	قَوِيٌّ قوی	عَزِيْزٌ غالب

تفسیر وتشریح: اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے آخرت کے نفع کے لئے ہدایت کا پورا پورا سامان اور بندوبست کر دیا ہے چنانچہ دنیا میں اس نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ انہیں کتاب دی تاکہ لوگ عقائد اور اخلاق اور اعمال میں سیدھے انصاف کی راہ چلیں۔ افراط وتفریط کے راستہ پر قدم نہ ڈالیں اور اس کتاب میں بالخصوص انصاف کرنے کے حکم کو نازل کیا تاکہ لوگ اخلاق اور معاملات میں افراط وتفریط کو چھوڑ کر اعتدال کی راہ پر قائم رہیں یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری رعایت کریں اور اس میں ساری شریعت آ گئی آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوہے کو پیدا کیا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں۔ اب یہاں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے ذکر کے ساتھ معاً یہ فرمانا کہ ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بڑا زور اور لوگوں کے لئے منافع ہیں اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو آسمانی کتاب اور اس کی تعلیمات وہدایات سے راہ راست پر نہ آئیں اور عدل وانصاف کو دنیا میں قائم نہ رکھیں تو ضرورت پڑے گی کہ ان کی گوشمالی کی جائے اور ظالم اور کجرو معاندین پر اللہ اور رسول کے احکام وقار اور اقتدار قائم رکھا جائے۔ اس وقت شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ ڈالنا اور خالص دینی جہاد میں اسی لوہے سے کام لینا ہوگا۔ عموماً تمام آلات جنگ و حرب میں لوہا استعمال ہوتا ہے۔ تلوار۔ بندوق۔ نیزہ۔ تیر۔ گرز۔ توپ۔ زرہ وغیرہ تمام آلات جس سے سرکشوں کی گردن توڑی جاتی ہے لوہے کے ہوتے ہیں۔ کلام کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو ہدایت کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی جس میں انصاف اور عدل کو بالخصوص قائم رکھنے کا حکم دیا اس کتاب کی ہدایات کو عملاً نافذ کرنے اور فی الواقع عدل کو قائم رکھنے میں اگر ضرورت ہو تو مزاحمت کرنے والوں کا زور توڑا جائے اور آسمانی ہدایات کو درہم برہم کرنے والوں کو تنبیہ وسزا دی جا سکے گویا اس میں جہاد کی ضرورت اور ترغیب کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں لوہے کا استعمال لازمی ہے یہاں حدید یعنی لوہے کو پیدا کرنے کی دو حکمتیں آیت میں بیان فرمائی

گئیں۔ایک تو یہ کہ مخالفین پر اس کا رعب پڑتا ہے اور سرکشوں کو اس کے ذریعہ احکام الٰہیہ اور عدل وانصاف کے احکام کا پابند بنایا جاسکتا ہے۔دوسرے یہ کہ اس میں لوگوں کے حق تعالیٰ نے بہت سے منافع رکھے ہیں کہ جس قدر صنعتیں اور ایجادات و مصنوعات دنیا میں ہوئی یا ہو رہی ہیں ان سب میں لوہے کی ضرورت ہے لوہے کے بغیر کوئی صنعت نہیں چل سکتی۔اب آگے لوہے کے استعمال یعنی تیر۔تلوار تفنگ۔توپ کو جہاد میں کام لانے اور طاقت سے کام لینے کی حکمت کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ جہاد کچھ اس وجہ سے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کمزور ہے اور اس کو مدد کی ضرورت ہے۔نہیں اللہ تعالیٰ تو قوی زبردست ہے اور ہر وقت یہ قدرت رکھتا ہے کہ جب چاہے ایک اشارہ سے تمام کافروں اور اعدائے دین کو مغلوب کردے اور اپنے رسولوں کو ان پر غلبہ اور تسلط عطا فرمادے جہاد کی تعلیم وترغیب اس لئے نہیں دی گئی کہ اللہ کچھ تمہاری امداد و اعانت کا محتاج ہے بلکہ اس میں بندوں کی وفاداری کا امتحان مقصود ہے یہ کھل جائے اور علانیہ ظاہر ہوجائے کہ کون سے خدا کے وفادار بندے ہیں جو خدا کو بن دیکھے خدا کی محبت میں اور خدا کے دین کی محبت میں۔اور آخرت کے غائبانہ اجر و ثواب پر یقین کرکے اس کے دین اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں اور عدائے دین سے جنگ و جہاد کرتے ہیں اور جو خدا کی خاطر دنیا میں حق کو غالب کرنے کے لئے جان مال کی بازی لگادیتے ہیں دراصل اس جہاد میں بندوں کی وفاداری کا امتحان مقصود ہے تاکہ جو بندے اس میں کامیاب ہوں ان کو اعلیٰ مقامات پر پہنچایا جائے۔

اس آیت سے بھی اور قرآن کریم کی متعدد دوسری آیات اور بکثرت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا کہ جہاد اسلام کے فرائض میں سے ایک اہم فرض ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ الجھاد ماض الیٰ یوم القیٰمۃ یعنی جہاد جاری رہے گا قیامت تک۔تو قرآن وسنت کی بے شمار نصوص اور اجماع امت جہاد کی فرضیت کا اعلان کرتے ہیں۔اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے جی میں اس کی تجویزیں سوچیں اور نہ تمنا کی تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا"۔یعنی ایسی زندگی جس میں دعوئے ایمان کے باوجود نہ کبھی راہ خدا میں جہاد کی نوبت آئے اور نہ دل میں اس کا شوق اور اس کی تمنا ہو تو یہ منافقوں کی زندگی ہے اور جو اسی حال میں اس دنیا سے جائے گا تو وہ نفاق کی ایک صفت کے ساتھ جائے گا۔تو معلوم ہوا کہ مسلمان کے دل میں ہمیشہ جہاد کا عزم اور تمنا ہونی چاہئے۔مگر افسوس صد افسوس کہ اب جیسے تمام ارکان اسلامیہ اور فرائض دینیہ کی حقیقت اور روح عنقا ہے۔اگر تھوڑا بہت کچھ باقی ہے تو صرف ظاہری شکل اور ظاہری رسم باقی ہے اور وہ بھی غنیمت ہے۔کیونکہ اگر یہی تنزل چلتا رہا تو خوف ہے کہ خدانخواستہ یہ ظاہری شعائر اور رسوم اسلامیہ بھی عنقا نہ ہوجائیں۔آج تمام عالم میں مسلمانوں کے ساتھ کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا جو معاملہ ہورہا ہے اس کا سبب اگر غور کیا جائے تو درحقیقت عام اہل اسلام کا حقیقی جذبہ جہاد سے دلوں کا خالی ہوجانا ہے۔جہاد کے حکم سے خداوند قدوس کا مقصود ہی یہ ہے کہ اللہ کا دین اسلام دنیا میں حاکم بن کر رہے اور اہل اسلام عزت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور امن و عافیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرسکیں۔کافروں سے کوئی خطرہ نہ رہے کہ ان کے دین میں خلل انداز ہوسکیں۔(سیرۃ المصطفیٰ حصہ دوم)

اب یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ اصطلاح شریعت میں جہاد کس چیز کا نام ہے اور کیا اس کی تعریف ہے؟ علمائے اسلام نے لکھا ہے کہ اپنی طاقت اور قوت کو مال دولت کے لئے نہیں۔عصبیت اور

قومیت اور وطنیت اور اظہار مردانگی وشجاعت اور توسیع سلطنت و مملکت کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے اپنی طاقت کو پانی کی طرح بہا دینا اس کو اصطلاح شریعت میں جہاد کہتے ہیں۔ اعلاء کلمۃ اللہ یعنی اللہ کا بول بالا کرنا اگر مقصود نہ ہو بلکہ فقط مال وزر مطلوب ہو۔ یا قطع نظر حق و باطل سے وطن اور قوم کی حمایت مقصود ہو یا اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار منظور ہو تو اللہ جل اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک وہ جہاد نہیں بلکہ ایک قسم کی جنگ ہے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ انسان کبھی اظہار شجاعت کے لئے جنگ کرتا ہے اور کبھی قومی غیرت وحمیت کی بنا پر اور کبھی دنیاوی نام ونمود اور شہرت کے لئے۔ ان میں سے کون سی جنگ جہاد فی سبیل اللہ کا مصداق ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ''جو شخص فقط اس لئے لڑے اور جنگ کرے تا کہ اللہ ہی کا بول بالا رہے بس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے''۔ تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے وفاداروں کا خدا تعالیٰ کے باغیوں سے محض خدا کا باغی ہونے کی وجہ سے لڑنا اور اس کی راہ میں انتہائی جانبازی اور سرفروشی کا نام جہاد ہے بشرطیکہ وہ جانبازی اور سرفروشی محض اس لئے ہو کہ اللہ کا بول بالا ہو۔ اس کے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا کا کسی قسم کا نفع مقصود نہ ہو ایسی جانبازی اور سرفروشی کو شریعت اسلام میں جہاد کہتے ہیں۔ چونکہ بنی نوع انسان کی طبائع یکساں نہیں تو کسی کے لئے خداوند قدوس نے کتاب اتاری اور انبیاء کو مبعوث فرمایا اور کسی کے لئے لوہا اتارا۔ خداوند ذوالجلال کی یہ قدیم سنت ہے کہ وہ اپنے مخلصین کو جہاد کا حکم دیتا رہا تا کہ مفسدین اور فتنہ پردازوں کے شر اور فساد کو دفع فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسلام حقیقی کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ عطا فرمائیں اور اسی جذبہ کے ساتھ اس جہان سے کوچ کرنا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

اب ان آیات میں عام انبیاء ورسل کا اجمالی ذکر تھا۔ اس کے بعد بعض خاص پیغمبروں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان انشاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اور قرآن کریم جیسی کتاب عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن کریم کی ہدایات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی اور ہر حال میں ہم کو انصاف وحق پر قائم رکھیں۔

یا اللہ اپنے دین حق کی ہم کو بھی کسی درجہ میں خدمت کی توفیق عطا فرما دے۔ اور اپنے فضل سے ہمارے دین ودنیا کے تمام معاملات کو درست وراست فرما دے۔ یا اللہ مفسد کفار ومشرکین کے ساتھ ہم کو اسلام کا بول بالا کرنے کیلئے جہاد کی توفیق عطا فرما اور اپنی تائید اور نصرت کو ہمارے شامل حال فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرٰهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ

اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی سو ان لوگوں میں بعضے تو ہدایت یافتہ ہوئے، اور بہت سے

مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْإِنْجِيلَ ۙ

ان میں نافرمان تھے۔ پھر ان کے بعد اور رسولوں کو یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی،

وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا

اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور ترحم پیدا کیا، اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے اُن پر اس کو واجب نہ کیا تھا

عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۚ

لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی، سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر دیا،

وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُونَ ﴿۲۷﴾

اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا اور تحقیق ہم نے بھیجا	نُوحًا نوح	وَ اور	إِبْرٰهِيمَ ابراہیم	وَجَعَلْنَا اور ہم نے رکھی	فِي ذُرِّيَّتِهِمَا ان کی اولاد میں	النُّبُوَّةَ نبوت	
وَالْكِتٰبَ اور کتاب	فَمِنْهُمْ سو ان میں سے کچھ	مُّهْتَدٍ ہدایت یافتہ	وَكَثِيرٌ اور اکثر	مِّنْهُمْ ان میں سے	فٰسِقُونَ نافرمان	ثُمَّ پھر	قَفَّيْنَا ہم انکے پیچھے لائے
عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ انکے قدموں کے نشانات پر	بِرُسُلِنَا اپنے رسول	وَقَفَّيْنَا اور ہم انکے پیچھے لائے	بِعِيسَى عیسیٰ	ابْنِ مَرْيَمَ ابن مریم	وَاٰتَيْنٰهُ اور ہم نے اسے دی		
الْإِنْجِيلَ انجیل	وَجَعَلْنَا اور ہم نے ڈال دی	فِي قُلُوبِ دلوں میں	الَّذِينَ وہ لوگ جنہوں نے	اتَّبَعُوهُ اسکی پیروی کی	رَأْفَةً نرمی	وَّرَحْمَةً اور رحمت	
وَرَهْبَانِيَّةَ اور ترک دنیا	ابْتَدَعُوهَا جو انہوں نے خود نکالی	مَا كَتَبْنٰهَا ہم نے وہ واجب نہیں کی	عَلَيْهِمْ ان پر	إِلَّا مگر	ابْتِغَاۗءَ چاہنا		
رِضْوَانِ اللّٰهِ اللہ کی رضا	فَمَا تو نہ	رَعَوْهَا اس کو نباہا	حَقَّ رِعَايَتِهَا اس کو نباہنے کا حق	فَاٰتَيْنَا تو ہم نے دیا	الَّذِينَ اٰمَنُوا ان لوگوں کو جو ایمان لائے		
مِنْهُمْ ان میں سے	أَجْرَهُمْ ان کا اجر	وَكَثِيرٌ اور اکثر	مِّنْهُمْ ان میں سے	فٰسِقُونَ نافرمان			

تفسیر وتشریح: ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی اصلاح آخرت خلق کے لئے نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر دنیا میں بھیجا تھا۔ اور یہ دونوں پیغمبر اس شان کے تھے کہ دنیا میں پیغمبری اور کتاب آسمانی جاری رکھنے کے لئے ان ہی دو پیغمبروں کی نسلوں کو چن لیا گیا کہ ان کے بعد یہ دولت پیغمبری ان کی نسل سے باہر نہ جائے۔ چنانچہ دنیا میں جو رسول بھی اللہ کی کتاب لے کر آئے وہ حضرت نوح علیہ السلام کی اور ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ اور ان پیغمبروں میں کچھ تو صاحب کتاب تھے جیسے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور کچھ صاحب کتاب نہ تھے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد تابع توراۃ بہت سے پیغمبر آئے۔ تو جن جن لوگوں کے پاس یہ پیغمبر آئے ان لوگوں میں سے بعضے تو ہدایت یافتہ ہوئے کہ انہوں نے پیغمبروں کی ہدایت کو قبول کیا اور بہت سے ان میں سے نافرمان ثابت ہوئے کہ جنہوں نے اپنے

پیغمبروں کی تکذیب کی اور ان کا کہنا نہ مانا اور ان کی ہدایات وتعلیمات کو قبول نہ کیا۔ اور پچھلے رسول اپنے پہلے رسولوں کے نقش قدم پر تھے یعنی اصولی حیثیت سے سب کی تعلیم ایک تھی حتیٰ کہ آخر میں انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دے کر بھیجا گیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین جو واقعی ان کے طریقہ پر چلنے والے تھے ان کے دلوں میں اللہ نے نرمی رکھی تھی۔ وہ خلق خدا کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔ آگے چل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین نے بے دین بادشاہوں سے تنگ ہوکر اور دنیا کے مخمصوں سے گھبرا کر ایک بدعت رہبانیت کی نکالی۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرووں میں سے کچھ تارک الدنیا ہو جاتے اور دنیوی زندگی سے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں رہ کر عبادت اور سخت مجاہدے کرتے۔ نہ ایسے لوگ شادی بیاہ کرتے۔ نہ عمدہ لباس پہنتے۔ نہ عمدہ کھانا کھاتے۔ ایسے لوگوں کا نام راہب ہوتا تھا۔ تو ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ اس رہبانیت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں دیا گیا تھا۔ مگر نیت ان کی یہی تھی کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کریں۔ یعنی رہبانیت اللہ تعالیٰ کی فرض کی ہوئی نہ تھی بلکہ انہوں نے از خود اپنے اوپر یہ فرض کر لیا تھا اللہ کی خوشنودی کی طلب میں مگر پھر اس کو پوری طرح نباہ نہ سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے عیسائی راہبوں میں بہت سی بری باتیں شرمناک پیدا ہو گئی تھیں جن کا ذکر مورخین نے بہت کچھ کیا ہے قرآن کریم نے اپنے اخلاق کریمانہ سے ان کا صراحتہً ذکر کرنا مناسب نہ جانا۔ اور اشارۃً فرمایا فما رعوها حق رعايتها - وانہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی۔ یعنے جن پابندیوں کو اپنے نزدیک اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھ کر خود اپنے اوپر عائد کر بیٹھے تھے ان کا حق ادا نہ کیا اور وہ حرکتیں کیں کہ جن سے اللہ کی خوشنودی کے بجائے اس کا غصہ اور غضب مول لے بیٹھے۔ اسی لئے شریعت اسلامیہ نے اعتدال فطری سے متجاوز رہبانیت کی اجازت نہیں دی کیونکہ یہ غیر فطری چیز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے لا رهبانية في الاسلام اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں۔ ایک اور حدیث میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ کیونکہ مجاہد اپنے سب حظوظ وتعلقات سے واقعی الگ ہو کر اللہ کے رستہ میں نکلتا ہے۔

بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ صحابہؓ میں سے ایک صاحب نے کہا کہ میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔

دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ اور کبھی ناغہ نہ کروں گا۔

تیسرے نے کہا کہ میں کبھی شادی نہ کروں گا اور عورت سے کوئی واسطہ نہ رکھوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا خدا کی قسم میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا اور اس سے تقویٰ کرتا ہوں۔ مگر میرا طریقہ یہ ہے کہ روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ راتوں کی نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جس نے میری سنت سے رغبت نہ کی یعنے میرا طریقہ پسند نہ کیا تو وہ مجھ سے نہیں یعنی اس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں ابوداؤد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اپنے اوپر سختی نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ تم پر سختی کرے۔ ایک گروہ نے یہی تشدد اختیار کیا تھا تو اللہ نے بھی پھر اسے سخت پکڑا۔ دیکھ لو وہ ان کے بقایا راہب خانوں اور کنیسوں میں موجود ہیں''۔ الغرض نصرانیوں کی بدعت رہبانیت کا ذکر فرمایا گیا کہ جو ان کی شریعت میں تو نہ تھی لیکن انہوں نے

خود اپنی طرف سے اسے ایجاد کرلیا تھا مگر یہ اسے بھی نبھا نہ سکے اور جیسا چاہئے تھا اس طرح اس پر جم نہ سکے پس ان کے لئے دوہری خرابی آئی۔ ایک اپنی طرف سے نئی بات دین خدا میں ایجاد کرنے کی۔ دوسرے اس پر بھی قائم نہ رہنے کی۔ یہاں نصرانیوں کا دین میں نئی بات یعنی بدعت رہبانیت ایجاد کرنے کو جو ذکر فرمایا گیا۔تو یہ سمجھ لیا جائے کہ بدعت اسلام شریعت میں بھی نہایت ایجاد کرنے کو جو ذکر فرمایا گیا۔تو یہ سمجھ لیا جائے کہ بدعت اسلامی شریعت میں بھی نہایت درجہ مذموم اور ممنوع سمجھی گئی ہے۔ جو امر کہ شریعت کی کسی دلیل یعنی قرآن۔ حدیث۔ اجماع۔ قیاس سے ثابت نہ ہو اور اس کو دین میں داخل کیا جائے تو شریعت کی اصطلاح میں ایسے امر کو بدعت کہتے ہیں اور یہ بہت بڑا گناہ ہے کیونکہ جو شخص ایسا کام کرتا ہے وہ گویا حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے اس لئے کہ شریعت حق تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے اس میں کمی بیشی کا کسی کو حق حاصل نہیں پس جس نے اس شریعت میں کسی ایسی بات کو شامل کیا جو اس دین سے خارج ہے تو اس نے اس شریعت الہیہ کو ناکافی سمجھا پھر اور باتیں جو داخل کیں تو ایک نئی شریعت خود گھڑی یہ دوسرا جرم ہوا۔ پھر چونکہ بدعت عبادت کا رنگ لئے ہوئے ہوتی ہے یعنی بدعت کا مرتکب اس کو عبادت سمجھتا ہے اور ذریعہ قرب خداوندی خیال کرتا ہے اس لئے ایسے شخص کو تو بہ بھی نصیب نہیں ہوتی کیونکہ توبہ تو گنہگار کیا کرتا ہے اور بدعتی اپنے کو گناہ گار نہیں سمجھتا بلکہ وہ اپنے کو تابعدار سمجھتا ہے تو پھر وہ توبہ کیوں کرے۔حق تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی بدعت سے ہم کو بچاویں اور سیدھی راہ دکھاویں اور اس پر استقامت عطا فرمائیں۔ اخیر میں بتلایا گیا کہ ان اہل کتاب نصاریٰ میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر تھے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے حق تعالیٰ نے ان کو اجر عطا فرمایا مگر ایسے نصاریٰ کم ہی تھے اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں کہ آپ پر ایمان نہ لائے۔

یہاں تک تو اہل کتاب عیسائیوں میں سے آپ پر ایمان لانے والوں اور ایمان نہ لانے والوں کو خبر دی گئی تھی آگے ایمان لانے کا صریح امر فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ اگلی خاتمہ کی آیات میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانبردار اور متبع بنا کر زندہ رکھیں اور آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچاویں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور سچی محبت کے ساتھ سچی عظمت اور اس کے ساتھ سچا اتباع بھی نصیب فرماویں اور ظاہر میں اور باطن میں ہم کو شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرماویں۔

اللہ تعالیٰ اس پرفتن زمانہ میں ہر چھوٹی بڑی بدعت سے ہم کو بچائیں۔ اور سیدھی راہ ہدایت پر ہم کو مستقیم رکھیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یَجْعَلْ

اے ایمان رکھنے والو تم اللہ سے ڈرو اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دو حصے دے گا اور تم کو ایسا نور

لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۟ۙ لِّئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا

عنایت کرے گا کہ تم اس کو لئے ہوئے چلتے پھرتے ہوگے اور تم کو بخش دے گا، اور اللہ غفور رحیم ہے۔ تاکہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ

یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ

ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی دسترس نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے دیدے،

وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۟

اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا اے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ سے تم	وَ اٰمِنُوْا اور ایمان لاؤ	بِرَسُوْلِهٖ اسکے رسولوں پر	یُؤْتِكُمْ وہ تمہیں عطا کریگا		
كِفْلَیْنِ دو حصے	مِنْ سے	رَّحْمَتِهٖ اپنی رحمت	وَ یَجْعَلْ اور کردے گا	لَّكُمْ تمہارے لئے	نُوْرًا ایسا نور	تَمْشُوْنَ تم چلو گے	بِهٖ اسکے ساتھ
وَ یَغْفِرْ اور وہ بخش دے گا	لَكُمْ تمہیں	وَ اللّٰهُ اور اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِیْمٌ مہربان	لِّئَلَّا یَعْلَمَ تاکہ نہ جانیں جان لیں		
اَهْلُ الْكِتٰبِ اہل کتاب	اَلَّا یَقْدِرُوْنَ کہ وہ قدرت نہیں رکھتے	عَلٰى شَیْءٍ کسی شے پر	مِّنْ سے	فَضْلِ اللّٰهِ اللہ کا فضل	وَ اَنَّ اور یہ کہ		
الْفَضْلَ فضل	بِیَدِ اللّٰهِ اللہ کے ہاتھ میں	یُؤْتِیْهِ وہ دیتا ہے اسے	مَنْ یَّشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے	وَ اللّٰهُ اور اللہ	ذُو الْفَضْلِ فضل والا	الْعَظِیْمِ بڑا	

تفسیر وتشریح: ان آیات میں عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھنے والوں کو عام خطاب فرمایا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین اور آپ پر ایمان رکھنے والو! تم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو سچا نبی مان چکے ہو اب اللہ سے ڈرو نفسانیت اور تعصب کو چھوڑو اور اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لاؤ اور آپ کو اللہ کا رسول مانو تا کہ اللہ تعالیٰ تم کو دوہرا ثواب دے۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے اور دوسرا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے۔ اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے پر دوہرے ثواب عطا کئے جانے کی تصریح بیسویں پارہ سورہ قصص میں بھی ہو چکی ہے جہاں فرمایا گیا تھا اولئک یوتون اجرھم مرتین ان لوگوں کو یعنی اہل کتاب کو دوہرا ثواب ملے گا۔ تو اہل کتاب نصاریٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے پر ایک بشارت تو یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ تم کو دوہرا اجر وثواب عنایت فرمائے گا۔ دوسری بشارت یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ جو ہر حال میں تمہارا رفیق رہے گا دنیا میں بھی۔ مرنے کے بعد بھی اور آخرت میں بھی اور تیسری بشارت یہ دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گذشتہ گناہوں کو بخش دے گا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے اور یہ دولتیں تم کو اس لئے عنایت کرے گا تا کہ قیامت میں جس وقت ان عطایا کا ظہور ہو اس وقت ان اہل کتاب کو جو دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے ان کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ عدم ایمان محمدیؐ کی حالت میں فضل خداوندی سے ذرا بھی مستفید نہ ہو سکیں گے۔ یہ اہل کتاب کے اس زعم باطل کی تردید میں

1 ارشاد فرمایا گیا کہ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم موسیٰ اور عیسیٰ کا دامن پکڑے ہوئے ہیں ہمیں کیا غم واندیشہ ہے۔ انہیں جتلایا گیا کہ اب خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد محض انبیاء قدیم حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان ظاہر کرنا اور جتلانا انہیں مومن رہنے کے لئے کافی نہیں اس لئے قیامت میں وہ اللہ کے فضل سے محروم رہیں گے اور جو اہل کتاب میں سے خاتم الانبیاء پر ایمان لائے ان پر یہ فضل ہوا کہ ان کو دوگنا اجر ملا۔ گذشتہ خطاؤں کی معافی اور نور ایمان مرحمت ہوا اور جو ایمان نہ لائے وہ ان انعامات سے محروم رہے۔

یہاں اہل کتاب یعنی نصاریٰ کو سمجھایا گیا کہ وہ اپنی موجودہ حالت میں کہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تو ایمان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں تو اس حالت میں وہ اللہ کے کسی فضل کے آخرت میں مستحق نہیں جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء پر ایمان نہ لے آئیں۔ اب دیکھئے کہ ضد۔ تعصب۔ عناد۔ ہٹ دھرمی کا تو دنیا میں کوئی علاج نہیں باقی کسی کلام یا کسی بات کو معقول طریقہ سے سمجھانے اور بتلانے کے دو ہی طریقے مسلم ہیں یا اس بات کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جائے اور یا نقلی یعنی کتابی دلائل سے۔ اب یہاں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے جو عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین یعنی نصاریٰ سے کہا گیا تو نقلی یعنی کتابی دلائل سے قطع نظر کرکے اگر عقلی دلائل سے سمجھا جائے جس کا آج کل دنیا میں بڑا زور ہے تو بھی خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا انکار کسی صاحب فہم وعقل سے ممکن نہیں۔ اگر آج آپ کسی عیسائی یا یہودی اہل کتاب سے دریافت کریں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا دوسرے انبیاء جن کو یہود ونصاریٰ بھی اللہ کا نبی تسلیم کرتے ہیں ان کے نبی ہونے کی کیا عقلی دلیل ہے۔ تو ایک عیسائی یا یہودی جن عقلی دلائل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر اور نبی ہونا ثابت کرے گا انہی دلائل سے خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ کا نبی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ایک عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول ماننے کے لئے دلیل دے گا کہ ان سے بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے۔ اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ خاتم الانبیاء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معجزات بروایات صحیحہ ثابت ہیں ان کی تعداد ہر نبی کی تعداد سے زیادہ اور ان کی شان بھی اعلیٰ ہے۔ اگر ایک عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت میں ان پر اللہ کی وحی کا آنا اور انجیل کا ان پر نازل ہونا بیان کرے تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وحی کا آنا اور قرآن کا نازل ہونا ثابت ہے اور قرآن نے جو دعوے کئے یا پیشین گوئیاں کی ان کا صادق ہونا آج تک ثابت ہوا۔ اگر ایک عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت میں آپ کی پاکیزہ زندگی۔ اعلیٰ اخلاق۔ بلند کردار صداقت وامانت کو پیش کرے تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ومحاسن۔ صفات ومحامد۔ آپ کی سچائی اور دیانت نبوت سے پہلے ہی اتنی مشہور تھی کہ نبوت سے پہلے ہی لوگوں نے ''امین'' کا لقب آپ کو دے رکھا تھا۔ دشمنان اسلام نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وکرادار اور حضور کی پاکیزہ اور مطہر زندگی کی مدح وستائش کی ہے۔ منصف مزاج غیر مسلم مورخین اور مصنفین نے بھی کی ہے۔ اگر ایک عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت میں آپ کی دینی تعلیم وتبلیغ اور امت کی تربیت کو پیش کرے تو اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی امت کو ایسی شریعت کی تعلیم دی کہ جو قیامت تک کے لئے کافی وشافی ہے اور جس میں کسی ترمیم وتنسیخ کی احتیاج

نہیں۔آپ کی تعلیم وتربیت اور فیض صحبت سے قلیل مدت میں ہی کایا پلٹ گئی اور صحابہ کرام کے اخلاق وکردار انتہائی پستی کی حالت سے ایسے اعلیٰ ہو گئے کہ جس کو غیر مسلم محققین وفضلا بھی تسلیم کرتے ہیں اور اسے ایک حیرت انگیز واقعہ بلکہ حضور کا معجزہ سمجھتے ہیں۔

الغرض انبیائے سابقین علیھم السلام کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے اہل کتاب جو عقلی دلیل بھی پیش کرے گا انہی دلائل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کیا جا سکتا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء والرسل پر ایمان نہ لانے اور آپ کو اللہ کا رسول نہ ماننے کی کیا وجہ؟

اور اگر آپ کتابی دلائل کی طرف آئیں تو قرآن مجید۔انجیل۔تورات۔زبور جس کا بھی مطالعہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر نبی نے اپنے سے پہلے آنے والے نبی کی تصدیق کی ہے اور اپنے بعد آنے والے نبی کی پیشین گوئی اور اپنی امت کو ان پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ہمارے نبی کریم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے پیشتر انبیائے کرام کی تصدیق فرمائی لیکن اپنے بعد کسی نبی کی پیشین گوئی نہیں فرمائی جس کی وجہ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا۔اگر کوئی نبی آنے والا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ضرور اس کی آمد سے آگاہ فرماتے اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیتے۔ہاں آپ نے اطلاع دی تو یہ دی کہ آئندہ میری امت میں ۳۰ سخت جھوٹے پیدا ہوں گے ان میں ہر ایک اپنے متعلق گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں سب نبیوں کے آخر میں آیا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(رواہ مسلم)

الغرض انبیاء کرام کا سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اس سلسلہ نبوت کی انتہا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتی ہے۔اس لئے متبعین عیسیٰ علیہ السلام کو نجات آخرت حاصل کرنے کے لئے یہاں خاتمہ سورۃ پر اللہ سے ڈرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیا جاتا ہے اور اس پر بشارت سنائی جاتی ہے۔اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔

الحمدللہ اس درس پر سورہ حدید کا بیان پورا ہو گیا۔

سورۃ الحدید کے خواص

۱.....حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے کہ اسم اعظم سورۃ حدید کی چھ آیات میں ہے۔

۲.....اگر جنگ میں جانے والا سورۃ الحدید لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اسے دشمن کا کوئی ہتھیار نقصان نہ پہنچائے گا۔

۳.....جسے بخار ہو اس پر سورۃ الحدید پڑھی جائے۔

۴.....جسے ورم ہو اس پر سورۃ الحدید پڑھ کر دم کیا جائے۔

(الدرر النظیم)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا یہ فضل عظیم ہے کہ جو ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے اور تمام اپنے پیغمبروں پر ایمان رکھنے کا شرف عطا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا امتی ہونا نصیب فرمائیں۔اور آپ کی محبت وعظمت کے ساتھ آپ کا اتباع بھی نصیب فرمائیں۔اور قیامت میں اپنا فضل عظیم ہمارے لئے مقدر فرمائیں اور اپنی شان غفور رحیمی سے ہماری مغفرت فرمائیں اور ہم پر رحمت فرمائیں۔آمین۔　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ